

پیشینہ بین روئی فتنوں کی پانچا

افسراقِ یمنِ مسالین کے اسباب

مبارک حسین مصباحی ایم اے

0300-4235658

مکتبہ نبویہ

برصغیر میں دینی فتنوں کی یلغار

افسراقِ دینِ المسلمین کے اسباب

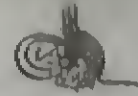
مبارک حسین مصباحی ایم اے

استاذ جامعہ الاشرفیہ مبارک پور (انڈیا)

فیشن جیولرز، چاندنی چوک، سائندھ، لاہور

مکتبہ نبویہ

بج. نمبر ۷۰۲ لاہور ۰۳۰۰-۴۲۳۵۵۵



جملہ حقوق فی سبیل اللہ آزاد ہیں

نام کتاب	برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب
مصنف	علامہ مبارک حسین مصباحی، ایم۔ اے
دیباچہ	علامہ یسین اختر مصباحی، ایم۔ اے
سن اشاعت	صفر المظفر ۱۴۲۹ھ فروری ۲۰۰۸ء
تعداد	ایک ہزار
عکس کتابت	المجمع الاسلامی انڈیشن
صفحات	۲۴۰
ناشر	الحاج محمد تنویر، محمد نعیم، فیشن جیولرز، چاندنی چوک، ساندہ لاہور
تقسیم کار	مکتبہ نبویہ، سنج بخش روڈ، لاہور
دعا	دعائے خیر بحق معادنین

یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ کے سالانہ عرس پر چھپوا کر اعزازی تقسیم کی جا رہی ہے۔

ہر دو فی حضرات ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب مفت حاصل کرنے والے فوری رابطہ کریں، ورنہ معذرت!

رابطہ: مکتبہ نبویہ، سنج بخش روڈ، لاہور

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت کے 88 ویں عرس مبارک پر

خصوصی پیش کش

☆☆☆

بیاد

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محدث بریلوی

الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

جن کے قلم نے برصغیر میں دین کے نام پر ابھرنے والے فتنوں کے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔

کلک رضا ہے خیر خونخوار و برق بار

اعداء سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

مصنف کتاب پر ایک نظر

علامہ مبارک حسین مصباحی "ماہنامہ الاشرافیہ" جلد۱۰ الاشرافیہ مبارک پور اعظم گڑھ (انڈیا) کے چیف ایڈیٹر ہیں۔ جن کے ادارے اہل علم و فضل سے داد و تحسین پاتے ہیں اور جن کے مقالات بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔ آپ ان دنوں "جلد۱۰ الاشرافیہ" مبارک پور میں مسند مدرسہ پر رونق افروز ہیں۔ جامعہ طیبہ شاہ آباد۔ رامپور (یو پی) کے جہتیم ہیں۔ "الجمع المصباحی" مبارک پور کے صدر نشین ہیں۔ وہ آل انڈیا "جماعت رضائے مصطفیٰ" بریلی کے صدر ہیں اور جلد۱۰ الاشرافیہ مبارک پور کی "مجلس البرکات" کے رکن ہیں۔

آپ کے والد مکرم خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ رامپور کے اہل علم میں سے تھے۔ حضرت علامہ مصباحی شاہ آباد ضلع رامپور میں ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۳۹۸ھ میں مدرسہ اہل العلوم سہیل سے قرآن پاک حفظ کیا۔ دینی علوم میں ۱۹۸۹ء میں "الجلد۱۰ الاشرافیہ" سے دستار فضیلت حاصل کی۔ اور آلہ آباد پور سے فاضل دینیات عربی اور فارسی میں سند حاصل کی۔ مکہ یونیورسٹی گیا (بہار) سے ایم اے کیا۔ اور سلسلہ قادریہ میں مفتی اعظم ہند بریلی سے بیعت ہوئے۔ ان دنوں وہ "الجلد۱۰ الاشرافیہ" میں استاد ہیں اور "ماہنامہ الاشرافیہ" مبارک پور کے مدیر شہر بھی۔ رابطہ کیلئے ۵۰۱۳۹-۵۰۰۲۱ فون پر ان کی آواز سنائی دے گی۔

انہوں نے برصغیر میں دینی فتوؤں کی تاریخ اور ان فتوؤں کے ذریعے اثرات کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور "افتراق بین المسلمین کے اسباب" جیسی کتاب کو اس اعزاز سے مرتب کیا ہے کہ موضوع کی تحقیقات ان کے اعمدہ قلم کی شیرینی سے اس اعزاز میں صحیفہ قرطاس پر سٹ گئی ہیں کہ اس کتاب پڑھنے والا تسلسل کے ساتھ مطالعہ کرتا رہتا۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن آپ کی نگرانی میں مجمع المصباحی مبارک پور (انڈیا) سے چھپ کر سارے ہندوستان میں پھیلا۔ موضوع کی اہمیت اور اعزاز تحریر کی خوش قسمی کے پیش نظر "مرکزی مجلس رضا" لاہور نے چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب جہاں جہاں گئی۔ اہل علم سے داد و وصول کرتی گئی۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی۔ ایم۔ اے

مدیر ماہنامہ "جہان رضا" لاہور

فون نمبر: ۷۳۵۸۳۶۵

موبائل: ۳۲۳۵۶۵۸-۳۰۰

فہرست عنوانات

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۳۱	افتراق بین المسلمین کا تاریخی جائزہ	۱
۶۵	جادو حق و صداقت	۲
۱۰۹	برصغیر میں افتراق بین المسلمین کا آغاز و ارتقاء	۳
۱۴۵	گہڑتے حالات بدلتے چہرے	۴
۱۶۳	وحید الدین خاں سے دو باتیں	۵
۱۹۱	نظریاتی اختلافات سے قتل و غارت گری تک	۶
۲۳۰	ماخذ و مراجع	۷

-----☆☆☆-----

سرنوشت

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں اور نہ
 ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
 سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
 چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
 بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ ادست
 وگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است
 (از شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال)

باسمہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ الاعلیٰ

زیر نظر کتاب مختلف اوقات میں ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور کے لئے لکھی گئیں چند
 تحریروں کا مجموعہ ہے۔ پہلے دو مضامین بطور خاص اسی کتاب کے لئے مرتب کئے ہیں، آخری
 مضمون مختصر تھا سر دست اس میں بھی تین گنا اضافہ کیا گیا ہے، باقی تحریروں پر بھی نظر ثانی اور
 قدر ضرورت حذف و اضافہ کیا ہے، ان تمام تحریروں میں جو چیز قدر مشترک ہے وہ ہے حق و
 باطل کے درمیان خط امتیاز، برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب کی تلاش، امت

سلسلہ میں امن و اتحاد کی آرزو مندی اور اصلاح فکر و اعتقاد کی مضطربانہ خواہش

آج پورے عالم فکر کی دہشت گردی اسلام اور اسلامی علامات و روایات کہ جڑ سے الھاذ پھینکنے کے درپے ہے، اس دردناک صورت حال میں مسلمانوں کا امتیازی تشخص و وقار ہر پل خطرے کی جانب بڑھ رہا ہے، جس وقت میں یہ سطرین لکھ رہا ہوں دنیا کا سب سے بڑا اسلام دشمن دہشت گرد ملک امریکہ اپنے اتحادیوں کی پشت پناہی کے ساتھ بے قصور نہتے افغانستان پر فضائی بمباری کر رہا ہے۔ میڈیا دل ہلا دینے والی خبریں نشر کر رہا ہے، پوری دنیا کے مسلمان سانس روک کر انسانی مسلمانوں کے تحفظ و بقا کے لئے دست بدعا ہیں، احتجاجات کی چیخ و پکار بھی سننے میں آرہی ہے۔ مگر افسوس عالم اسلام کے تمام حکمرانوں کی ٹکیل امریکہ کے ہاتھ میں ہے اسے آپ مصلحت وقت کہیں یا ابن الوقتی، ایمانی غیرت و حمیت کا فقدان ان میں بہر حال یقینی ہے۔ ان حالات میں حال و مستقبل کے خطرات سے مقابلہ کرنے کے لئے اولین اور بنیادی مرحلہ یہ ہے کہ مسلمان باہمی تفرقہ ختم کریں اور امن و اتحاد کی خوشگوار فضا میں مستحکم ہوں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لیکر تاجنک کاشغر

مگر اس مرض افتراق کے علاج کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اسباب افتراق کو تلاش کیا جائے اسباب کے باقی رہتے ہوئے علاج کرنا اندھیرے میں تیر چلانے کی طرح لا حاصلی جدوجہد ہے، شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپانے سے وقتی تسکین تو مل سکتی ہے مگر اسے خطرات سے محفوظ رہنے کا مل نہیں کہا جاسکتا۔ خدا را آپ خارجی دباؤ سے بے نیاز اور مسلکی مصیبت سے بالاتر ہو کر ہمارے معروضات کا بغور مطالعہ کریں، اگر ہمارے پیش کردہ تاریخی شواہد اور دینی حقائق سے آپ پورے طور پر مطمئن نہ ہوں تو انھیں خطوط پر مزید مطالعہ اور تحقیق و تلاش کا سفر جاری رکھیں۔ تلاش حق کی غلصہ نہ جدوجہد بجائے خود عبادت اور

اصلاح فکر و عمل کی جانب پیش قدمی ہے۔ میں اپنی فکر و تحقیق تھوپنے کا عادی نہیں۔ میں نے تو اتحاد ملت اور اصلاح امت کی غرض سے غور و فکر کی کچھ بنیادیں فراہم کی ہیں، مگر اتنی بات تو میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا ذہن پہلے سے اگر کسی کا جانب دار نہیں بلکہ حق کا طرفدار ہے تو اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہی آپ پر مواد اعظم ابلسنت و جماعت کی صداقت و حقانیت شمس در کف کی طرح واضح ہو جائے گی اور حق واضح ہو جانے کے بعد بھی آوارہ فکری پر باقی رہنا یا حسب سابق روش پر اوڑے رہنا ہٹ دھرمی اور فرقہ وارانہ ذہنیت کو فروغ دینا ہے۔

ان تحریروں کے مطالعہ کے دوران ہو سکتا ہے آپ کو ایک سے زیادہ مقام پر تکرار مباحث کا احساس ہو تو اس کے لئے میں کوئی معذرت بھی نہیں کرتا کیونکہ جب مشترک مسائل پر مختلف نشستوں میں گفتگو کی جاتی ہے تو ایسا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ ہاں چند مقامات پر آپ کو لب و لہجہ کی سختی کا احساس پریشان کر سکتا ہے تو یہ ہم نے تصداق نہیں کیا یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک زخمی دل انسان جب اپنی ملت کے اسباب زوال اور احوال غم سنا رہا ہے تو غیر اختیاری طور پر جذبات کا بھڑکاؤ مجلسی آداب سے بے نیاز کر دیتا ہے لیکن ہوش مند لوگ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اسے میوہ نہیں سمجھتے بلکہ فطری تقاضے سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہماری کوئی بات آپ کی پہلے سے طے شدہ فکری ڈگر کے خلاف ہو اور آپ کو کڑوی لگے تو اسے ”الحق مر“ پر محمول کریں۔

میں اپنی اس تحریر کے سلسلہ میں کسی قسم کی داد و تحسین کا متمنی ہرگز نہیں، یہی کیا مجھے اپنی کسی بھی نگارش کے بارے میں اس کی خواہش نہ رہی ہے نہ ہے اور نہ ہوگی۔ ہاں میرا قلم خدائے وحدہ لا شریک کی بارگاہ میں اس آرزو کے ساتھ جہد و ریزہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب مختار کائنات ﷺ کے طفیل ان تحریروں کو ممکنہ گمان راہ کی ہدایت کا ذریعہ بنادے اور نوریوں میں بے لوگوں کو عشق رسول کے نقطۂ اتحاد پر متحد فرمادے۔ آمین

اب میں اپنے تمام اساتذہ کی بارگاہ میں سراپا شکر و نیاز بن کر حاضر ہوتا ہوں جن کے علمی و ربانی فیض کی بے کراں موجوں نے مجھے سیراب کیا اور بطور خاص استاذنا المکرم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارکپور جن کی پدرانہ شفقتوں نے میرے فکر و قلم کی تربیت فرمائی۔ میں دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں مفکر اسلام حضرت علامہ یس اختر مصباحی بانی و مہتمم دارالقلم دہلی کا جنھوں نے زیر نظر کتاب کو ملاحظہ فرمایا اور بطور تقدیم و تقریب گرانقدر تحریر پر قلم فرمائی، بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں محبت کرم حضرت علامہ انازاہد علی سلاوی اور مولانا عبدالصمد مصباحی کا شکریہ ادا نہ کروں جو قدم قدم پر میرا سہارا بنے رہتے ہیں۔ اور درجہ تحقیق کے ان ہونہار طلبہ کا ذکر خیر بھی ضروری سمجھتا ہوں جن کے اسرار پر یہ تحریریں منظر عام پر آئیں یعنی عزیزان گرامی مولانا تکلیل الرحمن نظامی مصباحی اور مولانا محمد منظور نسیم مصباحی۔

آخر میں ایک التجاہم اپنے قارئین سے کریں گے کہ اگر انھیں یاد رہے تو میرے وال گرامی جناب غلیل احمد مرحوم و مغفور کے لئے دعائے مغفرت ضرور فرمادیں جو میری کامیابی کی تمنا لے کر اس جہان فانی سے چل بے۔ میں اپنی اس تحریر کا اجراء انھیں کی بارگاہ میں درکار ہوں۔ ولی ان کی قبر کو جنت کا ایک گلزار بنادے۔ آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین

از مبارک حسین مصباحی راہپوری

۷ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ / ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء

تقریظ جلیل

از: صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

صدر المدرسین الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور

مبسلا و حامدا و مصلیا

یہ پروپیگنڈے کا دور ہے جس کے بل پر سچ کو چھپانے اور جھوٹ کو باور کرانے کا کاروبار بڑے منظم پیمانے پر ہو رہا ہے۔ امریکہ سے لے کر انڈیا تک اس میدان میں باطل پرستوں کی ٹولیاں اپنے اپنے حلقہ ابلاغ کے لحاظ سے پیش پیش نظر آئیں گی۔ اور زیادہ تر جھوٹے اور باطل حربوں کی استاد کی سہرا کسی ستم پیشہ یہودی یا فرنگی کے سر ہوتا ہے جس سے روحانی دلا دینی تعلق رکھنے والے سیکھ سیکھ کر اسی ڈگر پر چلنے کی ہیہم کوشش میں مبتلا رہتے ہیں۔

ان ہی پروپیگنڈوں میں سے اہل باطل کا ایک پروپیگنڈہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں تفریق کا کام بریلی کی سرگزین سے مولانا احمد رضا بریلوی کے ہاتھوں شروع ہوا۔ اس جھوٹ کی اشاعت اس قدر کی گئی ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے بہت سے سادہ لوح لوگوں نے اسے سچ مان لیا ہے۔ ان کے پاس نہ اپنی ذاتی تحقیق ہے نہ اس کی فرصت۔ مگر اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو اور ہر انصاف پسند کو یہ معلوم ہوگا کہ حقیقت کیا ہے۔؟

اس میں ناقابل تردید دلائل و شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمانوں

میں شیعہ و سنی کا اختلاف تو پرانا ہے اور سنیوں میں جو تفریق ہوئی ہے وہ بریلی سے نہیں بلکہ دہلی سے ہوئی ہے۔ یہاں کے اور دیگر ممالک کے اہل سنت ایک تھے۔ نجد میں کتاب التوحید اور ہند میں تقویۃ الایمان کے ذریعہ وہابی پھر اس کی شاخ دیوبندی کے نام سے ایک فرقہ جنم دیا گیا جو اپنے یوم پیدائش سے لے کر آج تک قدیم مسلک اہل سنت کے حامیوں سے برسر پیکار ہے۔ جھوٹ اور فریب کا ایسا دلدادہ اور عادی ہے کہ خدا کو بھی بالا مکان جھوٹا اور عیب دار مانتا ہے۔

عزیز گرامی مولانا مبارک حسین مصباحی کو رب تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے کہ انھوں نے اس طرح کے مکروہ فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے مبسوط مقالات لکھے جن میں سے بعض جتہ جتہ میں نے بھی دیکھے آج جہاد بالسیف تو ناپید ہی ہے بکھار دیا قلم بھی کم ہوتا جا رہا ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اذا ظهرت الفتن، و البدع، و لم يظهر العالم علمه فعليه لعنة الله و الملائكة و الناس اجمعين۔ اور کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب فتنے اور گمراہیاں ظاہر ہوں اور عالم نہ علم چھپائے رکھے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اور مایا: لان يهدي الله بك رجلا خير مما طلعت عليه الشمس، ہمارے ذریعہ کسی ایک شخص کو ہدایت نصیب ہو جائے تو یہ تمہارے لئے روئے سخن کی حکومت سے بہتر ہے۔

مولیٰ تعالیٰ اس کتاب کو رافع فتن اور ہادی راہ سنن بنائے۔ مصنف کے علم و قلم اور شاد و عمل میں برکتیں نصیب فرمائے اور صحت و قوت اور عافیت کے ساتھ امت دین متین سے ہمیشہ وابستہ و سرافراز رکھے۔

اس کتاب پر برادر گرامی مولانا یحییٰ اختر مصباحی نے ایک عالمانہ اور موقع

مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس کے بعد میری خامہ فرسائی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر مولانا مبارک حسین کے مسلسل اصرار پر یہ چند سطور لکھنی پڑیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر سے نوازے۔ اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے کاموں میں لگائے اور ہر طرح کے شرور و فتن سے محفوظ و مامون رکھے۔

محمد احمد مصباحی

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

۲۱ ستمبر ۲۰۰۲ء

اسلام ترادین ہے تو مصطفوی ہے

مفکر اسلام حضرت علامہ ایس اختر مصباحی

بانی و مہتمم دارالعلوم، دہلی

دین اسلام ہمیشہ ایک رہا ہے جو اللہ کا منتخب اور پسندیدہ دین ہے۔ وجود تو حید باری تعالیٰ، نبوت و رسالت، کتب سماویہ، ملائکہ، تقدیر، جنت و دوزخ وغیرہ اس دین کے بنیادی معتقدات ہیں۔ یہ ہر دور میں یکساں اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ ایام و مہور اور احوال و ظروف کی تبدیلی کا ان پر کبھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام انہیں کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے پیغمبروں کا اعتقاد ہی محور و مرکز ہی دین اسلام رہا ہے۔

پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ نے بھی اسی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت فرمائی۔ اپنی حکیمانہ دعوت اور کریمانہ اخلاق سے لوگوں کے قلوب و اذہان کو اسی کی طرف مائل کر کے انہیں اس کا حامل اور پھر اس کا داعی و ترجمان بنایا۔ اسی وحدت دین کا اعلان کرتے ہوئے رب کائنات ارشاد فرماتا ہے۔ و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (سورۃ المائدہ: آیت ۳)

شریعتیں البتہ منسوخ ہوتی رہی ہیں، انکے احکام و مسائل بدلتے رہے ہیں۔

لیکن پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اتنی جامع و مکمل ہے کہ شرائع سابقہ کی طرح وہ کبھی منسوخ نہیں ہوگی۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہ امتیاز و اختصاص ہے جس پر گردش ایام کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہی شریعت نافذ و باقی ہے اور اسلامیان عالم کی ہدایت و رہنمائی کیلئے تاقیامت کافی ہے۔

اسی دین اور اسی شریعت کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر متحد و منظم رہنے کا اہل ایمان و اسلام کو بار بار حکم دیا گیا ہے۔ اور اس سے انحراف کے نقصان و خسارہ کی جا بجا وعید سنائی گئی ہے۔ قرآن حکیم کے فرامین و ارشادات پر عمل اور جماعت مسلمین کی موافقت و رفاقت کو ہر مسلمان کے اوپر لازم کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔

(سورہ آل عمران: ۱۰۳)

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھٹ نہ جانا

و اطیعوا اللہ و رسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ربکم

(سورۃ الانفال: ۳۶)

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کرو گے

اور تمہاری بندگی ہوئی ہوا جاتی رہے گی۔

اہم سابقہ کے سلسلہ میں قرآن حکیم میں جو کچھ آیا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت تک دین کے ساتھ شریعت بھی ایک ہی تھی۔ لیکن اختلاف فطرت و طبیعت نے جب زور پکڑا تو اس کے ناخوشگوار اثرات ظاہر ہوئے۔ اور لوگ باہم دست بگریباں ہوئے۔ اس موضوع کی آیات سے اس کا بھی علم ہوتا ہے کہ مشیت ربانی ہی ایسی نہیں ہے کہ سب لوگ لستہ واحدہ بنے رہیں۔ یہ اس کی حکمت اور مصلحت ہے جس کا راز اور اس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔ ذیل میں چند

آیات ملاحظہ فرمائیں۔

وما كان الناس الا امة واحدة فاختلّفوا

(سورہ یونس: ۱۹)

اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے۔

كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين

(سورہ البقرة: ۲۱۳)

لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈرتاتے۔

لكل جعلنا منكم شرعة و منها جا و لو شاء الله لجعلكم امة واحدة و لكن لیبلوکم فی ما اتمکم

(سورہ المائدة: ۴۸)

ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے۔

ولو شاء ربك لجعل الناس امة واحدة و لا یزالون مختلفین الا من رحم ربك .

(سورہ ہود: ۱۱۸)

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا۔ وہ آدمی تو ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا۔

ایمان و کفر، حق و باطل، خیر و شر، نور و ظلمت کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ واضح کیا۔ اور ہر انسان کے اندر یہ صلاحیت و ولایت فرمادی کہ وہ ہدایت و ضلالت میں سے جس کا چاہے از خود انتخاب کر لے۔ اور پھر جزاء و سزا اور ثواب و عذاب کا خود ہی ذمہ دار بھی ہو۔ اگر اللہ چاہتا تو ایمان و ہدایت پر سب کو جمع فرما دیتا مگر

اس نے ایسا نہیں کیا۔ تاکہ وہ اس کا امتحان لے اور اسے آزمائے کہ وہ اپنے لئے سعادت چاہتا ہے یا شقاوت! چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل فله الحجة البالغة فلو شاء لهدّکم اجمعین۔

(سورہ الانعام: ۱۳۹)

تم فرماؤ اللہ ہی کی حجت پوری ہے، وہ چاہتا تو تم سب کی ہدایت فرماتا۔

ولو شاء ربك لأمن من فی الارض کلهم جمیعاً۔

(سورہ یونس: ۹۹)

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو زمین میں جتنے ہیں سب ایمان لاتے۔

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر۔

(سورہ الکہف: ۲۹)

اور فرما دو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

ان هذه تذکرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبیلاً۔

(سورہ المزمل: ۱۹۔ سورہ الدھر: ۲۹)

بیشک یہ نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

فیضّل الله من یشاء و یهدی من یشاء و هو العزیز الحکیم

(سورہ ابراہیم: ۴)

پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

قل ان الله یضل من یشاء و یهدی الیه من اناب (سورہ الرعد: ۲۷)

تم فرماؤ! بیشک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور اس کی طرف جو رجوع کرے

اسے ہدایت دیتا ہے۔

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ۔

(سورة البقرة: ۲۶)

اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے۔ اور گمراہ انہیں ہی کرتا ہے جو نافرمان ہیں۔

وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ۔ (سورة ابراہیم: ۲۷)
اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور اللہ جو چاہے کرے۔

مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔

(سورة الاسراء: ۱۵)

جو راہ پر آیا تو اپنے ہی بھلے کے لئے راہ پر آیا اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے ہی بڑے کے لئے گمراہ ہوا۔

اپنے فطری رجحان اور طبعی میلان کے لحاظ سے قرونِ ماضیہ اور ازمنہ سابقہ کی اقوام و قبائل نے توحید و ایمان اور نبوت و رسالت کی تصدیق یا تکذیب کی پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی بعثت مبارکہ کے بعد بھی قبائل عرب کی یہی تاریخ اور ان کا یہی کروار رہا۔ ہر دور میں ہر پیغمبر و حادی نے صرف دعوت و تبلیغ کی ہے۔ راستہ بتانا اور دکھانا ان کی مسئولیت و ذمہ داری رہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

(سورة النور: ۵۴۔ سورة العنکبوت: ۱۸)

اور واضح تبلیغ ہی رسول کی ذمہ داری ہے۔

منزل تک کسی کو پہنچانا دینا یہ اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ اس کی توفیق پر منحصر ہے وہ

اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے۔ وہ قادر و مقتدر ہے۔ جسے جب چاہے ہدایت دے دے۔ جب چاہے کسی کو اپنا قرب عطا فرماوے اور جسے جب چاہے اپنے محبوبین کے درمہ میں شامل فرمائے۔

ہدایت ارادة الطريق بھی ہے اور ایصال الی المطلوب بھی ہے۔ ارادة الطريق راستہ بتانا اور دکھانا ہے۔ ایصال الی المطلوب منزل مقصود تک پہنچا دینا ہے ابلاغ و تبلیغ اور ارادة الطريق منصب نبوت و رسالت ہے۔ اور اسی ہدایت کا ذکر کرتے ہوئے رب کائنات پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

انک لتہدی الی صراط مستقیم۔

(سورة الشوری: ۵۲)

اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتائے ہو۔

اور دوسری ہدایت یعنی ایصال الی المطلوب کے سلسلہ میں اس کا فرمان ہے۔

انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء وهو اعلم بالماہتدین۔

(سورة القصص: ۵۶)

بے شک یہ نہیں کہ تم اپنی طرف سے جسے چاہو ہدایت دے دو۔ لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔ اور ہدایت والوں کو وہ خوب جانتا ہے۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور ادوارِ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں لاکھوں سعید روحوں اور خوش بخت انسانوں نے ہدایت کی نعمت پائی اور لاکھوں کم سواد و بد نصیب انسان اس دولت سے محروم رہے۔ ایسے انسانوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے یہ نعمت و دولت پانے کے بعد اسے کھو دیا اور اس سے

انحراف و ارتداد کا سنگین جرم کر کے ابدی لعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کاقتداس کی ایک نمایاں مثال ہے۔

اموی و عباسی دور حکومت میں جہاں ہدایت کا دائرہ وسیع ہوا۔ اسلام کی روشنی دور دور تک پھیلی، تابعین و تبع تابعین علیہم الرحمۃ والرضوان کا فیضان عام ہوا۔ وہیں بہت سے فرق و احزاب بھی عالم وجود میں آئے۔ کئی ایک گمراہیوں نے بھی جنم لیا۔ اور اسلام کا روشن چہرہ غبار آلود کرنے کی مذموم کوششیں بھی ہوئیں۔

یہ سب اسی تکوینی نظام قدرت کے تحت ہوا جس کا مذکورہ آیات قرآنی میں اجمالاً بیان آچکا ہے۔ اور خود پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور افتراق امت کی نشاندہی فرمائی۔

تفترق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة کلہم فی النار الامۃ واحدة۔ قالوا من ہی یا رسول اللہ! قال ما انا علیہ واصحابی۔

(ترمذی شریف)

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ایک گروہ کے سوا تمام فرقے جہنمی ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ گروہ کون ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر عمل پیرا ہوگا۔

اسی لئے سنت رسول و سنت صحابہ پر عمل کرنے والے سواد اعظم کی اتباع کی آپ نے ہدایت اور تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار۔

(مشکوٰۃ شریف)

تم سواد اعظم (بڑی جماعت) کی اتباع کرو۔ اس سے جو الگ ہوا وہ جہنم

میں بھیجا جائے گا۔

یہ سواد اعظم وہی اہل سنت و جماعت ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

ان الله لا یجمع امتی علی الضلالة۔ وید الله علی الجماعة۔ ومن شد شد فی النار۔

(ترمذی شریف)

اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ جماعت کے لئے اللہ کی مدد ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

جماعت اہل سنت سے الگ ہونے والے فرقے مثلاً خوارج، روافض، معتزلہ وغیرہ نے اسلام کو بے حد نقصان پہنچایا۔ اہل اسلام کو سخت فتنوں اور آزمائشوں میں ڈالا۔ مسلم حکومتوں کے ورپے آزار ہوئے۔ اباطلیل و خرافات اور مزخرفات کا ایسا ڈھیر لگا دیا جس نے بے شمار مسلمانوں کو شک وارتباب اور بہت سی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا۔ ان کے جرائم اور سازشیں آج بھی مختلف شکلوں میں کارفرما ہیں اور اپنے شد و ذنوکارت اور عصیان و طغیان کی بادِ سموم سے اسلام و اہل اسلام کے جسم و روح کو متاثر کر رہی ہیں۔

اختلاف اگر قیود و شرائط کے ساتھ ہو۔ حدود کے اندر ہو تو محبوب نہیں۔ اور اسی اختلاف امت کو رحمت فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ ماثر یہ د شاعر کا اختلاف ہے۔ اور فقہ اسلامی میں حنفیہ و شوافع و مالکیہ و حنابلہ کا اختلاف ہے۔ کہ یہ سب اہل سنت کے داخلی اختلافات ہیں۔ اور ایسا ہونا ایک حد تک فطری بھی ہے۔ خیال، ذوق، شعور، طبیعت، اور احوال و ظروف کے اختلاف سے فہم و ادراک معانی و مفہیم میں اختلاف کا پیدا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ جس کا مظاہرہ اہل سنت کے مختلف طبقات میں

ہے۔ اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جزوی فردی مسائل میں جاری رہے گا۔

بفضلہ تبارک و تعالیٰ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کی غالب اکثریت سنی حنفی رہی ہے۔ جس کے بے شمار تاریخی شواہد ہیں۔ محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ اپنے مرید طریقت حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ کے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ساتویں ذوالحجہ ۶۵۵ھ کو آپ کی خدمت میں حاضری و قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ مذہب کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ زبان مبارک سے آپ نے ارشاد فرمایا:

پہلا مذہب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا، دوسرا مذہب امام شافعی رضی اللہ عنہ کا، تیسرا مذہب امام مالک رضی اللہ عنہ کا، چوتھا مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ ان مذاہب میں شک نہ کریں۔ تاکہ سنی مسلمان ہوں اور اس بات کا یقین کریں کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب باقی تین سے افضل ہے۔

(راحت القلوب مشمولہ ہشت بہشت مطبوعہ دہلی)
مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

چاہئے کہ اہل سنت کے معتقدات پر مد اور اعتقاد رکھیں۔ اور زید و عمرو کی باتوں پر توجہ نہ دیں۔ بد مذہبوں کے خود ساختہ خیالات و توہمات پر مد اور رکھنا خود کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی اتباع ضروری ہے تاکہ امید نجات پیدا ہو۔

(مکتوب امام ربانی و فتراؤل مکتوب نمبر ۲۵۱)

دوسرے مقام پر ہندوستان کی سنی و حنفیت کے بارے میں مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رقمطراز ہیں:

یہاں کے تمام مسلم باشندے اہل سنت و جماعت کے عقیدہ حق پر ہیں۔ اہل بدعت و ضلالت کی کوئی نشانی یہاں ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ اور وہ حنفی پسندیدہ مذہب رکھتے ہیں۔

(رسالہ رد و انقض)

اسلام کی ہندوستان میں آمد کے بعد پانچ چھ صدی تک یہاں صرف اہل سنت و جماعت تھے۔ فرقہ باطلہ کا یہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ سنی و حنفیت کا دور دورہ تھا۔ سارے علماء و مشائخ سنی حنفی تھے۔ خراسانی شیعوں کے ذریعہ شیعیت نے سب سے پہلے قدم رکھا۔ پھر مغل سلاطین کی فوج میں کچھ شیعہ یہاں آئے اور رفتہ رفتہ انہوں نے قدم جمانا شروع کیا۔ اور ایک عرصہ کے بعد اپنے یال و پر نکالے۔ لیکن علما نے اہلسنت نے ان کی مزاحمت کی اور انہیں زیادہ کامیاب نہ ہونے دیا۔

مجدد الف ثانی نے ان کے خلاف رد و انقض کے نام سے رسالہ لکھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اسی رسالہ کا عربی میں ترجمہ کیا۔ جس کا نام "المقدمة السنیة لانقصار الفرقة السنیة" ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بھی بڑی شرح و وسط کے ساتھ روشنی میں ایک کتاب لکھی جو "تحفۃ اثنا عشریہ" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

شیعیت کے بعد نجد کا فتنہ دہابیت اٹھا۔ ہویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہندوستان کے اندر نمودار ہوا۔ دہابیت شیخ ابن تیمیہ حرانی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار و نظریات کا مجموعہ ہے۔ شاہ محمد اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب "تقویۃ الایمان" کے ذریعہ فتنہ دہابیت کا فروغ ہوا۔ علما نے اہلسنت نے اس فتنہ کا بھی جم کر مقابلہ کیا۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ اس کی پر زور مخالفت کی۔ جگہ جگہ مناظرے کئے، بہت سی کتابیں اور رسائل اس کے خلاف منظر عام پر آئے۔ شر و فتنہ اور بد دینی

سید صاحب کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ بلکہ انگریز کی یاری پر ایسا ناز تھا کہ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔

(تواریخ عجیبہ مطبوعہ دہلی)

جب کہ علماء اہل سنت ان کے اور انگریزوں کے شدید مخالف تھے۔ چنانچہ محمد اسلمیل پانی پتی بیان کرتے ہیں:

ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے میں وہ سب کے سب علماء کرام شامل تھے۔ جو عقیدہ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسلمیل کے شدید ترین دشمن تھے اور جنہوں نے حضرت شاہ اسلمیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔

(حاشیہ مقالات سر سید حصہ شانزدہم)

تقویۃ الایمان کے بطن سے پیدا ہونے والی ہندوستانی وہابیت اور اس کی شاخوں کے بارے میں خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں:

نجدی وہابیوں اور ہندوستانی وہابیوں میں ایک فرق ہے۔ نجدی وہابی اپنے آپ کو حضرت امام احمد بن حنبل کا مقلد کہتے ہیں۔ مگر ہندوستانی وہابی کسی امام کو نہیں مانتے۔ اور پوری غیر مقلدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان کے اہل حدیث تو وہابیت کے کوٹھے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ مگر کچھ وہابی ایسے بھی ہیں جو ابھی وہابیت کے ذیعے تک پہنچے ہیں اور تقلید کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض چشتیہ خاندان میں پیری مریدی بھی کرتے ہیں ان کو عرف عام میں دیوبندی کہا جاتا ہے۔

(نادان وہابی مطبوعہ دہلی)

متحدہ ہندوستان کی نظریاتی مسلم تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو شیعیت اور اکبری الحاد کے خلاف جو علماء حق سینہ سپر ہوئے ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ اسلمیل و تقویۃ الایمانی سیلاب کے سامنے علامہ فضل حق خیر آبادی اور علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی نے بند باندھا۔ اور وہابیت و دیوبندیت کے طوفان کا مردانہ وار مقابلہ محبت الرسول علامہ عبدالقادر برکاتی بدایونی اور امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی نے کیا۔ دیگر علماء مشائخ اہل سنت کی طرف سے حمایت حق اور دفاع سنیت و حقیقت کا ان مقتدر شخصیات نے اپنے اپنے عہد میں پورا حق ادا کروایا۔

فتنہ وہابیت نے ملت اسلامیہ ہند کے عظیم سرمایہ محبت و الفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے حقیقی دست کرنا چاہا۔ عقیدت اولیاء و مشائخ کا جذبہ اس کے سینوں سے نکال دینا چاہا لیکن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آج بھی مسلمانان ہند رقت قلب اور سوزش عشق سے اپنی ہر محفل کو فروزاں کئے ہوئے ہیں۔ اور محبوبان و مقربان بارگاہ ایزد متعال کی ہر بارگاہ کے ادب شناس اور وفا شعار ہیں۔

نجدی وہابیت کے اصل نمائندہ فرقہ غیر مقلدین کا ول تو ادب و احترام سے یکسر خالی معلوم ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ محبت و عقیدت کے جذبات سے بالکل ہی نا آشنا ہے۔ برصغیر ہند و پاک کے سارے غیر مقلدین اس خطہ کے اسلاف و اولیاء کرام کا بھول کر بھی کبھی نام نہیں لیتے۔ ان کی قساوت و شقاوت قلبی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ ان بزرگوں کی احسان فراموشی ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ ان کا سارا مذہبی لٹریچر پڑھ جائیے۔ حضرت داتا گنج بخش جویری لاہوری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیری، حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر، محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء، جیسے

اکابر اولیاء کرام کا نام مشکل ہی سے اس میں کہیں ملے گا۔

حالانکہ یہی نفوس قدسیہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے داعی و مبلغ ہیں۔ انہیں کے ذریعہ ہندوستان میں اسلام پھیلا۔ ہمارے محسن و مربی بھی یہی حضرات ہیں۔ انہوں نے ہی ہمیں دامن اسلام سے وابستہ کیا۔ انہوں نے ہی ہمیں اسلام کی اعلیٰ مذہبی دروہانی تعلیمات سے آشنا کیا، انہوں نے ہی ہماری سیرت و کردار اور اخلاق کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے لئے اپنے آپ کو نمونہ اخلاق و کردار بنایا۔ اور انہیں کے دم سے اس نظر ارض میں وہ شمع اسلام روشن ہوئی جس کے اجالے میں آج بھی ہم اپنا سفر حیات طے کر رہے ہیں۔

ہم میں سے جو لوگ بھی منحرف اور رگشتہ ہوئے ہیں۔ ان سب کو پلٹ کر پھر انہیں کے دامن کرم سے وابستہ ہونا ہے۔ انہیں کے صراط مستقیم پہ گامزن ہونا ہے، یہی وہ حضرات ہیں جن پر اللہ کا انعام و احسان ہے، یہی وہ شخصیات ہیں جن کا سلسلہ کوکر و فکر اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ سلسلہ بہ سلسلہ اور درجہ بدرجہ تابعین و صحابہ اور خلیفہ اسلام روحی فداہ کی بارگاہ تک انہیں کی رسائی ہے۔ کتاب و سنت پر صحیح معنوں میں انہوں نے ہی عمل کیا ہے۔ اپنے اسلاف کے وارث و امین یہی لوگ ہیں، یہی سنی ہیں، یہی شیعہ ہیں، یہی مصطفوی ہیں، یہی اسلام کے سچے خادم ہیں، اور ملت اسلامیہ ہند کو اب بھی یہ اس کا بھولا ہوا سبق و شام یاد دلا رہے ہیں کہ۔

اسلام ترا دین ہے تو مصطفوی ہے

محبت و الفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس امت محمدیہ کی جان ہے، یہی اس کا حاصل ایمان ہے، اس متاع گرانمایہ کی حفاظت سب سے اہم و دینی فریضہ ہے، فرق باطلہ اور ان کے افکار فاسدہ کے حملوں سے اپنے جو ہر ایمان کو بچائے رکھنا ہی اصل کامیابی ہے۔ اور ایک بڑی خدمت یہ بھی ہے کہ جو لوگ راہ سے بھٹک گئے ہیں۔

جو لوگ کسی فتنہ و گمراہی کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان کے سامنے اصل حقائق رکھے جائیں۔ ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے، انہیں خسران آخرت سے ڈرایا جائے، ان کے دلوں میں از سر نو محبت و عقیدت کا فانوس روشن کیا جائے، ایمان کی لوتیز کی جائے، بھٹکے ہوئے آہوؤں کا قافلہ سوائے حرم لے چلا جائے، اور رسول کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے حظیرۃ القدس کی امان میں انہیں سوئپ دیا جائے۔

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوائے حرم لے چل

عزیز مکرم حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے انہیں صالح جذبات و احساسات کے تحت زیر نظر کتاب کو ترتیب دیا ہے۔ اپنے متفرق مضامین کو یکجا کیا ہے، کچھ نئی تحریر بھی شامل کی ہے۔ اور پھر اسے سجا سنوار کر قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے افتراق بین المسلمین کے تاریخی جائزہ لیا ہے۔ جاوہ حق و صداقت کی نشاندہی کی ہے۔ برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے آغاز و ارتقاء پر روشنی ڈالی ہے۔ بگڑتے حالات اور بدلتے چہرے کا عکس پیش کیا ہے۔ پراسرار اور انتہا پسند عالم وحید الدین خاں سے دو دو باتیں کی ہیں۔ نظریاتی اختلاف سے قتل و غارت گری تک کے بھیا تک کردار اور انجام سے اپنے قارئین کو آگاہ کیا ہے۔ جن کتب و رسائل سے بالواسطہ یا بلا واسطہ استفادہ کر کے یہ مضامین لکھے گئے ہیں آخر کتاب میں ان کی ایک مکمل فہرست بھی درج کر دی ہے۔

لگ بھگ ڈھائی سو صفحہ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک کامیاب پیشکش ہے۔ تاریخی حوالوں کے ساتھ سنجیدہ اسلوب میں اسے لکھا گیا ہے۔ واضح انداز میں حقائق پیش کئے گئے ہیں۔ اہل سنت سے دور ہو جانے والی جماعتوں اور باطل فرقوں پر مختصر مواد شامل کتاب ہے۔ قدیم و جدید دونوں طرح کے گمراہ فرقوں کی اجمالی تاریخ اس کتاب کے مطالعہ سے سامنے آ جاتی ہے۔ ہر طبقہ اور ہر مسلک کے باذوق قارئین

کیلئے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے۔ ان کے علم میں ایسی بہت سی باتیں یقینی طور پر آجائیں گی جن سے وہ ابھی تک بے خبر اور ناواقف ہیں۔

مولانا مبارک حسین مصباحی ہماری جماعت اہل سنت کے متحرک و فعال نوجوان عالم دین ہیں۔ ممتاز فکر اور لطافت ذوق سے آراستہ ہیں۔ ان کے جذبات صالح اور خیالات تعمیری ہیں۔ تحریر و خطابت دونوں سے یکساں دلچسپی ہے۔ اور دونوں شعبوں میں تیزی کے ساتھ ان کی ایک شناخت بنتی جا رہی ہے۔ اہل سنت کی قابل افتخار درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے فارغ التحصیل ہیں۔ اس وقت اس کے مدرس ہونے کے ساتھ مشہور دینی و علمی مجلہ اشرفیہ مبارکپور کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ مستقبل میں ان سے اچھی توقعات وابستہ ہیں۔ اور امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ توقعات پوری بھی ہوں گی۔

دعاء ہے کہ رب کائنات اپنے حبیب و پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں اس کتاب کو گم گشتگان راہ کے لئے شمع ہدایت بنائے، ہدایت یافتگان کیلئے باعث از دیاد ہدایت بنائے۔ محبت و الفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کا سینہ معمور فرمائے۔ سب کو صراط مستقیم پہ گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کتاب کو قبول عام نصیب فرمائے۔ اور مولف کتاب کے علم و فضل میں اضافہ فرمائے۔ اور انہیں تحریر و خطابت کا مزید شعور اور اس کی برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

نس اختر مصباحی

بانی و مہتمم دارالانعام، قادری مسجد روڈ، ڈاکٹر، نئی دہلی۔ ۲۵

فون: 011-6326772, 3264524

۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ

مطابق ۱۲ دسمبر ۲۰۰۱ء



افتراق بین المسلمین

کا تاریخی جائزہ

تحریر اکتوبر ۲۰۰۱ء

یہ صرف امن و اتحاد کے دائمی پیغمبر کی انقلاب آفریں تعلیمات اور ان کے فیضانِ محبت کی برکات تھیں۔ مگر اشرف المخلوقات کی اس مقدرزبوں حالی کو کیا کہئے کہ عہد رسالت کے اس فیروز بخت معاشرہ میں کچھ ایسے نام نہاد مسلمان بھی داخل ہو گئے جنہیں قرآنی پیروی میں منافقین سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ بد بخت گردہ اپنی ظاہری پردہ پوش اور زندگی و بندگی کی کارگزاری میں بالکل مسلمانوں کی طرح نظر آتا تھا، کلمہ پڑھتا، نمازیں پڑھتا، تبلیغ کرتا اور خود کو غلامانِ مصطفیٰ میں شمار کرتا، لیکن یہ فریب تھا، نفاق تھا، ان کے دل و دماغ کفر و شرک اور کھو دیت و مسیحیت کو توانائی بہم پہنچا رہے تھے اور کلمہ گو ہونے کے باوجود اسلام کے بدترین دشمن تھے۔

قرآن عظیم منافقین کے چہرے بے نقاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

إِذَا جَاءَكَ الْمُتُفِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُتُفِقِينَ لَكَاذِبُونَ۔ (۶)

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تفریق بین المسلمین کا آغاز عہد رسالت ہی سے ہو چکا تھا، غیب داں پیغمبر نے آنے والے امداد کے لئے واضح اشارات فرمائے تھے اختصار کے پیش نظر ذیل میں صرف ایک پیشین گوئی ملاحظہ فرمائیے:

سیکون فی امتی اختلاف و عفریب میری امت میں اختلاف اور تفریق فرقة قوم یحسنون القیل ویسبون ہوگی ایک قوم ہوگی جن کی باتیں اچھی اور کام برے ہوں گے، قرآن پڑھیں گے، ایمان ان

(۶) قرآن عظیم، سورہ منافقون، آیت نمبر ۱

العمل، یقرؤون القرآن لایجاوز کے طلق سے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے کل الامانہم ترافہم یمرقون من الدین جائیں گے جیسے تیر کمان سے پھر وہ ٹوٹنے نہیں مروی السهم من الرمية، لایرجعون یہاں تک کہ تیر اپنے چلے کی طرف لوٹے، خوش حتی یعود السهم الی فوقه، وهم خبری اس کے لئے جو انہیں قتل کرے یا وہ جسے قتل شر الخلق والخلیقه طوبی لمن کریں، وہ کتاب اللہ کی طرف بلائیں گے اور فتلہم اوقتلوه یدعون الی کتاب اس سے ان کو کچھ تعلق نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کے اللہ ولیس منه فی شیء من فتلہم نزدیک ان کا قتل ان سے بہتر ہوگا۔ ان کی کان اولیٰ باللہ منهم، سبامہم مخصوص علامت سرمنڈانا ہے۔ التحلیق (۷)

ابوداؤد کی مشہور حدیث ہے۔ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

”میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے، بہتر جہنم میں اور ایک جنت میں“ وہی الجماعۃ یعنی ناجی جماعت ہوگی۔“ (۸)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”یہود اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔“ اس حدیث کے ذیل میں شیخ ابراہیم عزیزی جامع صغیر کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی ہمارے نبی کا عظیم معجزہ ہے کہ آپ نے جس غیب کی خبر دی زمانے نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ بعض غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ ان فرقوں سے فقہائے اسلام کے مسلک مراد ہیں یہ بالکل باطل ہے، امام ابو منصور عبد القادر بن طاہر حمیری نے اس حدیث کی شرح میں مستقل ایک کتاب لکھی ہے اس میں انھوں نے پوری وضاحت سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں مذکور فرقوں سے مراد ائمہ اسلام کے فقہی اختلافات ہرگز نہیں بلکہ اس سے تمام اسلام وہ فرقے مراد ہیں جنھوں نے اہل حق و صداقت اہل سنت و جماعت سے اصول توحید، (۷) بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث میں اس منہوم کی متعدد حدیثیں مروی ہیں (۸) ابوداؤد، کتاب السنۃ

خیر و شرکی تقدیر، نبوت و رسالت کے شرائط اور صحابہ کرام کے موالات میں اختلاف کیا، ان بہتر فرقوں میں بہتر گمراہ ہوئے اور ایک جادہ حق پر قائم رہا اور وہ فرقہ ناجیہ "اہلسنت و جماعت" ہے۔ گمراہ فرقوں کی بنیادی قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصول هذه الفرق الحزبية ان بهتر کے بنیادی فرقے مجھے ہیں (۱) حادیہ
والقدرية والجهمية والمرجئة (۲) قدریہ (۳) جہمیہ (۴) مرجئیہ (۵) رافضیہ
والرافضة والجبرية وقد انقسمت (۶) جبریہ۔ پھر ان میں سے ہر فرقہ بارہ فرقوں
كل فرقة منها اثنتی عشرة فرقة میں تقسیم ہو گیا اس طرح بہتر ہو گئے۔
فصارت الى اثنين وسبعين۔ (۹)

اور بقول ابن رسلان یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیس ان میں رؤف ہیں، بیس خوارج، بیس قدریہ، چھ مرجئیہ، ایک نجاریہ، ایک ضراریہ، ایک جہمیہ اور تین کرامیہ، اس طرح بہتر گمراہ فرقوں کی تعداد مکمل ہو گئی۔

قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اصل الثلاث والسبعين فرقة
عشرة اهل السنة والخوارج
والشيعة والمعتزلة والمرجئة
والمشبهة والجهمية والضرارية
والنجارية والكلامية

(۹) ابو منصور قسیمی بحوالہ حجتہ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص: ۳۹۷

فاهل السنة طائفة واحدة، اهل سنت ایک گروہ ہے، خوارج پندرہ فرقے
والخوارج خمس عشرة فرقة ہوئے معتزلہ چھ فرقے ہوئے، مرجئہ بارہ
والمعتزلة ست فرق والمرجئة اثنتا عشر فرقے ہوئے، شیعہ بیس فرقے ہوئے۔ جہمیہ،
عشرة والشيعة اثنتان و ثلاثون فرقة نجاریہ، ضراریہ، کلامیہ میں سے سب ایک ایک
والجهمية والنجارية والضرارية ہی رہے۔ مشبہ تین فرقے ہوئے تو یہ سب بہتر
والكلامية كل واحدة فرقة واحدة فرقے ہو گئے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے
والمشبهة ثلاث فرق فجميع ذلك ثلاث وسبعون فرقة۔ کما

اخبره النبي صلى الله عليه وسلم
واما الفرقة الناجية فهي اهل السنة والجماعة۔ (۱۰)
ان میں سے نجات پانے والا فرقہ "اہلسنت و جماعت" ہے۔

مواقف اور شرح مواقف (۱۱) میں اصولی فرقے آٹھ لکھے ہیں: (۱) معتزلہ
(۲) شیعہ (۳) خوارج (۴) مرجئہ (۵) نجاریہ (۶) جہمیہ (۷) مشبہ (۸) ناجیہ
'اہلسنت و جماعت'

اب ہم شرح مواقف، تاریخ المذاهب الاسلامیہ، مذاہب اسلام، حدوث
الفتن و جہاد اعیان السنن، اور الملل والنحل وغیرہ کے حوالے سے بہتر فرقے اور ان کے
بانیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

معتزلہ کا بانی واصل بن عطاء ہے اور فرقہ معتزلہ سے میں فرقے نکلے، یہ تمام
فرقے باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱۰) شیخ عبدالقادر جیلانی، غیۃ الطالبین بحوالہ حجتہ اللہ علی العالمین ص: ۳۹۷

(۱۱) شیخ ابوالاعلیٰ، شرح مواقف، مطبعہ نوکھور ص: ۷۲۵ ۷۲۶

- ۱۔ واسطیہ اس کا بانی ابو حذیفہ واصل بن عطاء تھا (۵۸۰/۵۱۳۱ھ)
- ۲۔ عمروئیہ اس کا بانی عمرو بن عبید تھا (۵۸۰/۵۱۳۲ھ)
- ۳۔ ہزلیہ اس کا بانی ابو الحزیر الطاف محمد ان تھا (۵۱۳۵/۵۲۳۵ھ)
- ۴۔ نظامیہ اس کا بانی ابراہیم بن سيار نظام تھا (۵۲۳۱ھ)
- ۵۔ اسواریہ اس کا بانی ابو علی عمرو بن قائد اسواری تھا
- ۶۔ اسکافیہ اس کا بانی ابو جعفر محمد بن عبد اللہ اسکاف تھا (۵۲۳۰ھ)
- ۷۔ جعفریہ اس کا بانی جعفر بن ہدانی تھا (۵۱۷۷/۵۲۳۶ھ)
- ۸۔ بشریہ اس کا بانی بشر بن معر تھا (۵۲۱۰ھ)
- ۹۔ مزداریہ اس کا بانی ابو موسیٰ عیسیٰ بن صبیح مزدار تھا۔
- ۱۰۔ ہشامیہ اس کا بانی ہشام بن عرفی تھا
- ۱۱۔ صالحیہ اس کا بانی صالح تھا
- ۱۲۔ حابطیہ اس کا بانی احمد بن حابط تھا
- ۱۳۔ حدیبیہ اس کا بانی فضل حدیبی تھا
- ۱۴۔ معمریہ اس کا بانی معمر بن عباد سبلی تھا
- ۱۵۔ ثمامیہ اس کا بانی ثمامہ بن اشرس نمیری تھا (۵۲۱۳ھ)
- ۱۶۔ خیاطیہ اس کا بانی ابو الحسن بن ابی عمرو خیاط تھا
- ۱۷۔ جاہلیہ اس کا بانی عمرو بن بحر جاہلی تھا (۵۱۶۳/۵۲۵۵ھ)
- ۱۸۔ کعبیہ اس کا بانی ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود کعبی تھا (۵۳۱۹ھ)
- ۱۹۔ جہانیہ اس کا بانی ابو علی محمد بن عبد الوہاب جہانی تھا (۵۲۳۵/۵۳۰۲ھ)
- ۲۰۔ یحشیمیہ اس کا بانی ابو ہاشم عبد السلام بن ابی علی جہانی تھا (۵۲۳۷/۵۳۲۱ھ)

- اصولی فرقوں میں دوسرا فرقہ ”شیعہ“ ہے اس سے بائیس فرقے نکلے یہ بھی باہم ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اہل تشیع کے بنیادی فرقے تین ہیں (۱) خلاۃ (۲) زیدیہ (۳) امامیہ۔ فرقہ خلاۃ سے اٹھارہ فرقوں کا ظہور ہوا تفصیل ذیل میں دیکھئے۔
- ۱۔ سہانیہ اس کا بانی عبد اللہ بن وہب بن سہام معروف بہ ابن سواد تھا (م ۵۴۰ھ)
 - ۲۔ کالمیہ اس کا بانی ابو کالم تھا
 - ۳۔ مغیریہ اس کا بانی مغیرہ بن سعید عجمی تھا (م ۱۱۹ھ)
 - ۴۔ بنانیہ اس کا بانی بنان بن سمعان حبشی ہندی یمنی تھا
 - ۵۔ جناحیہ اس کا بانی عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر ذوالجناحین بن ابوطالب تھا (م ۱۲۹ھ)
 - ۶۔ منصوریہ اس کا بانی ابو منصور عجمی تھا
 - ۷۔ خطابیہ اس کا بانی ابو الخطاب محمد بن وہب تھا
 - ۸۔ غرابیہ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی سرکار علیہ السلام سے بہت مشابہ تھے جیسے ایک کوڑے کو دوسرے کوڑے سے مشابہ ہوتی ہے۔ اس لئے حضرت جبرئیل چوک گئے۔ اور بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حضور ﷺ کے پاس وحی لے کر پہنچ گئے (معاذ اللہ)
 - ۹۔ زمیہ یہ فرقہ نبی کریم ﷺ کی خدمت کرنا تھا اس لئے اسے ذمیہ کہا گیا
 - ۱۰۔ ہشامیہ اس کا بانی ہشام بن حکم تھا (م نحو ۱۹۰ھ)
 - ۱۱۔ زرارہیہ اس کا بانی زرارہ بن الہین کوئی تھا (م ۱۵۰ھ)
 - ۱۲۔ یونیہ اس کا بانی یونس بن عبد الرحمن قوسی تھا (م ۲۰۸ھ)
 - ۱۳۔ شیطانیہ اس کا بانی محمد بن نعمان صیرفی معروف بہ شیطان الطاق تھا

۱۳۔ رزامیہ اس کا بانی رزام بن سابق تھا

۱۵۔ مضمونہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا فرمایا اور پھر تخلیق عالم کا اختیار ان کو سونپ دیا، اس فرقہ کے کچھ لوگ یہی عقیدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں رکھتے ہیں۔

۱۶۔ بدسیہ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ اس کا ارادہ کرتا ہے۔

۱۷۔ نصیریہ اس کا بانی نصیر ہے یا محمد بن نصیر فہری

۱۸۔ اسماعیلیہ اس کے سات نام ہیں۔ باطنیہ، قرامطہ، حرمیہ، سبعیہ، ہامیکیہ، بحرہ، اسماعیلیہ پھر ان سے یہ فرقے نکلے مبارکیہ، میمونہ، شمیٹیہ، برقصیہ، جنابیہ، مہدیہ، مستعلیہ، نزاریہ، بوہرہ، آقا خانیہ۔

اہل تشیع کا دوسرا اصولی فرقہ زیدیہ ہے اس کی حسب ذیل تین شاخیں ہوئیں:

۱۔ جارودیہ اس کا بانی ابوالجارود تھا باقر نے اس کا نام مرحوب رکھا تھا

۲۔ سلیمانہ اس کا بانی سلیمان بن جرید تھا

۳۔ نصیریہ اس کا بانی نصیر ثومی تھا

اہل تشیع کا تیسرا اصولی فرقہ امامیہ ہے اس کی آٹھ شاخیں ہوئیں۔

اعظمیہ، مفضلہ، مطوریہ، مرسویہ، ریحیہ، احمدیہ، اثنا عشریہ، جعفریہ

تیسرا اصولی فرقہ خوارج ہے اس کے سات فرقے ہیں:

۱۔ نکلہ

۲۔ بدسیہ اس کا بانی بدیس بن مہم بن جابر صنبی ہے (م ۹۳ھ)

۳۔ ازرقہ اس کا بانی نافع بن ازرق ہے (م ۶۵ھ)

۴۔ نجدات اس کا بانی نجدہ بن عامر نخعی ہے (۳۶/۲۹ھ)

۵۔ مفریہ اس کا بانی زیاد بن اصغر ہے

۶۔ اباضیہ اس کا بانی عبد اللہ بن اباض ہے (م ۸۶ھ) اس فرقے کی چار شاخیں ہوئیں حنفیہ، یزیدیہ، حارثیہ، عبادیہ

۷۔ مجارودہ اس کا بانی عبد الرحمن بن عجر د ہے۔ مجارودہ سے دس فرقے بنے۔ سمونیہ، حمزیہ،

قصبیہ، حازمیہ، خلفیہ، اطرافیہ، معلومیہ، مجہولیہ، صلتیہ، ثعالبیہ، پھر ثعالبیہ سے چار فرقے نکلے، اخنسیہ، معبدیہ، شیبانیہ، مکرمیہ اور رشیدیہ یا عشریہ بھی ایک فرقہ ہے جو ثعالبیہ سے نکلا۔

خوارج کے یہ فرقے اور ہیں: ضحاکیہ، شیبیہ، کوزیہ، کنزریہ، شرانیہ، بدعیہ، اصومیہ، یعقوبیہ، فضلیہ۔

چوتھا اصولی فرقہ ”مرجئہ“ ہے اس سے پانچ فرقے نکلے۔

۱۔ یونسیہ اس کا بانی یونس بن عمر نمیری ہے

۲۔ عبیدیہ اس کا بانی عبید الکذب ہے

۳۔ طشانہ اس کا بانی غسان بن ابان کوفی ہے

۴۔ ثوبانیہ اس کا بانی ثوبان مرجی ہے

۵۔ ثومنیہ اس کا بانی ابو معاذ ثومنی ہے

پانچواں اصولی فرقہ ”نجداریہ“ ہے اس کا بانی محمد بن حسین (یا حسین بن محمد) ہے (م نحو ۲۲۰ھ) اس کے تین فرقے ہیں:

۱۔ برغوشیہ اس کا بانی یاران محمد بن عیسیٰ معروف بہ برغوث ہے

۲۔ عفرانیہ اس کا عقیدہ ہے کہ کلام الہی مخلوق ہے اور غیر مخلوق کہنے والا کافر ہے

۳۔ متدرکیہ اس کا عقیدہ ہے کہ ان کے مخالف کے تمام عقائد باطل ہیں یہاں تک کہ ان کا ”لا الہ الا اللہ“ کہنا بھی جھوٹ ہے

چھٹا اصولی فرقہ ”جبریہ“ ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ متوسطہ اس کا عقیدہ ہے کہ بندہ کے لئے قدرت غیر مؤثرہ ثابت ہے

۲۔ خالصہ اس کا عقیدہ ہے کہ بندے کے لئے فعل کی قدرت بالکل ثابت نہیں

تذکرۃ المذہب، مذاہب اسلام وغیرہ کتب میں ان کی اور بھی بہت سی قسمیں لکھی ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ قدر یہ، جبریہ کی ضد ہے اس کا بانی معبد بن عبد اللہ بن عوفیم جینی تھا (م ۸۰ھ)

ساتواں اصولی فرقہ ”مضبہ“ ہے اس کا بانی شیبان خارجی ہے (م ۱۳۰ھ) اس فرقے سے بھی متعدد فرقوں کا خروج ہوا عقائد اور تاریخ مذاہب کی کتابوں میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

اب ذیل میں ہم انہیں فرقوں سے نکلے ہوئے برصغیر کے کچھ نئے اور مشہور فرقوں کی تفصیل لکھتے ہیں جن کی وجہ سے برصغیر کا مذہبی سکون غارت ہوا اور گھر گھر اختلاف و انفراق کا دور دورہ شروع ہوا۔

فرقہ بہائیت۔ بہائی فرقے کا بانی مرزا علی محمد شیرازی ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۲۰ء ایران میں پیدا ہوا، یہ اثنا عشری شیعہ سے تعلق رکھتا تھا مگر اثنا عشریوں کی حدود سے تجاوز کر گیا۔ اس نے اسمعیلیہ فرقہ کے عقائد باطلہ اور فرقہ مسبہ کے عقیدہ حلول کا ایک ایسا مجموعہ مرکب تیار کیا جسے اسلامی عقائد سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس فرقہ کے بنیادی عقائد حسب ذیل ہیں۔ جو اس کے بانی نے اپنی کتاب ”البیان“ میں جمع کئے ہیں۔

۱۔ مرزا علی محمد روز آخرت اور بعد از حساب دخول جنت و جہنم پر ایمان نہیں رکھتا تھا اس کا دعویٰ تھا کہ قیامت سے ایک جدید روحانی زندگی کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔

۲۔ وہ اپنے وجود میں بالفعل ذات خداوندی کے حلول کرنے کا اعتقاد رکھتا تھا۔

۳۔ رسالت محمدی اس کے نزدیک آخری رسالت نہ تھی، وہ کہتا تھا کہ ذات باری مجھ میں حلول کر گئی ہے اور میرے بعد آنے والوں میں بھی حلول کرتی رہے گی۔

۴۔ وہ کچھ مرکب حروف ذکر کر کے ہر حرف کے عدد نکالتا اور اعداد کے مجموعہ سے عجیب و غریب نتائج نکالتا تھا۔

۵۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ تمام انبیاء سابقین کی نمائندگی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو مجموعہ رسالت اور مجموعہ ادیان کہتا تھا۔

۶۔ اس نے اسلامی احکام میں تبدیلی پیدا کر کے عجیب و غریب قسم کے عملی امور مرتب کئے۔ مثلاً عورت میراث اور دیگر امور میں مرد کے برابر ہے۔

بہائی مذہب برصغیر میں بھی پایا جاتا ہے ہندو پاک کے بڑے بڑے شہروں میں تبلیغی مراکز قائم کر رکھے ہیں جہاں سے لٹریچر شائع کر کے عوام میں بلا قیمت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کے مبلغین ہر وقت مراکز میں موجود رہتے ہیں، گمراہ گری کے منصوبے بناتے ہیں اور بطور خاص تعلیم یافتہ طبقے میں اپنا لٹریچر فراہم کرتے ہیں۔ بمبئی، دہلی، لائل پور اور لاہور ان کی سرگرمیوں کے خاص اڈے ہیں۔

فرقہ نیچریت۔ اس کے بانی سر سید احمد خاں بن محمد تقی خاں ۱۲۳۲ھ/۱۳۱۵ھ ہیں۔ یہ ۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے، ابتدائی صرف دعو کی تعلیم شاہ مخصوص اللہ دہلوی سے حاصل کی اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے جب اس میں کامیابی نہیں ملی تو برٹش گورنمنٹ کی طرف رجوع کیا۔ ۲۰ برس کی عمر میں انگریز ملازمت حاصل کی، پہلے عدالت صدر امین کے سررشتہ دار ہوئے، تین سال کے اندر نائب سررشتہ دار کمشنری کی پوسٹ پر آگے بھیج دیئے گئے، ایک سال کے بعد فچور سیکری کے صدر الصدور ہوئے۔ پانچ سال کے بعد اسی عہدے پر دہلی بھیج دیئے گئے اور اس عرصہ میں بقول مولانا غلام انصاری راہپوری ”سید صاحب کے وہابی قبیح مولوی اسماعیل دہلوی ہو گئے“ اور پھر گراہیت میں

ترقی کر کے فرقہ نیچریہ کے بانی ہو گئے۔

نیچر ایک انگریزی لفظ ہے جو فطرۃ اللہ اور قانون قدرت کے ہم معنی ہے یہ فرقہ کائنات کے تمام احوال و وقائع کا رشتہ ”نیچر“ یعنی فطرت سے جوڑتا ہے۔ سید احمد کے ذریعہ جو نیچری عقائد ہندوستان میں پھیلے اس قسم کے عقائد قدیم دور کے کچھ گمراہ فرقوں میں بھی پائے جاتے تھے جیسا کہ شہرستانی نے اپنی کتاب ”المسلک والنحل“ میں ذکر کیا ہے۔ قدیم فرقے کا نام ”طبعیہ دہریہ“ ملتا ہے لیکن چونکہ برصغیر میں اس قسم کے عقائد کی ابتدا اور اشاعت سید احمد کے ذریعہ ہوئی اس لئے یہ فرقہ انھیں کی جانب منسوب ہوا۔ سید احمد نے علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی باڈالی جو بعد میں ترقی کر کے ”مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ“ کے نام سے شہرہ آفاق ہوئی، اور یہی یونیورسٹی ان کی شہرت کا باعث بنی۔ ان کے نیچری عقائد و نظریات کو اہل ہند نے ٹھکرا دیا یہاں تک کہ یونیورسٹی کے اساتذہ و طلبہ بھی اس کے عقائد سے بیزار رہتے ہیں سوائے چند آزاد خیال، مذہب بیزار اور مغربی فکر و تہذیب کے ولدادہ افراد کے۔ سید احمد نے ملائکہ، جن، جنت، دوزخ، نبوت، معجزہ وغیرہ اسلامی مسلمات کا صاف انکار کیا اور ان چیزوں کے اثبات میں جو آیات قرآنی ہیں ان کی مضحکہ خیز تاویلات پیش کیں۔

اہل قرآن۔ اس فرقہ کا بانی عبداللہ چکڑالوی (م ۱۳۳۳ھ) ہے۔ یہ فرقہ حدیث کا سخت منکر ہے اور ایمان و عمل کے تمام مسائل کے استنباط کے لئے صرف قرآن عظیم کو کافی تصور کرتا ہے، حدیث و سنت کے خلاف آیات قرآنی کی اختراعی تفسیریں کرتا ہے، یہ فرقہ اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں بڑا چاق و چوبند نظر آتا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں اس کا آغاز ہوا مقام افسوس ہے کہ برصغیر میں اس فرقہ کے تبحر میں بھی پیدا ہو گئے ہیں اور بانی فرقہ کی طرف نسبت کر کے اپنے آپ کو چکڑالوی بھی کہتے ہیں عبداللہ

چکڑالوی کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں: رسالہ ترتیب الوضو والصلوۃ، برہان الفرقان علی صلوۃ القرآن، صلوۃ القرآن، کایات الفرقان، رسائل اشاعت القرآن، رسالۃ الزکوۃ والصدقات کا جاء فی آیات، بنیات، رسالہ مناظرہ مابین مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن و مولوی ابراہیم سیالکوٹی اہل حدیث۔ ان کتابوں سے ماخوذ فرقہ اہل قرآن کے چند عقائد حسب ذیل ہیں:

۱۔ اس کے نزدیک مسلمانوں میں رائج طریقہ نماز اور اس کے کلمات و تسبیحات کفر ہیں۔ اس لئے اس نے نماز پڑھنے کا جدید طریقہ ایجاد کیا ہے۔

۲۔ احکام و معلومات اور مسائل و معمولات جو قرآن عظیم میں واضح طور پر موجود نہیں یا اس کی فہم سے بالاتر ہیں اس کے نزدیک لغو اور ناقابل عمل ہیں اگرچہ ان کا ثبوت احادیث صحیحہ اور تاریخ و اقوال میں پوری وضاحت کے ساتھ موجود ہو۔

۳۔ جس ذبیحہ پر بسم اللہ اکبر پڑھا جائے حلال نہیں کیونکہ یہ الفاظ بعینہ قرآن عظیم میں موجود نہیں ان کے نزدیک ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وقت ذبح قرآن عظیم کی کوئی آیت پڑھی جائے۔

۴۔ اس کا عقیدہ ہے کہ جس طرح محمد ﷺ کو رسول کہا گیا ہے اسی طرح قرآن کو بھی لفظ رسول سے یاد کیا گیا ہے لہذا ارشاد قرآن ”اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول“ میں قرآن ہی مراد ہے اسی طرح ”اذادعوا الی اللہ ورسولہ“ اور ”ما حرم اللہ ورسولہ“ وغیرہ آیات میں بھی رسول سے مراد قرآن عظیم ہے نہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ نیز قرآن عظیم میں ایک مقام پر بھی رسول اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم نہیں، ہر جگہ قرآن ہی مراد ہے کیونکہ وہ صرف اپنے زمانے کے لوگوں کے پاس آئے تھے جبکہ قرآن عظیم ہر دور میں موجود رہے گا۔

۵۔ اس کا عقیدہ ہے کہ قرآن عظیم کو سب سے زیادہ نقصان حدیث و فقہ نے پہنچایا۔

۶۔ ان کے نزدیک قیامت میں کسی نبی یا رسول کو شفاعت کا اختیار نہیں دیا جائے گا۔
۷۔ اس کا عقیدہ ہے کہ مردے کو کسی بدنی عبادت یا مالی صدقہ کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قادیانیت۔ اس کا بانی غلام احمد قادیانی ہے اس کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔ امرتسر سے شمال مشرق ریلوے لائن پر ایک قصبہ بنالہ ضلع گورداسپور ہے، بنالہ سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی جائے پیدائش ہے، ابتدا میں مشرقی علوم مولوی گل علی شاہ سے بنالہ میں حاصل کئے، اردو، عربی اور فارسی سے واقف تھا انگریزی سے بالکل واقف نہیں تھا، تلاش معاش میں نکلا سیال کوٹ کی پکھری میں پندرہ روپیہ ماہوار کا محرر ہوا، ترقی کی نیت سے قانونی مختار کاری کا امتحان دیا اور ٹپل ہو گیا، اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے:
”ہماری معاش کا دار و مدار والد کی ایک مختصر آمدنی پر تھا، اور بیرونی لوگوں میں ہمیں ایک شخص بھی نہیں جانتا تھا، میں ایک گناہ انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں کے زاویہ گناہی میں پڑا ہوا تھا۔ (۱۲)

انگریزوں کو افتراق بین المسلمین کے لئے اس علاقہ میں کسی آلہ کاری ضرورت تھی، انگریزوں کے بنائے ہوئے پروگرام کے مطابق پہلے مناظر کے روپ میں سامنے آیا، پھر مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، اور پھر مسیح موعود بن بیٹھا اور نبوت بانیا سید کہ تاج نبوت سر پر سجانے کی ناکام کوشش کی، جہاد کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں، انگریز ”کو“ اولی الامر کے منصب پر بٹھایا اور اس کی اطاعت کو واجب قرار دیا، خود کو نبی بنایا، بیویوں کو امہات المؤمنین اور رفقا کو صحابہ کہتا تھا۔ اب ذیل میں اس کے چند مرعومات ملاحظہ فرمائیے: مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتا ہے

”نبی اکرم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی صاحب الختم ہیں اور کوئی شخص آپ کی انگوٹھی (خاتم) سے کب فیض کیے بغیر نعمت وحی سے مستفیض نہیں ہو سکتا، امت محمدی مکالمہ و مخاطبہ ربانی کے شرف سے کبھی محروم نہ ہوگی کیونکہ ختم کرنے والے صرف آپ ہیں، آپ کی انگوٹھی ہی سے حصول نبوت ممکن ہے، اس لئے ہونے والے نبی کا امت محمدی میں سے ہونا ضروری ہے۔ (۱۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ اس کے معجزات اس کے دعووں کا اثبات کرتے ہیں۔ ماہ رمضان ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء سورج اور چاند کو گرہن لگا تھا، قادیانی نے دعویٰ کیا کہ یہ کسوف و خسوف اس کے معجزے ہیں ان سے اس کے دعویٰ نبوت کی تصدیق ہوتی ہے مزید یہ بھی اپنی کتاب میں لکھا کہ ”آنحضرت کے لئے چاند کو گرہن لگا تھا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کو“
غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

”میں نے بارہا اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ اسلام دو اصولوں پر قائم ہے۔ پہلا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوم یہ کہ اس حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ ہوں جس کے عہد حکومت میں ہر طرف امن و امان کا دور دورہ ہو اور ہماری جانیں ظالموں سے محفوظ ہوں اور یہ برطانوی حکومت ہے۔
انگریزوں کی ناشکری حرام ہے جب تک وہ مذہب میں بنیادی تہدیلی نہ کریں، کسی مومن مرد و عورت کے لئے کسی اچھے کام میں ایسے بادشاہ کی نافرمانی درست نہیں جو اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرتا اور اس کی تاسوس و مال کو بچاتا ہو، احسان پیشہ ہو، غم کو دور کرتا ہو اور حسن سلوک سے پیش آتا ہو۔ (۱۴)

کیا یہ شواہد جیج جیج کر اعلان نہیں کر رہے ہیں کہ قادیانیت انگریزوں کی

پیداوار ہے اور اس کا بانی انگریزوں کا وظیفہ خور اور مطیع و فرماں بردار تھا۔ برصغیر میں قادیانیت، دیوبندیت اور غیر مقلدیت فرقہ واپائی کی شاخیں ہیں اور سب کا اصل محرک و محسن انگریز سامراج ہے، شواہد و دلائل آپ اسی کتاب میں آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔

غیب دال رسولؐ نے تفریق بین المسلمین کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے جو نشاندہی فرمائی تھی تاریخ اسلام نے وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آج ہم بھی مشاہدہ کر رہے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے ایک قلم کار سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”مسلمانوں میں ہر دور میں یکڑوں فرقتے ہوئے، لیکن وہ نقش بر آب تھے ابھرے اور مٹ گئے، لیکن جو فرقہ عموم اور کثرت کے ساتھ باقی ہے، اور آج مسلمانوں کا کثیر حصہ بن کر اکناف عالم میں پھیلا ہے وہ اپنے آپ کو فرقہ اہلسنت و جماعت میں شمار کرتا ہے۔“

اہل السنۃ و الجماعۃ تین لفظوں سے مرکب ہے، اہل کے معنی اشخاص، مقلدین، اتباع اور پیرو کے ہیں، سنت عربی میں راستے کو کہتے ہیں اور مجازاً روش زندگی اور طرز عمل کے معنی میں یہ لفظ آتا ہے، سنت سے مقصود عام سنت نہیں بلکہ اصطلاح دینی میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی طرز زندگی اور طریق عمل کو سنت کہتے ہیں۔ جماعت کے لغوی معنی گروہ کے ہیں لیکن یہاں جماعت سے مراد جماعت صحابہ ہے، اس لفظی تحقیق سے ”اہل السنۃ و الجماعۃ“ کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے یعنی یہ کہ اس فرقہ کا اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کے اعتقادات، اعمال اور مسائل کا محور پیغمبر علیہ السلام کی سنت صحیح اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اثر مبارک ہے۔“ (۱۵)

اس وضاحت سے ہمارا مدعا پورے طور پر واضح ہو گیا کہ حق ہر دور میں

(۱۵) مولوی سلیمان ندوی، رسالہ اہل السنۃ و الجماعۃ، دارالکلمۃ، لاہور، ص ۸۰

اہلسنت و جماعت کے ساتھ رہا ہے اور آج بھی یہ جماعت عالم اسلام کے جمہور علماء پر مشتمل ہے اور مسلمانوں کی عام اکثریت بھی اس روش پر قائم ہے، چودھویں صدی ہجری میں اس کی حفاظت اور ترجمانی کا کارنامہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز (ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے انجام دیا۔ اہلسنت و جماعت کی حقانیت کا واضح اشارہ مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ملتا ہے:

ان الله لا يجمع امنى على الله تعالى میری امت کو گمراہی پر مجتمع نہ فرمائے گا، الضلالة ویداللہ علی الجماعۃ و جماعت کو اللہ کی مدد حاصل ہے جو جماعت نے من شد شد فی النار۔ (۱۶)

غیب دال پیغمبر محمد عربی ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں جس فتنہ نجد کی نشاندہی فرمائی تھی، اس کا آغاز محمد بن عبد الوہاب نجدی کے ذریعہ ۱۱۴۳ھ میں ہوا اور ۱۱۵۰ھ میں یہ فتنہ اہل سنت و جماعت کے خلاف پورے طور پر اٹھ کھڑا ہوا، یہ فرقہ خوارج کی ایک شاخ ہے جو آج پوری دنیا میں وہابیت کے نام سے متعارف ہے۔ اس کی تائید عالم اسلام کے مسلم الثبوت فقیہ اور مستند عالم شریعت حضرت علامہ سید محمد امین ابن عمر عابدین شامی (م ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۶ء) نے بھی کی ہے وہ اپنی مقبول ترین کتاب ”رد المحتار“ معروفہ ”فتاویٰ شامی“ میں فرماتے ہیں:

کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوہاب الذین قد خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا جیسا کہ ہمارے زمانے میں ابن عبد الوہاب کے تبعین میں ہوا، وہ نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر مسلط ہو گئے، وہ ضللی ہونے کا حیلہ کرتے تھے،

(۱۶) ترمذی شریف، ابواب الفتن باب لزوم الجماعۃ

ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم
اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من
خالف اعتقادهم مشركون
واستحبوا بذالك قتل اهل السنة
وقتل علمائهم حتى كثر الله تعالى
شوكتهم وحرّب بلادهم وظفر
بهم عساكر المسلمين عام ثلاث
وثلاثين ومائتين والفرق (۱۷)

ان کا عقیدہ تھا کہ وہی مسلمان ہیں اور جو لوگ ان
کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں وہ سب مشرک ہیں
اس عقیدہ کی وجہ سے وہابیوں نے اہل سنت اور
ان کے علما کا قتل مباح قرار دیا، یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ نے ان کی دہشت گردی کا خاتمہ کر دیا اور
ان کے شہروں کو ویران کر دیا، اور ان پر اسلامی
فوجوں کو فتح دی۔ یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔

اگرچہ بعد میں تفریق بین المسلمین کے لئے انگریز سامراج نے اس کو بھرپور
حمایت دی اور دینی و سیاسی محاذوں پر سعودیت و وہابیت مستحکم ہو گئیں۔ دونوں تحریکوں کا
چمکتا ہوا اور حریمین طہیین پر مسلط ہو گئیں، سعودی عہد حکومت میں وہابیوں نے حجاز
مقدس میں جو قیامت آشوب قتل و غوریزی اور آثار متبرکہ کی بے حرمتی کی، عہد رسالت
سے آج تک تاریخ حریمین میں ایسی کوئی بدترین مثال نظر نہیں آتی تفصیل کی یہاں
منجائش نہیں۔ مایہ ناز مفسر قرآن حضرت علامہ شیخ احمد صاوی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرہ
آفاق تفسیر حاشیہ جلالین میں ایک آیت کے ذیل میں وہابیہ کو خوار کج کی ایک شاخ قرار
دیا اور ان کے نیست و نابود ہونے کی دعا فرمائی ہے۔ (۱۸)

ہندوستان کے مشہور علمی مرکز فرنگی محل لکھنؤ کے بلند پایہ عالم دین مولانا قطب
الدین محمد عبدالولی فرنگی بھٹی نے فتنہ نجد کے بانی اور اس کے عقائد و نظریات کے حوالے
سے بنام ”آشوب نجد“ ایک کتاب لکھی جسکی تاریخ تصنیف ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء
ہے۔ حضرت مصنف ”آشوب نجد“ میں لکھتے ہیں:

(۱۷) علامہ ابن عابدین شامی ہمدانی جلد ۳ ص ۲۲۸

(۱۸) شیخ احمد صاوی، حاشیہ جلالین، مطبوعہ بیروت/مبئی

”ابن عبد الوہاب نے اپنے زبردست پیرو حامی ابن سعود کے لئے ایک
رسالہ تصنیف کیا تھا جس کا نام ”کشف الشبهات عن خالق الارض والسوات“ ہے۔
اس رسالے میں اس نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر بتاتے ہوئے یہ دعویٰ
کیا ہے کہ چھ سو برس سے بلا استثناء پوری دنیا کافر ہے۔“ (۱۹)

محمد بن عبد الوہاب نجدی کے اس اعتقاد کی روشنی میں مجھے یہ بتانے کی قطعاً حاجت نہیں
کہ وہابیت اہلسنت وجماعت سے بالکل الگ تھلگ نوپید خارجی فرقہ ہے، جبکہ اہلسنت
وجماعت بقول مولوی سلیمان ندوی ہر دور میں اکثریت و حقانیت پر قائم رہے اور ان
کے نزدیک بھی یہی فرقہ ناجیہ ہے۔ فی اللجب

برصغیر میں فتنہ وہابیت مولوی محمد اسٹعلیل دہلوی (۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء) کے
ذریعہ پھیلا، یہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے تھے، ان کی طبیعت میں مسلک
اسلاف سے بیزاری تھی، اس لئے ان کے بزرگ ابتدا ہی سے ان سے ناراض رہتے
تھے، شاہ عبدالعزیز نے آخر عمر میں اپنی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اپنے حرم اور دیگر
نواسوں کو دیدی اور مولوی محمد اسٹعلیل کو کچھ نہیں دیا، جب شاہ صاحب کا وصال ہو گیا اور
بزرگوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا تو مولوی محمد اسٹعلیل نے مسلک اہلسنت وجماعت
کے خلاف مہم شروع کر دی، تقلید ائمہ اربعہ کو حرام بتایا، انبیاء کرام اور اولیا عظام کی
بارگاہوں میں گستاخیاں شروع کیں اور ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب ”التوحید“ کے
طرز پر بنام ”تقویۃ الایمان“ کتاب لکھی۔ اس دور کے سیکڑوں علما نے تحریر و تقریر میں
ان کا رد کیا بہت سے علماء نے تکفیر بھی کی مگر یہ اپنے انگریز آقاؤں کی سرپرستی میں تفریق
بین المسلمین کا کارنامہ انجام دیتے رہے۔ فرقہ وہابیت سے ملک بھر میں عام بیزاری
تھی۔ جناب محمد فاضل صاحب رقم طراز ہیں:

(۱۹) مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی بھٹی، آشوب نجد، مطبوعہ نیر پریس پاننانالہ لکھنؤ ص ۱۱۱

”علامہ اقبال مرحوم نے اپنی بیکراں محبت اور شفقت کے باعث مجھے بھی ان لوگوں کے دمرے میں شامل کر لیا تھا، جنہیں ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہونے کی اجازت تھی، ایک روز میں علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس روز میرے ایک ”اہل حدیث“ دوست حفیظ صوفی میرے ساتھ تھے، حفیظ صوفی نے کچھ ایسی باتیں کیں جن سے ان کے زہد خشک ہونے کی نشاندہی ہوتی تھی، چونکہ پہلی دفعہ علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس لئے علامہ مرحوم نے ان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن مجھ سے فرمایا کہ تم وہابی تو نہیں؟

میں نے گزارش کی نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ بھی پوچھا کہ اگر میں وہابی ہوتا تو آپ کیا کرتے؟ علامہ صاحب نے ذرا فحاشی کے انداز میں فرمایا اگر آپ وہابی ہوتے تو میں آپ کو گھر سے نکال دیتا۔ یہ جواب کافی تلخ اور علامہ جیسی شخصیت سے غیر متوقع تھا، لیکن اس میں حب رسول کی جو خوشبو تھی اس نے تلخی کو بھی شیریں میں بدل دیا تھا۔“ (۲۰)

تقویۃ الایمان کے رد میں اب تک سیکڑوں کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، لیکن برصغیر کی وہ تحریکیں جو انگریز سامراج کی دولت و حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھیں وہ آج بھی مختلف انداز میں وہابیت کی نشر و اشاعت میں لگی ہوئی ہیں، برصغیر میں وہابیت کی اشاعت کے لئے سعودی حکمرانوں نے بھی دولت کا خوب استعمال کیا اور آج تک کر رہے ہیں۔ اس کے ایمان سوز مناظر آج بھی خاک ہند میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بے شمار دلائل و شواہد کی روشنی میں اب اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ قادیانیت، دیوبندیت، غیر مقلدیت، مودودیت اور نچیریت وغیرہ تمام فرقے وہابیت ہی کی شاخیں ہیں۔ قدرے فروغی اختلافات کے ساتھ سب کے فکر و نظر کا سرچشمہ وہابیت ہی

(۲۰) محمد فاضل، ماہنامہ عارف لاہور، جنوری ۱۹۶۸ء ص: ۲۵ / ماہنامہ الفریڈ سائیووال جون ۱۹۷۹ء

ہی ہے کہ یہ تمام فرقے ایک جٹ ہو کر ہمیشہ مسلک جمہور سواد اعظم اہلسنت و جماعت سے برسر پیکار رہتے ہیں، اور امت مسلمہ کے لئے درپیش نازک حالات میں ان اذیت بین المسلمین سے باز نہیں آتے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے بڑے پتے کی بات کہی ہے:

”قادیان اور دیوبند اگرچہ ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن دونوں کا مرکز چشمہ ایک

ہے اور دونوں اس تحریک کی پیداوار جسے عرف عام میں ”وہابیت“ کہا جاتا ہے“ (۲۱)

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے وہابی ترجمان اخبار ”اہل حدیث“ امرتسر

کے ادارہ میں لکھا ہے:

”تحریک اہل حدیث کے ابتدائی زمانے میں ڈاکٹر ہنٹر (انگریز) نے ایک

کتاب لکھی تھی جو تحریک اہل حدیث کے حق میں گویا زہر ہلائی تھی، اس کے جواب

میں سر سید احمد خاں علی گڑھی مرحوم نے ایک کتاب لکھ کر انگلستان میں شائع کرائی، اس

میں مرحوم اہل حدیث کی طرف سے سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے اور یہاں تک کہہ گئے

کہ میں وہابی اور میرا باپ وہابی، اس کا دوسرا جواب مولانا محمد حسین جالوی نے لکھا تھا،

تیسرا جواب مرزا سلطان احمد (ولد اکبر) مرزا غلام احمد قادیانی نے اہل حدیث کی

حمایت میں لکھا تھا۔ (۲۲)

مولوی ثناء اللہ امرتسری کے اس بیان سے یہ تو واضح ہو گیا کہ فرقہ چخیریت

کے فرد فرید سر سید علی گڑھی بھی وہابی تھے اور فرقہ چخیریت وہابیت ہی کی ترقی یافتہ شکل

ہے۔ لیکن سر سید کے باپ بھی وہابی تھے یہ چیز ابھی تحقیق طلب ہے۔ نیز یہ بھی روز روشن

کی طرح عیاں ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے وہابیت کی حمایت میں اپنے بیٹے کو کھڑا

(۲۱) تذریعہ یازی، اقبال کے حضور ص: ۲۶۲

(۲۲) مولوی ثناء اللہ امرتسری، اخبار اہل حدیث امرتسر، ۱۸ جون ۱۹۳۷ء ص: ۴

کر کے اپنی وہابیت نوآوری کا ثبوت دیا۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ ہندوستانی وہابی بھی اسے اپنا سپوت تسلیم کرتے ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں ہم ایک ناقابل شکست شہادت نقل کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک کتاب ”برائین احمدیہ“ لکھی، جس میں اس نے اپنے عقائد و نظریات کا اظہار بڑی تفصیل سے کیا اور اپنے انگریزی الہامات کا تذکرہ بھی درج کیا، وہ کتاب وہابیوں کے مشہور مجتہد اور محدث محمد حسین بنالوی نے بہت پسند کی اور اپنے اخبار ”اشاعۃ السنۃ“ میں اس پر یادگار تبصرہ سپرد قلم کیا جسے بعد میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ”برائین احمدیہ“ کی ابتدا میں بعنوان ”برائین احمدیہ کا اثر“ شامل کر لیا۔ مولوی محمد حسین بنالوی نے کتاب کا خلاصہ مطالب لکھنے کے بعد اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

”اب ہم اپنی رائے نہایت واضح اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں، ہماری رائے میں یہ کتاب (برائین احمدیہ) اس زمانے اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔ ”لعل اللہ بحدث بعد ذالک امرا“ اور اس کا مؤلف مرزا غلام احمد قادیانی بھی اسلام کی مالی و جانی و قلبی و لسانی و حالی و قاتی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔“ (۲۳)

قادیانیت وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے اور دونوں کا مقصد ایک ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے اب بھی کسی مزید شہادت کی ضرورت باقی ہے، غیر مقلدین کے مستند پیشوا بنالوی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ نہ ”برائین احمدیہ“ کی کوئی نظیر تیرہ صدیوں میں ملتی ہے اور نہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کی لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا جائے کہ وہابیت و نجدیت کی بھی کوئی نظیر عہد رسالت سے آج تک نہیں ملتی تو غزل مکمل ہو جائے گی اور

اپنی بے لاگ حمایت اور بھرپور تائید سے انھوں نے یہ ثابت بھی کر دیا۔ مگر یہی بات جب علمائے اہلسنت نے کہنا شروع کی تو ان کے قبضین سلفی بن بیٹھے اور اپنی نوخیزی کی مار مٹانے کے لئے محدثین اہلسنت سے اپنا رشتہ جوڑنے لگے۔ لیکن فریب بہر کیف فریب ہے تاریخی حقائق کو منہ چڑھایا جاسکتا ہے انھیں کھرج کر پھینکا نہیں جاسکتا۔ اب لیجئے ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ وہابی ازم کے حقیقی وارث دیوبندی مکتب فکر کے مشہور ترجمان ہفت روزہ ”خدام الدین“ لاہور کے سابق مدیر سعید الرحمن علوی اعتماد یقین کی بلند چوٹی سے تاریخی حقائق کو دا شگاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دعویٰ اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ پچیریت، انکار حدیث، قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔“ (۲۴)

ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ برصغیر میں اس وقت (اہل تشیع کے علاوہ جن کا وجود برصغیر میں وہابیت سے پہلے تھا) بنام اسلام جتنے فرقے پائے جاتے ہیں اس تفریق بین المسلمین کی ساری ذمہ داری اہل توحص کی گردن پر ہے، آج ہر گھر آنگن میں جو نظریاتی جنگ چھڑی ہوئی ہے اور ہر مسلم معاشرہ میں جو تکفیر اور نظریاتی دہشت گردی کا ماحول بنا ہوا ہے یہ سارے کروت وہابی علما کے کئے کرائے ہیں اور اہلسنت کے علاوہ سارے فرقوں کے بنیادی نظریات مشترک ہیں اور کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے لئے مدد و معاون بھی ہیں۔ اب رہ گیا سوال مودودیت کا جو برصغیر میں ”جماعت اسلامی“ کے نام سے متعارف ہے یہ بھی وہابیت و قادیانیت ہی کا موڈرن ایڈیشن ہے۔ اس کی شہادت بھی ہم نے ان ہی کے گھر سے حاصل کی ہے۔ دیوبندی

مکتب فکر کے مولوی ابوسفیان محمد طفیل رشیدی ”جماعت اسلامی“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”بہر حال یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جماعت احمدیہ اور جماعت اسلامی کے درمیان کس قدر تعاون کی فضا ہے اور جماعت اسلامی کس طرح سے جماعت احمدیہ کے لئے سلائی لائن کا کام کرتی ہے، ان تمام تفصیلات کو سامنے رکھ کر غور کیا جاسکتا ہے کہ انبیا کی عصمت اور صحابہ کی تنقید سے بالاتر حیثیت سے انکار اور مسلمہ اسلامی نظریات کے منہ پر کرنے سے اس کے سوا اور کیا مقصود ہو سکتا ہے کہ اسلام کا سارا نظریاتی اور عملی سرمایہ مشکوک بنا کر رکھ دیا جائے اور مسلمان قرآن و حدیث سے منشاء خداوندی کے مطابق رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے عقل کی بنیاد پر اسے سمجھنے کے عادی بن جائیں، یہی روش مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے اور یہی انداز جماعت اسلامی کے ترجمان مودودی کا ہے اور دونوں نے مشترکہ پروگرام کے تحت مسلمانوں کے عقائد پر باد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور فرنگی اور مسیحی سازش کو اپنے کاغذوں پر پروان چڑھایا۔“ (۲۵)

اب رہ گیا سوال دیوبندیت اور قادیانیت کے باہمی نظریاتی اتحاد اور ایک دوسرے کے ممکنہ تعاون کا تو یہ حقیقت کسی اہل دانش پر مخفی نہیں کہ قادیانیت کے لئے سب سے پہلی بنیاد جو انتہائی مشکل تھی دیوبندی علما نے ہی فراہم کی، سردست قاسم نانوتوی کی کتاب ”تحدیر الناس“ کا نام لیا جاسکتا ہے جس میں انھوں نے بڑے طعنائی سے لکھا ہے کہ اگر زمانہ نبوت کے بعد کوئی فرد اپنی نبوت کا دعویٰ کرے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا جبکہ عہد رسالت سے آج تک تمام علمائے اسلام کا یہ اجماعی عقیدہ رہا ہے کہ خاتم النبیین کے بعد اب کسی نبی کا آنا محال ہے، اس سلسلہ میں یہ بھی مشہور ہے کہ قاسم نانوتوی نے اپنے دعویٰ نبوت کے لئے راہ ہموار کی تھی، یہ ابھی فضا

ہی ہموار کر رہے تھے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے دیوبند کی فراہم کردہ بنیاد پر دعوے نبوت کر دیا اور قاسم نانوتوی کف افسوس ملتے رہ گئے۔ خیر یہ ان کا گھریلو تنازع ہے ہمیں اس سے کیا لینا دینا۔ اہلسنت و جماعت کے نزدیک تو نہ دعویٰ نبوت کے امکان کی گنجائش ہے اور نہ عملاً دعویٰ نبوت کی، دونوں کا حکم یکساں ہے۔ بانی دارالعلوم دیوبند قاسم نانوتوی کے الفاظ یہ ہیں: ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا“ (۲۶)۔ علما دیوبند کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اہل کتاب کے حکم میں ہیں اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز ہے۔ مشہور دیوبندی مفتی مولوی محمد کفایت اللہ دہلوی مرزا یوں کے ذبیحہ کے تعلق سے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔“ (۲۷)

اب یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ دیوبندیت، قادیانیت ہی کی رضاعی بہن ہے اور دونوں کا سرچشمہ وہابیت ہے اور دیوبندی مکتب فکر کے علما کو خود بھی اپنے وہابی ہونے کا اعتراف ہے۔ اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہیں گے کہ دیوبندی علما نے اپنی کتابوں میں جو اپنے عقائد و نظریات سپرد قلم کئے ہیں اور ان میں جو توہین رسول کی ہے، اس نے برصغیر کے مسلم ماحول میں جلتے پر پٹرول کا کام کیا اور رہا سہا امن بھی غارت ہو کر رہ گیا، علما اہلسنت نے اپنی منہی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ان کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر انگریزی اور سعودی پٹرو ڈالر کے سامنے انھوں نے ایک نہ سنی اور تفریق بین المسلمین کی ذمہ داری نبھانے کے لئے انھوں نے اپنی جانب سے کوئی کوتاہی

نہیں کی، علمائے اہلسنت نے ان کے عقائد کو جب علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا تو انھوں نے ایسے عقائد رکھنے والے مولویوں پر لعنت کی اور متفقہ طور پر سب نے انھیں خارج از اسلام قرار دیا، نیز علمائے برصغیر نے بھی متفقہ طور پر ان کی تکفیر کی، عرب و عجم کے جمہور علمائے اہلسنت نے متفقہ طور پر جن کی تکفیر کے فتوے صادر کیے وہ چار اکابر دیوبند یہ ہیں قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد امینٹھوی، اب ظاہر ہے ان جیسے اعتقاد رکھنے والوں کا بھی وہی حکم ہوگا۔ علمائے حرمین کے اصل عربی فتاویٰ اور علمائے عجم کے فتاویٰ ”حسام الحرمین“، ”العوام المہدیہ“ اور ”فتاویٰ علمائے دنیا“ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے علما کی کتابوں میں ایک چیز اور بہت مضحکہ خیز نظر آتی ہے کہ وہ اختیارات و تصرفات، زندگی، حد موت اور علم غیب وغیرہ اوصاف و کمالات انبیاء اور اولیاء کے لئے تسلیم کرنے کو شرک کہتے ہیں جب کہ انھیں تمام چیزوں کو علمائے اپنے اکابر دیوبند کے لئے ثابت کرتے ہیں جماعت اہلسنت کے مشہور بزرگ قلم کار حضرت علامہ ارشد القادی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”زلزلہ“ میں فکر و عمل کے ان تضادات کی بڑی حیرت انگیز مثالیں جمع کی ہیں اور فکر انگیز تبصرہ کرتے ہوئے بار بار اس گتھی کو سلجھانے کے لئے ان سے تقاضا کیا ہے۔ متعدد لوگوں نے جواب دینے کی کوشش بھی کی مگر انھیں جواب نہیں کہا جاسکتا ہے، ”مار دگھٹنا چھوٹے آنکھ“ والا معاملہ ہے ان کے لئے جواب کے بجائے ”منہ چڑھانے“ کی تعبیر موزوں ہے۔

ہاں دیوبندی مکتب فکر کے مشہور عالم و صحافی جناب عامر عثمانی فاضل دیوبندی کی تجویز حق لگتی معلوم ہوتی ہے۔ اگر علمائے دیوبند ان کے مشورہ پر عمل کر لیتے تو برصغیر کا پچاس فیصد افتراق بین المسلمین تو ضرور کم ہو سکتا تھا، ہم ایک بار پھر علمائے دیوبند کو دعوت دیں گے کہ وہ عامر عثمانی کی تجویز پر عمل کر کے امت مسلمہ میں بڑھتے ہوئے افتراق و

افتراق کو ختم کرنے میں ہمارا تعاون کریں اور ساتھ ہی اپنے عقائد سے توبہ و رجوع بھی۔ فاضل دیوبند عامر عثمانی کی تجویز کے الفاظ من و عن یہ ہیں:

”ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دی جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن و سنت کے خلاف ہیں اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد و احاطہ و اسرار و سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنے چاہئیں، یا پھر مؤخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرما دیا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب و یابس سے بھری ہوئی ہیں اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اول الذکر کتابوں میں مندرج ہیں۔“ (۲۸)

اے کاش عامر عثمانی بقید حیات ہوتے تو ہم ان سے اس تجویز میں تھوڑی سی ترمیم کرنے کی اپیل کرتے کہ آپ علمائے دیوبند کو یہ مشورہ دیں کہ دلوں طرح کی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگا دیں اور پھر کہیں کہ ہمارے عقائد وہی ہیں جو قرآن و سنت سے ماخوذ اور چودہ سو برس سے متواتر چلے آ رہے ہیں چودھویں صدی ہجری میں جن کی ترجمانی امام احمد رضا اور جمہور علمائے اہلسنت نے کی ہے۔ خیر آج بھی دارالعلوم دیوبند کے احاطے میں عامر عثمانی کا کوئی جانشین ہو تو وہ اس کا بیڑا اٹھائے اور مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھا کر عالم اسلام کی جانب سے شکریہ کا مستحق ہو۔

اب میں آپ کے ذہن و فکر کو ایک اور حساس مسئلہ کی جانب موڑنا چاہتا ہوں۔ اس حقیقت سے کون مسلمان واقف نہیں کہ اسلام ایک پاکیزہ اور ہمہ گیر مذہب

ہے اس میں شہری دیہاتی، امیری غریبی، ذات پات کی کوئی چھوت چھات نہیں اسلامی فکر و عمل کا ہر رخ ہمیں مساوات ہی کا درس دیتا ہے۔ اسلام میں بزرگی کی بنیاد فقط علم دین اور تقویٰ و پرہیزگاری ہے۔ اسلامی دنیا میں قرآن عظیم کے یہ مقدس الفاظ ہر شام و صبح دہرائے جاتے ہیں "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ" یعنی تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ شعار ہے" پیغمبر اسلام نے درس مساوات دیتے ہوئے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

الناس كلهم بنو آدم و آدم تمام انسان حضرت آدم کی اولاد ہیں اور حضرت خلق من التراب ولا فضل لعربی آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر بلحاظ تقویٰ۔
علی عجمی (الی) الا بالتقویٰ (۲۹)
المسلمون اخوة لافضل لاحد تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر بلحاظ تقویٰ
علی احد الا بالتقویٰ (۳۰)

مگر اس کو کیا کہئے کہ دیوبندی کتب فکر نے بھی وہابیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے افتراق بین المسلمین کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کی۔ نظریاتی اختلافات کے بعد اس کتب فکر نے ذات پات اور اونچ نیچ کا انتشار شروع کیا اور اس باب میں بھی وہ کر دکھایا جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نظر نہیں آتی۔ اسلامی تقاضوں ہی کو پامال نہیں کیا بلکہ عام انسانی سماجی اور اخلاقی تقاضوں کی بھی دجیاں بکھیر دیں بلکہ اس ہندو قوم سے بھی آگے بڑھ گئے جو ذات پات کے مجید بھاؤ کے لئے خاصی مشہور ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اختصار کے پیش نظر صرف ایک شہادت پر اکتفا کریں گے۔

مولوی تقی عثمانی کے والد مفتی شفیع عثمانی حلقہ دیوبند میں خاصے مشہور ہیں وہ

(۲۹) درمنثور بحوالہ ابن مردودہ (۳۰) درمنثور بحوالہ طبرانی

۔۔۔ دراز نیک دارالعلوم دیوبند میں استاذ و مفتی بھی رہے ہیں۔ انھوں نے بنام 'لہایات الارب فی غایات النسب' ایک کتاب لکھی جس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں مفتی شفیع صاحب نے احمد عثمانی کا ضمیمہ شامل کیا تھا جس کی تائید و تصدیق مفتی شفیع اور مولوی اشرف علی تھانوی نے کی تھی وہ ضمیمہ ہم اپنے مدعا کے ثبوت کے لئے بطور استشہاد نقل کرتے ہیں پڑھتے پڑھتے اگر غم و غصے پر یارائے ضبط نہ رہے تو ہمیں معاف فرمائیں ہماری حیثیت فقط ناقل کی ہے:

"اسی زمانہ پر فتن میں ہر چار طرف سے آدازیں بلند ہو رہی ہیں۔ کہیں سے آواز آتی ہے کہ لڑلہ سے فلاں آبادی تباہ ہوگئی، کہیں سے صدابلند ہو رہی ہے کہ شرکین و کفار کی جانب سے فلاں ظلم و تشدد ہو رہا ہے۔ واقعی یہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے، وہ درست و راست ہے، مگر اس کی طرف بالکل توجہ نہیں کہ اصل سبب ان تمام واقعات کا امور شرعیہ کو ترک کر دینا ہے۔ ہم جملہ اقوام سے اس کی استدعا نہیں کر سکتے کہ وہ کیا کریں۔ مگر اپنی قوم، حضرات شیوخ سے ضرور درخواست کریں گے کہ تاوتلیکہ آپ حضرات امور شرعیہ پر عامل نہ ہوں گے، ان مصائب سے نجات نہ ہوگی۔ امور شرعیہ (سن جملہ) دیگر امور کے یہ بھی ہیں کہ رذیل اقوام سے غلط ملط بالکل نہ رکھیں، کیونکہ ان کی رذالت کا اثر ضرور واقع ہوگا۔ "ختم تاثیر و محبت کا اثر" مشہور مقولہ ہے، و نیز ان دیگر اقوام رذیلہ سے معاملات خرید و فروخت و امور دینیہ، تحقیق مسائل وغیرہ مطلقاً تعلق نہ رکھیں، کیونکہ یہ جملہ امور علامت قیامت میں سے ہیں کہ اخیر زمانہ میں اقوام شریفہ ہستی میں ہوں گی اور اقوام رذیلہ کو ترقی ہوگی۔ آج دیکھا جاتا ہے کہ جولاہوں، تیلیوں، قصائیوں، تانیوں، دھویوں، بھٹیاردوں، لوہاردوں، درزیوں، سناردوں، بساٹیوں، کالوں، راجپوتوں وغیرہ کو ترقی ہو رہی ہے۔ بلحاظ دنیا، (وہ) بڑے بڑے عہدوں پر قائم ہیں، محلات کھڑے ہیں۔ مولوی، مفتی، قاری، صوفی، شاہ صاحب، بابائے خیرہ کہلاتے ہیں۔ مگر یہ خیال نہیں کرتے ہیں کہ یہ باتیں ہمارے اندر کیوں آ رہی ہیں! بس، وہی قرب قیامت کی نشانی ہے! لیکن یہ

جامل لوگ خوش ہو رہے ہیں، جنہم کو بھول رہے ہیں۔

صاحبو! جب تک علم دین حضرات شیوخ میں رہا، اور اقوام دیگر تابع رہیں، کوئی آفت نہیں آئی، مگر جب سے قصائی، تائی، تلی، لوہار، بساطی، کلال، جولاہا وغیرہ مولوی مدرس، قاری، صوفی، حافظ وغیرہ ہونے لگے، مصائب کا دور دورہ بھی آنے لگا۔ کیوں کہ یہ لوگ مطلقاً عقل سے کورے ہوتے ہیں اور بوجہ نادانی، عقل کے اندھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ دجال پر ایمان لانے والے اکثر جولاہے ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ ہر وقت اسی خیال میں رہتے ہیں کہ جیسے بھی ہو، خیانت کی جاوے۔ چونکہ یہ خیانت ایک زہریلی بلا ہے۔ اسی وجہ سے دجال پر ایمان لانے کی علت ہوئی۔ اور یہ خیانت جملہ دیگر اقوام میں موجود ہے، شاذ و نادر کا متعدد۔ تو ثابت ہوا کہ یہ اقوام ہمراہ دجال ہوں گی۔ البتہ اگر یہ اقوام تابعداری شیوخ میں مصروف رہیں تو ان کی برکت سے اجتناب دجال سے نجات ہو سکتی ہے۔ غور کی ضرورت ہے کہ اس سے پہلے دیگر اقوام بوجہ اجتناب شیوخ، راحت سے زندگی بسر کر رہی تھیں۔ ان میں خود بینی آتے ہی مصیبت کی آمد شروع ہو گئی۔ مثلاً ہمارے سہارنپور میں مولوی حبیب احمد قصائی، مولوی منظور حسین قصائی، قاری عبدالخالق تائی، مولوی سعید جولاہا پان فردش، خشی عبدالکریم سہراب جولاہا، مولوی مقبول احمد بساطی، مولوی نور محمد بھٹیوارہ، مولوی عبدالحمید گاڑا وغیرہ افراتفریل موجود ہیں کہ اپنی نادانی اور خبط عقل کی وجہ سے کوئی مہتمم ہونے پر تیار نہ رہا ہے، کوئی مدرس یا مناظر ہونے پر فخر ہے، کوئی قاری ہونے پر کور رہا ہے، کوئی اپنی ولایت پر مغرور ہے، کوئی مؤلف بن کر علماء حق پر اعتراض کر رہا ہے۔ ہم کو یہ سن کر کہ ہمارے بھائی حاجی عزیز احمد صاحب، ایک جامل گھڑی ساز، ہزار خاصہ محمد صادق لوہار سے مرید ہو گئے ہیں، انہوں نے ہوا کہ بھلا ولایت سے دیگر اقوام کا کیا تعلق؟ کیا مرید ہونے کے لیے مظاہر العلوم سہارن پور، دارالعلوم دیوبند، تھانہ بھون کے مشائخ نہ تھے؟ ہم اپنی قوم شیوخ سے درخواست کرتے ہیں کہ دیگر اقوام سے اجتناب کلی رکھیں۔ الحمد للہ، شیوخ میں علماء فضلاء و قراء، مشائخ، محدثین و مفسرین، مناظرین وغیرہ بکثرت موجود

ہیں، دنیاوی لحاظ سے شکار بھی موجود ہیں۔ کلی معاملات اپنی قوم شیوخ سے وابستہ رکھیں، تاکہ ہر قسم کی ترقی قوم کی ہو۔ دیگر اقوام سے جدا رہیں، چونکہ ان کی حالت ایمانیہ بہت خراب ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا فرمان ”عقل الحما تک فی الدبر“ روشن موجود ہے، اب غور کر لیجئے کہ مرزا قادیان پر ایمان کون لاتا ہے، بجز جولاہوں، تیلیوں، لوہاروں وغیرہ کے؟ شیوخ میں سے بھی کوئی سنا ہے؟ سو، جب کہ ہمارے سامنے دجال اصرار پر (یہ) ایمان لا رہے ہیں تو ضرور دجال اکبر پر یہ لوگ ایمان لادیں گے۔ اس سے قبل کچھ مضمون اخبار حقیق سہارنپور، مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ بھی قائل ملاحظہ ہے، باقی آئندہ بھی ہم ایسے مضامین کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ حاصل یہ ہے کہ دیگر اقوام سے انقطاع کلی کریں اور جو امور شرعیہ ہوں، ان کی پابندی کریں۔ اس میں اپنی قوم سے ہمدردی بھی ہے اور ہر قسم کی فلاح دارین بھی۔ فقط والسلام

خادم قوم شیوخ

احمد عثمانی، سہارنپور (۳۱)

یہ ہے مولانا اشرف علی تھانوی اور مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی کا مصدقہ ضمیمہ جو ان کی نگرانی اور سرپرستی میں شائع ہوا، کیا یہ ضمیمہ علمائے دیوبند کی فکری کج روی اور ان کے ذات پات کے بھید بھاؤ کو ہوا دینے کی شہادت نہیں دے رہا ہے، کیا اس سے مسلمانوں کی اکثریت کو تکلیف نہیں پہنچی ہوگی، کیا اس سے مسلمانوں کے درمیان دوریاں نہیں پیدا ہوئی ہوں گی، کیا باہم نفرت و دل شکنی کی فضا پیدا نہیں ہوئی ہوگی۔ کیا ان حرکات سے ہمارا دعا ثابت نہیں ہوتا کہ دیوبندیت بھی قادیانیت و وہابیت کی طرح تفریق بین المسلمین کے لئے معرض وجود میں آئی تھی۔ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ دیوبندی مکتب فکر کا نظریہ نہیں بلکہ چند لوگوں کی رائے ہے کیونکہ انہوں نے یہ کام

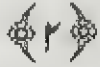
(۳۱) ضمیمہ نہایات الارباب فی غایات النسب: پہلا ایڈیشن بحوالہ کفایت السنی۔ ج اول، صفحہ

دارالعلوم دیوبند کے منصب افتا سے انجام دیا تھا۔ مزید برآں جب ہندوستان کے طول و عرض سے احتجاجی تحریریں آئیں اور ہر طرف غم و نفرت کا اظہار کیا گیا تو مفتیان دیوبند نے اپنے خیالات سے رجوع اور شرمندگی کے اظہار کے بجائے حمایت ہی میں کتاہچ لکھے۔ اور نسب و خاندان، ذات پات، اور سماجی اونچ نیچ کو خوب ہوا دی، مسعود عالم فلاحی لکھتے ہیں:

”مفتی صاحب کی اس کتاب کے خلاف بہت زیادہ شور شرابہ ہوا۔ کئی ایک رسالے اس کے خلاف شائع ہوئے، علمائے دارالعلوم کو چاہئے تھا کہ وہ بھی دوسرے علماء کے ساتھ اس کتاب کی مخالفت کرتے، لیکن وہاں کے مفتی صاحبان اور علمائے کرام نے اس کتاب کی مخالفت کرنے کے بجائے موافقت میں متعدد کتاہچ شائع کئے۔“ (۳۲)

کہئے کیا اپنے ہی گھر کی شہادت کے بعد کسی عذر کی گنجائش رہ جاتی ہے۔ یہ تھا تفریق بین المسلمین کے اسباب کا ایک مختصر جائزہ۔ اس تحریر پر سنجیدگی سے غور کریں، ان فتنہ پرور موافق کے ہوتے ہوئے امت مسلمہ کیسے متحد ہو سکتی ہے اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ جو لوگ نادقشی میں تحریک وہابیت کی ظاہری دلکشی سے متاثر ہو کر اس میں شامل ہو گئے ہیں یا اس کی کسی شاخ کے دام ترویر میں پھنس گئے ہیں وہ اپنے افکار و معمولات پر نظر ثانی کریں اور اپنے سابقہ عقائد سے توبہ کر کے اہلسنت و جماعت میں شمولیت اختیار کریں۔ اہل سنت و جماعت ہی حقیقی اسلام ہے۔ یہی راہ مستقیم ہے، اس کے عقائد و معمولات عہد رسالت سے آج تک متواتر و متواتر چلے آ رہے ہیں اور اس کے ماننے والے ہر دور میں سواد اعظم رہے ہیں اور یہی جماعت ارشاد رسول ”لا تجميع امتی علی الضلالة“ کی حقیقی صداق ہے۔

(۳۲) مسعود عالم فلاحی، ماہنامہ زندگی، نئی دہلی اگست ۲۰۰۲ء، ص: ۴۴



جادہ حق و صداقت

اہل سنت و جماعت

تحریر اکتوبر ۲۰۰۱ء

ما قبل کی بحثوں سے آپ اب اس نتیجہ تک پہنچ چکے ہوں گے کہ اتحاد و ملت کی بس ایک ہی صورت ہے کہ تمام فکر گو جو بنام اسلام مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بے ہوئے ہیں اپنے اپنے گمراہ اور غیر اسلامی عقائد و نظریات سے توبہ و رجوع کر کے عالم اسلام کی سب سے بڑی اکثریت میں ضم ہو جائیں، جس کے عقائد قرآن و سنت اور آثار صحابہ کے عین مطابق اور چودہ سو برس سے متواتر و متواتر چلے آ رہے ہیں۔ لیکن اس مقام تک پہنچتے پہنچتے ممکن ہے ذہن کے کسی گوشے میں یہ اشکال باقی رہ گیا ہو کہ اہل سنت و جماعت کی صداقت و حقانیت کے سلسلہ میں علمائے متقدمین اور مشائخ اسلام کے ارشادات اور عقائد اہلسنت ابھی ہمارے سامنے نہیں آ سکے اور وہ اکابر اہلسنت کون ہیں جنہوں نے فکر و عمل کے تواتر اور تسلسل کے ساتھ اپنے اپنے عہد میں جماعت اہل سنت کی حفاظت و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ اب ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان تمام چیزوں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر پہلے افتراق امت کے حوالے سے مشہور حدیث رسول نقل کرتے ہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کی حقانیت پر بہت سے اقوال اسی حدیث کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں:

تفتقر امتی علی ثلاث و میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، تمام سبعین فرقة کلہم فی النار الاملة فرقتہم میں جائیں گے سوائے ایک گروہ کے، واحده، قالوا ما ہی یارسول اللہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ نجات پانے والا گروہ کون سا ہوگا؟ ارشاد فرمایا جو میری سنت اور میرے صحابہ کی جماعت کا پیرو کار ہوگا۔

دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نجات پانے

(۱) الجامع السنن للترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق هذه الامة ۹۳/۲

والا گروہ کون سا ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے بڑی صراحت سے ارشاد فرمایا ”اہل السنة والجماعة“ (۲)۔ اس حدیث کی روایات پر گفتگو فرماتے ہوئے امام زین الدین العراقي نے فرمایا ”اسانید حایاؤ“ (۳)۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل حق اور اہل صدق و وفا کے لئے ”اہل سنت و جماعت“ کا مبارک نام بھی معنی رکازات ﷺ کا دیا ہوا ہے۔ مندرجہ بالا حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس روایت میں ”ما انا علیہ واصحابی“ کے بعد ”وواحد فی الجہۃ وحی الجماعة“ (۴)۔ بھی ہے یعنی اور ایک گروہ جنتی ہے اور وہ جماعت ہے۔

ارباب حق کے لئے لفظ ”اہل سنت و جماعت“ کا استعمال ضرور اول میں ہی شروع ہو گیا تھا، حضرت امام مسلم اپنی صحیح کے مقدمہ میں امام محمد بن سیرین تابعی سے باسناد خود روایت فرماتے ہیں۔

لم یكونوا یسئلون عن پہلے اسناد کے تعلق سے تفتیش نہیں ہوتی تھی، لیکن الاسناد فلما وقعت الفتنة قالوا جب فتنہ برپا ہو گیا تو روایت کرتے وقت کہتے ہمیں سموا لنا رجالکم فینظر الی اہل اپنے راویوں کے بارے میں بتاؤ تو اگر اہل سنت و السنة فیوخذ حدیثہم وینظر الی جماعت دیکھتے تو قبول کر لیتے اور بد مذہب اہل البدع فلا یوخذ حدیثہم۔ (۵) دیکھتے تو اس کی روایت قبول نہیں کرتے۔

اب اس ابتدائی اور بنیادی گفتگو کے بعد مشائخ اسلام اور علما کبار کے نظریات ملاحظہ فرمائیے:

حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی تہتر فرقوں والی حدیث نقل فرماتے

(۲) امام غزالی، احیاء علوم الدین، جلد ۳ ص: ۲۲۵ طبع دار احیاء الکتب العربیہ، القاہرہ

(۳) زین الدین عراقی، المنشی عن حمل الاسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الآثار، کتاب ذم الدنیا

(۴) المسند امام احمد، ۴/۱۰۲ طبع المکتب الاسلامی للطباعة والنشر بیروت/ السنن ابوداؤد، باب

شرح السنن، ۲/۲۳۱ مطبوعہ اصح المطابع کراچی۔ (۵) مقدمہ صحیح مسلم، مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی ص: ۱۱

کے بعد فرقہ ناجیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فاما الفرقة الناجية فهي اهل ربانجات پانے والا فرقہ تو وہ اہل سنت و جماعت السنۃ و الجماعة۔ (۶)

حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ہر شخص کو چاہئے کہ اعتقاد اہل سنت کو اپنے دل میں جمائے کہ یہی اس کی سعادت کا ختم ہوگا۔ (۷)

حضرت علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعليكم يا معاشر المومنين اے اسلامی بھائیو! تمہارے لئے یہ ضروری ہے باتباع الفرقة الناجية المسماة کہ تم اس جنتی گروہ کے نقش قدم پر چلو جسے اہل باہل السنۃ و الجماعة فان نصرة سنت و جماعت کہا جاتا ہے کیونکہ اللہ کی مدد اور اللہ و حفظہ و توفيقہ فی موافقتہم اس کی مخالفت و توفیق اہل سنت کی موافقت میں ہے اور ان کی مخالفت میں ذلت، اللہ تعالیٰ کی و خذلانہ و سخطہ و مقتہ فی ناراضگی اور پھٹکار ہے۔ مخالفتہم۔ (۸)

امام ابو منصور عبد القاہر بن طاہر البیتمی نے افتراق امت والی حدیث کی تشریح میں مستقل ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی، وہ اپنی کتاب میں بہتر فرقوں کی تفصیل اور ان کے باطل عقائد رقم کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھتے ہیں:

ثم حدث الخلاف بعد ہر اس کے بعد افتراق امت کا ظہور ہوا اور ذالک شیئاً فشیئاً الی ان نکا ملت ہوتے ہوتے بہتر گمراہ فرقوں کی تعداد مکمل ہو گئی

(۶) شیخ عبد القادر جیلانی، تحفۃ الطالبین، حجۃ اللہ علی العالمین ص: ۳۹۷ مطبوعہ برکات رضا پور بندر

(۷) امام غزالی، کیمیائے سعادت، مطبوعہ لکھنؤ ص: ۵۸

(۸) علامہ طحطاوی، المیزان الوحیۃ

الفرق الضالة الثین و سبعین فرقة، اور تہتر و اں گروہ اہلسنت و جماعت ہے اور یہی والثالثۃ والسبعون هم اهل السنۃ جنتی فرقہ ہے۔

والجماعة وهي الفرقة الناجية۔ (۹)

قطب ربانی امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ اولیا اکرام کی علامات کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

”اللہ کے ولی کی دوسری علامت یہ ہے کہ وہ طریق میں داخل ہونے سے پہلے

عقاد اہل سنت سے واقف ہو۔ (۱۰)

شیخ الاسلام خواجہ بہاؤ الحق ذکر یا ملتانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”جو میزے سلسلہ میں شامل ہوں گے وہ سب کے سب میری ضمانت میں

ہیں، اور سلسلہ سے مراد قرآن و سنت کی پیروی، اقوال مجتہدین، اجماع صحابہ کرام اور

اہل سنت و جماعت کی پیروی ہے۔ (۱۱)

حضرت خواجہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

انه لا يفتح على العبد الا اس بندے پر ولایت و معرفت کا دروازہ نہیں کھل

اذا كان على عقيدة اهل السنۃ سکتا جو مسلک ”اہل سنت و جماعت“ پر نہ ہو اور

والجماعة وليس لله ولي علی اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی عقائد اہل سنت کے خلاف

غیرہم ولو كان عليها قبل الفتح نہیں اور اگر ولایت کے فتح باب سے پہلے کوئی

لوجب عليه ان يتوب بعد الفتح و بدعتیہ ہو تو اس راہ پر آنے سے پہلے اس پر

يرجع الى عقيدة اهل السنۃ۔ (۱۲) اختیار کرے۔

(۹) امام ابو منصور، بحوالہ حجۃ اللہ علی العالمین، از شیخ یوسف بن اسماعیل ہمدانی ص: ۳۹۷

(۱۰) امام عبد الوہاب شعرانی، انوار قدسیہ، مترجم ص: ۹۲

(۱۱) خواجہ بہاؤ الحق، خلاصۃ العارفین (۱۲) خواجہ عبدالعزیز دہلوی، الابریز ص: ۲۳

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”ہمارے سلسلہ طریقت کی بنیاد تین امور پر ہے۔ (۱) اہل سنت و جماعت کے عقائد پر ثابت قدم رہنا، (۲) دوام آگاہی، (۳) عبادت۔ لہذا اگر کسی مرد درویش میں ان تین چیزوں میں سے ایک میں بھی خلل آجائے تو وہ ہمارے طریقے سے خارج ہو جاتا ہے۔“ (۱۳)

امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

المراد بالسواد الاعظم ہم من سواد اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں۔
کان اهل السنة والجماعة۔ (۱۴)

حضرت داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ شریعت میں سنی حنفی المذہب تھے، جہاں جہاں وہ حضرت امام اعظم کا نام لیتے ہیں وہاں کمال احترام کو ملحوظ رکھتے ہیں، کشف المحجوب میں ایک جگہ امام اعظم کا ذکر بہ صدا و احترام کرتے ہوئے انھیں اہل سنت و جماعت کا مقتدا لکھا ہے، اس سے ان کے مسلک اہل سنت و جماعت پر کار بند ہونے کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

”امام امامان، مقتدائے سنیاں، اشرف قضا، اعز علما ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخزاز رضی اللہ عنہ۔“ (۱۵)

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”اتبعوا السواد الاعظم فإِنَّهُ مَنْ شُدَّ شُدَّ فِي النَّارِ“ (۱۶)۔ یعنی تم سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوا اسے تنہا جہنم رسید کیا جائے گا۔ حضرت ملا علی قاری ”مرقات شرح مشکوٰۃ“ میں لفظ سواد اعظم کی تشریح

(۱۳) خواجہ باقی باللہ، حالات مشارح نقشبندیہ۔ (۱۴) امام عبد الوہاب شعرانی، میزان شریعت

کبریٰ جلد اول ص: ۵۸ (۱۵) حضرت داتا گنج بخش لاہوری، کشف المحجوب ص: ۵۰

(۱۶) الخطیب الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح جلد ۱ ص: ۳۰

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السواد الاعظم یعبرہ عن سواد اعظم بڑی جماعت سے عبارت ہے اس الجماعة الکثیرہ والمراد ما علیہ سے مراد اکثر مسلمانوں کا مسلک ہے۔
اکثر المسلمین۔ (۱۷)

حضرت علامہ شیخ ابوالعلیٰ شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

اما الفرقة الناجية الذين قال النبي نبي كريم ﷺ کے ارشاد ”انا علیہ واصحابی“ کے مطابقت جنتی فرقہ میں اشاعرہ، محدثین کرام اور واصحابی فہم الاشاعرہ والسلف من اہل سنت و جماعت ہیں ان کا مذہب بدعت و المحدثین وہم اهل السنة والجماعة گمراہی سے خالی ہے۔
ومذہبهم خال عن بدع۔ (۱۸)

عارف باللہ حضرت شیخ سلیمان حقی فرماتے ہیں:

”ہمارے شیخ محرم پیر مرشد نور اللہ مرقدہ نے اپنے وصال سے ایک دن قبل اپنے مریدین و متوسلین کو بلا کر فرمایا، میرے پاس کوئی مال و دولت نہیں کہ اس سلسلہ میں تمہیں کوئی وصیت کروں۔ وکنی علیٰ مذہب اهل السنة والجماعة شریعۃ و طریقۃ و معرفۃ و حقیقۃ فاعرفونی ہکذا واشہدوا لی بهذا فی الدنیا و الآخرة فہذہ وصیتی“ (۱۹) یعنی میں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت میں مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم ہوں تم اس حیثیت سے مجھے پہچان لو، اور دنیا و آخرت میں میرے اس عقیدے پر گواہ رہنا تو یہی میری وصیت ہے۔

صاحب دلائل الخیرات شریف شیخ اشیبو خ حضرت خواجہ محمد بن سلیمان بارگاہ

الہی میں اس طرح دعا کناں ہیں:

(۱۷) ملا علی قاری، مرقات الفاتح، جلد ۱ ص: ۲۳۹ طبع مکتان (۱۸) شیخ ابوالعلیٰ شرح مواقف

ص: ۷۲ طبع نوکشتور لکھنؤ (۱۹) شیخ سلیمان حقی تفسیر روح البیان جلد ۵ ص: ۱۰۱

وامتناع علی السنة والجماعة اے اللہ مجھے مسلک اہل سنت و جماعت اور اپنی
والشوق الی لقاءک یا ذا الجلال لقا کے شوق پر موت عطا فرمائے
والاکرام۔ (۲۰)

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ”مبدأ و معاد“ میں
فرماتے ہیں:

و در متابعت کتاب و سنت و
آثار سلف صالحین ترغیب فرماید
و حصول مطلوب را به این
متابعت محال داند، و اعلام
کشف و فائز نماید کہ سرموئے
مخالفت کتاب و سنت داشته
باشد اعتبار نکند بلکه مستغفر
باشد و بتصحیح عقائد بمقتضائے
آرائے فرقہ ناجیہ اہل سنت و
جماعت نصیحة نماید۔ (۲۱)

حضرت مجدد الف ثانی مکتوبات امام ربانی دفتر اول کے مکتوب نمبر ۲۵۱ میں
اہل سنت و جماعت کی پیروی کو ہدایت نجات بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس باید کہ مدار اعتقاد را بر
آنچه معتقد اہلسنت دارند و سخنان
زید و عمر را در گوش نیارند، مدار
کار را بر افسانہائی دروغ ساختن
خود را ضائع کردن است،
عقائد و نظریات مسلک اہل سنت و جماعت کے
مطابق رکھیں اور زید و عمر کی باتوں پر دھیان نہ
دیں بد مذہبوں کے خود تراشیدہ عقائد پر اعتماد کرنا
خود کو تباہی میں ڈالنا ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت و
جماعت کی اتباع و پیروی ضروری ہے تاکہ راہ

(۲۰) خواجہ محمد بن سلیمان، دلائل الخیرات شریف۔

(۲۱) مجدد الف ثانی، مبدأ و معاد مطبوعہ مطبعہ مجتہائی دہلی اشاعت ۱۳۱۱ھ ص ۹۰

تقلید فرقہ ناجیہ ضرور ایست نجات نصیب ہو۔
تا امید نجات پیدا شود۔ (۲۲)

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی کتاب ”رسالہ رد و انقض“ میں تحریر فرمایا ہے کہ
ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد سے قریب پانچ سو برس تک اہل سنت و جماعت کے
سوا کوئی دوسرا فرقہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور سب کے سب مسلک حنفی کے پابند تھے، اس
رسالہ کا عربی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے قلم سے بنام ”المقدمة
السنية شقار الفرقة السنية“ فرمایا ہے۔ حضرت شاہ صاحب ترجمہ کے ذیل میں افادہ
فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ثم عاش كذا لك ذريتهم من
بعدهم قرناً بعد قرن ليس فيهم
اختلاف ولا تنازع ولا نصيبهم
مصيبه في دينهم ولا يختلط بهم من
دوهم، كانهم لا يعرفون ان في
الارض عقيدة غير عقيدة الماتريدية
او فقها غير فقه الحنفية۔ (۲۳)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت شیخ مجدد الف ثانی کے نظریات کی
تائید کرتے ہوئے اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

فقیر در اکثر معارف کہہ شیخ بہ فقیر شیخ احمد سرہندی کی زبان فیض ترجمان کے
زبان فتح دوود آوردہ مصدق اوست، اکثر معارف کی تصدیق کرتا ہے جیسے اشارہ توحید
(۲۲) شیخ احمد فاروقی سرہندی، مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱، مطبعہ انجمن کیشل کراچی
(۲۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، المقدمة السنية السنية ص ۲۸، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔

مثل اشارہ بہ توحید شہودی، شہودی اگرچہ شیخ نے اس مسئلہ میں اشارہ کیا، مگرچہ شیخ از رمز و ایما درآن سے تجاوز نہیں کیا ہے اور کوئی واضح گفتگو نہیں کی تجاوز نہ کردہ و سخن بے پردہ ادا ہے اور ان کے اس قول کی بھی تصدیق کرتا ہوں نہ فرمودہ و مثل قول بہ حقیقت کہ علمائے اہل سنت حق ہیں۔ (۲۴)

علامہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں رقم طراز ہیں:

”علامہ السخیل بن ابراہیم نے حاکم ابو احمد حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وصال خواب میں دیکھا اور دریافت کیا ”ای الفرق اکثر نجات عندکم فقال اهل السنة والجماعة“ یعنی تمہارے نزدیک کس فرقہ کے لوگ نجات پانے والے ہیں جواب دیا اہل سنت و جماعت۔ (۲۵)

حضرت داتا گنج بخش لاہوری کے معاصر بزرگ حضرت شیخ ابوشکور سالمی قدس سرہ العزیز افتراق امت والی حدیث بیان کرنے کے بعد فرقہ ناجیہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ”وہی اهل السنة والجماعة“ (۲۶)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”اشعة اللمعات“ میں فرماتے ہیں:

سواد اعظم در دین ”مذہب دین اسلام میں سواد اعظم“ اہل سنت و جماعت“ اہلسنت و جماعت“ است عرف ہیں منصف اور تعصب سے اجتناب کرنے والا ذالک من النصف بالانصاف و اسے جانتا ہے۔ اور صحاح ستہ و دیگر حدیث کی تجنب عن التعصب والاعتساف۔ مشہور و معتد کتب (کہ جن پر اسلامی احکام کا

(۲۴) شاہ ولی اللہ، مکتوب بنام خواجہ محمد امین، مشمولہ در المجموعۃ عقلیہ ص: ۹۶، ادارہ معارف نعمانیہ لاہور۔

(۲۵) علامہ جلال الدین سیوطی، شرح الصدور ص: ۱۱۹، (۲۶) ابوشکور سالمی، تحفید ص: ۷۳

دین، اصحاب کتب سنہ ۱۰۰۰ ہا از کتب مشہورہ معتمدہ، بناء و مدار احکام اسلام بر آںہاں اودادہ، وائمہ فقہائے ارباب مذاہب اربعہ، وغیرہم از آںہاں کہ در طبقہ ایشان بودہ اند، ہمہ بریں مذہب بودہ اند۔ و اشاعرہ و ماتریدیہ کہ ائمہ اصول کلام اند، تائید مذہب سلف نمودہ، و بدلائل عقلیہ آن را اثبات کردہ، و آنچه سنت رسول اللہ ﷺ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و اجماع سلف بر آن رفتہ بود موکد ساختہ اند۔ ولہذا نام ایشان ”اہل سنت و جماعت افتادہ“

اور مشائخ صوفیہ اولیائے کرام میں سے متقدمین، محققین، جو کہ طریقت کے استاد، زاہد و عابد، دینی امور میں احتیاط کرنے والے، صاحب درع، پرہیزگار اور بارگاہ خداوندی میں متوجہ رہنے والے اور اپنے نفسانی حول و قوت سے علم کی اختیار کئے ہوئے تھے، سب کے سب اسی مذہب ”اہل سنت و جماعت“ پر ہوئے ہیں۔

جیسا کہ ان کی معتد کتب سے معلوم ہوتا ہے اور ائمہ صوفیہ کی معتد ترین کتب میں سے ”تعرف“ میں ہے کہ عقائد صوفیہ و عقائد اولیائے کرام کہ جن پر ان بزرگواران اسلام کا اجماع و اتفاق ہے۔ وہ صوفیہ کہ اجماع دارند بر آن،

آوردہ کہ ہمہ عقائد ”اہل سنت“ بلا کم و کاست یہی ”اہل سنت و جماعت“ کے و جماعت“ است بے زیادت و عقائد ہیں۔
(۲۷)

تاریخ اسلام کے دامن پر اہل سنت و جماعت کی عزیمت و استقامت اور حقانیت و صداقت کے نقوش چاند ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم ان چند مشائخ اسلام اور علمائے اہلسنت کے اقوال و ارشادات پر قلم روکتے ہیں۔ یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہنوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہئے کہ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور ارباب عزیمت و استقامت نے اپنے اپنے عہد میں زبان و قلم اور فکر و عمل سے باطل نظریات کی بھرپور تردید فرمائی ہے اور آج بھی احقاق حق اور ابطال باطل اسلام کا داعیہ اور فرزند ان اسلام کی ایمانی ذمہ داری ہے، یہ عجیب مضحکہ خیز بات ہے کہ آج کچھ لوگ بڑی سادگی سے کہہ گزرتے ہیں کہ کسی کو برا نہیں کہنا چاہئے جبکہ اسلام چاہتا ہے کہ ہر ممکن جدوجہد کر کے باطل کا قلع قمع کر دینا چاہئے تاکہ ایک صالح اور امن پسند خوش عقیدہ معاشرہ کی تشکیل ہو سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَبْغِ عَلَيْهِمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ذَلِيلًا وَيَجْزِي اللَّهُ كُلَّ شَيْءٍ لَّهُ بِإِذْنِهِ خِطَابًا ۚ (۲۸)

امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات ربانی میں یہ حدیث رسول نقل فرمائی ہے:

قال عليه وعلى آله الصلوة نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب قتل کا ظہور ہو والسلام اذا ظهرت الفتن او قال البدع یا فرمایا کہ جب بدعتیں گویں کا ظہور ہو اور میرے

(۲۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی، احادیث مشکوٰۃ، جلد اول ص ۷۶، مطبع معطفا فی کلکتہ

(۲۸) قرآن عظیم سورہ الزاب آیت نمبر ۱۲

وسبت اصحابی فلیظهر العالم علمہ اصحاب کو طعن و تشنیع کی جائے تو اس پر اللہ
فمن لم يفعل ذالک فعليه لعنة الله فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس کا نہ فرض
والملائكة والناس اجمعين لا يقبل قبول ہوگا نہ لفظ
الله له صرفاً ولا عدلاً۔ (۲۹)

ایک اور مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا ظهرت البدع لعن آخر هذه قتلوں کا ظہور ہو اور اس است کے بعد والے
الامة اولها فمن كان عنده علم اگلے لوگوں پر لعنت کریں تو اس وقت جس کے
فلينشره فان كانت العلم يومئذ ككاتب پاس علم ہو وہ اسے عام کرے کیونکہ ایسے حالات
ما انزل الله على محمد۔ (۳۰) میں علم کا چھپانا اس کے چھپانے کی طرح ہے جو
اللہ نے نبی پاک پر نازل کیا۔

ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت ہے:

ان الناس اذا راوا منكراً فلم جب لوگ کسی بری چیز کو دیکھیں تو اس کو نہ بدلیں تو
يغروه يوشك ان يعمهم الله بعقابه خطرہ ہے کہ کہیں عتاب الہی میں گرفتار نہ ہو
(عن ابی بکر الصديق رضی اللہ عنہ) جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ خلفائے راشدین جن کی پیروی رسول اللہ نے اپنے قول
”عليكم بستی و سنة الخلفاء الراشدين“ سے لازم قرار دی اسلام کی اس بلند عزیمت
صف اول نے بھی اسلامی عقائد و معمولات میں دراندازی کرنے والوں کے خلاف سختی
سے ٹوٹ لیا۔ کیا تاریخ کی اس حقیقت سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کو قتل کیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی

(۲۹) بحوالہ مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱ ص ۳۱۷، کراچی، الخطیب فی الجامع۔

(۳۰) ردی ابن عساکر عن جابر، ابن عذری فی الکامل والخطیب فی التاريخ

ایک مسافر سے ملاقات ہو گئی، اور وہ اسے مہمان بنا کر اپنے گھر لے آئے، لیکن جب الزہر یہ ظاہر ہوا کہ یہ بد عقیدہ ہے تو اسی وقت اسے اپنے دسترخوان سے اٹھا دیا اور گھر سے نکال دیا (۳۱)۔ حضرت خلیفہ ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اسلام قبول کر کے کفر کیا ہے تو آپ نے اسے تین بار دعوت اسلام دی لیکن وہ منکر ہی رہا تو آپ نے اسے قتل کر دیا (۳۲) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی خوارج سے قتل و قاتل کیا۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین نے بھی باطل انکار و نظریات کو جڑ سے اکھڑ پھینکنے کے لئے اپنی فکری و عملی قوتوں کو صرف کیا اور اہل سنت و جماعت کے ایمان و فروز گلشن کو سدا بہار بنائے رکھا، یوں تو ہر دور میں عالم اسلام کے سیکڑوں علماء، مشائخ سلاسل طریقت اور ارباب عزیمت و استقامت نے بھرپور علمی مردانگی اور ثبات قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلک اہل سنت و جماعت کی حفاظت و پاسبانی کا گراں قدر کارنامہ انجام دیا، اور مخالف طوفان میں بھی اسلام کا چراغ بجھنے نہیں دیا، اور خود انگاروں پر چلنا گوارا کیا مگر اسلام و سنت کا چہرہ کھلانے نہیں دیا۔ ہم اس مقام پر ان تمام علمبرداران حق و صداقت کے اسمائے گرامی سپرد قلم نہیں کر سکتے اس لئے خلفائے اسلام اور صحابہ کرام کے بعد سے کاروان عزیمت و استقامت کی ایک مختصر فہرست سپرد قلم کرتے ہیں۔ اس فہرست کا اکثر حصہ ”حدوث الفتن و جہاد اعیان السنن“ سے ماخوذ و مقتبس ہے۔

پہلی صدی ہجری میں

(۱) خلیفہ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز۔ ۱۰۱ھ/۱۰۱ھ

دوسری صدی ہجری میں

(۲) امام محمد بن ادریس شافعی ۱۵۰ھ/۲۰۳ھ

(۳۱) امام الدین علی۔ کنز العمال ۱۰/۱۶۰ (۳۲) السنن للبیہقی، ابوبکر احمد البیہقی

(۱) امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفی ۲۰۳ھ/

(۲) سیدنا معروف بن خیروذ کرخی ۲۰۰ھ/

(۵) امام اشعث بن عبدالعزیز مصری مالکی ۱۳۵ھ/۲۰۳ھ

(۶) امام علی رضا بن موسیٰ کاظم۔ ۱۵۳ھ/۲۰۳ھ

(۷) امام یحییٰ بن یعین بغدادی ۱۰۷ھ/۲۲۲ھ

تیسری صدی ہجری میں

(۸) امام احمد بن حنبل ۱۶۳ھ/۲۲۱ھ

(۹) امام احمد بن شعیب نسائی ۲۱۵ھ/۲۰۳ھ

(۱۰) امام ابوالعباس احمد بن عمر بن سرج الشافعی ۲۲۹ھ/۲۰۶ھ

(۱۱) المجتہد المطلق محمد بن جریر طبری ۲۲۳ھ/۲۱۰ھ

(۱۲) امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الازدی الطحاوی ۲۳۹ھ/۲۲۱ھ

(۱۳) امام ابوالحسن علی بن اسحاق الاشعری ۲۶۰ھ/۲۲۲ھ

(۱۴) امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی ۳۳۳ھ/

چوتھی صدی ہجری میں

(۱۵) امام ابو حامد احمد بن محمد اسفرائینی ۳۲۴ھ/۳۰۶ھ

(۱۶) امام ابوبکر محمد بن موسیٰ بن محمد خوارزمی ۳۰۳ھ/

(۱۷) امام قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی ۳۲۸ھ/۳۰۳ھ

(۱۸) امام ابوالطیب سہیل بن ابی سہیل محمد الجعفی السعوی ۳۰۳ھ/

(۱۹) امام ابوالفتح ابراہیم بن محمد اسفرائینی ۳۱۷ھ/

پانچویں صدی ہجری میں

(۲۰) حمید الاسلام امام محمد بن محمد بن محمد الغزالی ۳۵۰ھ/۵۰۵ھ

۵۳۶۵/۵۳۰۰

(۲۱) حضرت داتا گنج بخش ہجویری

چھٹی صدی ہجری میں

۵۶۱۱/۵۳۷۱

(۲۲) محی الدین شیخ اشوٰغ سیدنا عبدالقادر بن موسیٰ جیلانی

۵۶۰۶/۵۵۳۳

(۲۳) امام فخر الدین محمد بن عمر رازی

ساتویں صدی ہجری میں

۵۷۰۲/۵۶۲۵

(۲۴) تقی الدین محمد بن علی المعروف بہ ابن دقیق العید قشیری

۵۶۶۰/۵۵۷۷

(۲۵) عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام دمشقی

۵۶۳۳/۵۵۳۷

(۲۶) سلطان احمد خواجہ معین الدین چشتی اجیری

۵۶۶۶/۵۵۶۶

(۲۷) حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

۵۶۶۳/۵۵۷۵

(۲۸) حضرت فرید الدین گنج شکر

۵۶۳۲/۵۵۸۱

(۲۹) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

۵۶۹۰/۵۵۹۲

(۳۰) حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیری

آٹھویں صدی ہجری میں

۵۷۵۶/۵۶۷۳

(۳۱) تقی الدین علی بن عبدالکافی البسکی

۵۸۰۳/۵۷۲۵

(۳۲) زین الدین عبدالرحیم بن الحسن العراقی

۵۷۰۵/۵۶۲۳

(۳۳) سراج الدین عمر بن ارسلان البلقینی

۵۷۲۵/۵۶۳۶

(۳۴) حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیا

۵۷۸۲/۵۶۹۱

(۳۵) حضرت شرف الدین احمد گنج شیری

۵۷۸۵/۵۷۰۷

(۳۶) حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت

۵۷۸۶/۵۷۱۳

(۳۷) حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی

۵۸۰۸/۵۷۰۷

(۳۸) حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی

نہیں صدی ہجری میں

۵۸۳۹/۵۹۱۱

(۲۹) جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی

۵۸۳۱/۵۹۰۲

(۳۰) شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی

اوسیس صدی ہجری میں

۵۹۱۹/۱۰۰۳ھ

(۳۱) شمس الدین محمد بن احمد بن حمزہ ربلی

۵۹۱۳/

(۳۲) امام علی بن سلطان محمد القاری اھریزی

۵۸۸۳/۵۹۷۹ھ

(۳۳) حضرت شیخ سلیم چشتی

۵۹۱۷/۱۰۱۷ھ

(۳۴) سید امام عبدالواحد بکراوی

گیارہویں صدی ہجری میں

۵۹۷۱/۱۰۳۳ھ

(۳۵) امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرھندی

۵۹۵۷/۱۰۵۲ھ

(۳۶) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی

۵۱۱۷/۱۰۲۵ھ

(۳۷) سلطان اورنگ زیب عالمگیر

بارہویں صدی ہجری میں

۱۱۳۳/

(۳۸) شیخ کلیم اللہ چشتی

۱۱۱۹/

(۳۹) شیخ محبت اللہ بہاری

۱۱۷۶/۱۱۱۳ھ

(۵۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

ان اساطین اہلسنت کے بعد ہندوستان میں جس کاروان اہلسنت نے
اسلامیان ہند کی رہنمائی فرمائی اور سواد اعظم اہلسنت و جماعت کو راہ مستقیم پر گامزن رکھا
تیرہویں صدی ہجری کے حوالے سے ان ارباب عزیمت و استقامت کی ایک مختصر
فہرست ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۱۳۳/۱۲۳۵ھ

(۵۱) حضرت علامہ عبدالاعلیٰ فرنگی بکلی

- (۵۲) حضرت شاہ محمد اجمل آبادی ۱۱۶۰ھ/۱۲۳۶ھ
 (۵۳) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی بکلی ۱۱۶۷ھ/۱۲۳۶ھ
 (۵۴) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ/۱۲۳۹ھ
 (۵۵) حضرت شاہ غلام علی دہلوی ۱۱۵۸ھ/۱۲۳۰ھ
 (۵۶) حضرت شاہ ابوسعید مجددی راپوری ۱۱۹۶ھ/۱۲۳۶ھ
 (۵۷) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی ۱۱۶۰ھ/۱۲۶۲ھ
 (۵۸) حضرت شاہ ابوالحسن فرد بچلواری ۱۱۹۱ھ/۱۲۶۵ھ
 (۵۹) حضرت شاہ احمد سعید مجددی راپوری ۱۲۱۷ھ/۱۲۷۷ھ
 (۶۰) حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی ۱۲۱۲ھ/۱۲۷۸ھ
 (۶۱) حضرت علامہ عبدالعلیم فرنگی بکلی ۱۲۰۹ھ/۱۲۸۵ھ
 (۶۲) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی ۱۲۱۳ھ/۱۲۸۹ھ
 (۶۳) حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی ۱۲۰۹ھ/۱۲۹۶ھ

چودھویں صدی ہجری ہندوستان میں مذہبی کشمکش کی صدی تھی، انتہائی گمراہ کن اور ایمان سوز تحریکیں جنم لے رہی تھیں اور صدیوں کے متواتر اور متواتر عقائد و نظریات تہ و بالا کر رہی تھیں۔ ان حالات میں مسلک جمہور اہلسنت و جماعت کی حفاظت و پاسبانی کے لئے جو علمائے حق اور مردان فکر و فن میدان میں تھے اس کاروان اہل سنت میں سے چند نام ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

- (۶۴) حضرت مولانا عبدالحی فرنگی بکلی ۱۲۶۳ھ/۱۳۰۳ھ
 (۶۵) حضرت مفتی ارشاد حسین راپوری ۱۲۳۸ھ/۱۳۱۱ھ
 (۶۶) حضرت مولانا فضل الرحمن شیخ سراو آبادی ۱۲۰۸ھ/۱۳۱۳ھ
 (۶۷) حضرت مولانا غلام دھگیر قصوری لاہوری ۱۳۱۵ھ

- (۶۸) حضرت مولانا غلام قادر بھیروی ۱۳۲۷ھ
 (۶۹) حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی ۱۳۵۳ھ/۱۳۲۹ھ
 (۷۰) حضرت مولانا ہدایت اللہ راپوری ۱۳۲۶ھ
 (۷۱) حضرت مولانا خیر الدین دہلوی ۱۳۲۶ھ
 (۷۲) حضرت مولانا امام احمد رضا بریلوی ۱۳۳۰ھ/۱۳۷۲ھ
 (۷۳) حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی ۱۳۳۱ھ/۱۳۷۲ھ
 (۷۴) حضرت مولانا موصی احمد محدث سورتی ۱۳۳۳ھ
 (۷۵) حضرت شاہ علی حسین اشرفی ۱۳۵۵ھ/۱۳۶۶ھ
 (۷۶) حضرت شاہ مہر علی گولڑی ۱۳۵۶ھ/۱۳۷۳ھ

یہ تھی چودہ سو سالہ کاروان اہلسنت اور ارباب عزیمت و استقامت کی ایک مختصر فہرست جنہوں نے رسول اور اصحاب رسول ﷺ کے افکار و معمولات کی پیروی کرتے ہوئے پورے دلولہ و شوق کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور اشاعت سنیت کا فریضہ انجام دیا اور اپنے اپنے دور میں بھرپور عزم و حوصلہ کے ساتھ اسلام و سنیت کے خلاف اٹھنے والی تحریکوں اور بنام اسلام پھیلنے والے باطل فرقوں کا سد باب کیا۔

ہندوستان اس حیثیت سے تاریخ اسلام میں نمایاں اور ممتاز مقام رکھتا ہے کہ دیار ہند میں ظہور اسلام کے بعد قریب پانچ سو برس تک فرزند ان اسلام میں کسی قسم کی بدعتیہ کی ظاہر نہیں ہوئی، اس کو صوفیائے کرام کے اخلاص عمل اور طہارت فکر کی برکت ہی کہا جاسکتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں حنفی ہی حنفی تھے شافعی اور حنبلی مسلک کے لوگ تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے اور طوطی ہند حضرت خواجہ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ ہند میں مسلمانوں کی کیا بات ہے

یہاں کے دریاؤں اور سمندروں کی مچھلیاں بھی سنی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی کی وہ معلومات افزا تحریر ذیل میں پڑھئے:

امان ازاں کہ اسلام درآں جا۔ جس وقت سے یہاں اسلام کا ظہور ہوا، اور ظاہر شدہ است، و سلاطین اسلام استیلا یافتہ اند و مشائخ عظام و اولیاء کرام از اطراف و جوانب تشریف آورده اند و امعالم دین و اعلام اسلام زمان در تزیید و ترقی است، و بر سائر ممالک نہ بہ یک وجہ ہلک بہ وجوہ مزیت و فضیلت دارد کہ تمام سکان آن از اہل اسلام بر عقیدہ حقہ اہلسنت و جماعت اند و نشانے از اہل ہدایت و ضلالت در آن دیار پیدا نیست، و طریقہ مرضیہ حنفیہ دارند۔

اور حال یہ ہے کہ کسی شافعی یا حنبلی مسلک والے کو تلاش بھی کیا جائے تو نہ پا سکیں گے۔

حتی کہ اگر بالفرض شخصے رامذہب شافعی یا حنبلی داشتہ باشد، طلبند نہ یابند

حضرت امیر خسرو ہندوستان کے اسلامی

احوال و کوائف کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں

شریعت را کمال عزو تمکین

فرد وستان ہمہ دردادن مال

حضرت خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمہ و الرضوان در تعریف ملک ہندوستان می فرماید (۳۳)

خوشا ہندوستان و رزق دیں

زیر وستان ہندو گشتہ پامال

(۳۳) شیخ احمد سرہندی رسالہ در رد و افش مں ۹ مطبوعہ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

بدیں عزت شدہ اسلام منصور بدایں خواری سران کفر مقہور بہ ذمت مگر نہ بودے رخصت شرع نہ ماندے نام ہند و ز اصل تا فرع دغزنین تائب دریا دریں باب ہمہ اسلام بنی بریکے آب نہ ترسائے کہ از نا ترسگاری نہد برہندہ داغ کردگاری نہ از جنس جہوداں جنگ و جوریت کہ از قرآن کند دعویٰ بہ توریت نہ مغ کز طاعت آتش شود شاد دزد باصد زباں آتش بہ فریاد مسلمانان نعمانی روش خاص زدل ہر چار این را بہ اخلاص نہ کہیں با شافعی نے مہر بازید جماعت راوست را بہ جال صید نہ اہل اعتزالے کز فن شوم زدیدار خدا گردند محروم نہ رفض تارسد زان مذہب بد جھائے بر وفاداران احمد نہ زان بگ خارجی کز کین سازی کند با شیر حق رو بہ بازی زہے ملک مسلمان خیر دیں جوئے کہ مای نیز سنی خیزد از جوئے (۳۴)

حضرت امام ربانی حضرت امیر خسرو کے ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

”ہندوستان میں اسلام کی آمد کے بعد قریب پانچ سو برس تک اہلسنت و جماعت کی بہاریں رہیں اور کوئی فرقہ بندی انہیں ہوئی لیکن جب خاقان اعظم عبداللہ خاں ازبک نے اہلیم خراسان پر حملہ کیا اور اس کی حکومت سنبھالی تو اس نے اہل خراسان کے کچھ شیعوں کو قتل کیا اور کچھ کو جلاوطن کیا تو ان میں سے کچھ اہل تشیع ہندوستان میں داخل ہو گئے اور بڑی چابک دستی سے اس باب اقتدار اور سلاطین ہند سے وابستہ ہو گئے اور ہندوستانی عوام کو اپنے باطل نظریات سے گمراہ کرنے لگے، اس

طرح ملک خراسان میں تو فتنہ سرد پڑ گیا لیکن ہندوستان میں یہ قیامت خیز فتنہ برپا ہو گیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اہل تشیع کی تردید میں زبان و قلم سے بھرپور جہاد کیا، لیکن پھر مولوی اسماعیل دہلوی نے نجدی دہانیت کو ہندوستان میں درآمد کیا، اس فتنہ دہانیت سے دیوبندیت، قادیانیت، چکرا الویت، وغیرہ فرقوں نے جنم لیا علما نے ہند نے ان فتنوں کے رد میں بھرپور جدوجہد کی لیکن چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے نمایاں کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر نے پونے یونیورسٹی سے ”مولانا محمد انوار اللہ فاروقی حیدر آبادی“ پر پی ایچ ڈی کی ہے وہ اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے میں لکھتے ہیں:

”شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز رحمہما اللہ کے بعد جس جامعیت سے اصلاح معاشرہ اور زندگی کے ہر شعبے میں قوم و ملت کی رہنمائی کے لئے جو شخصیت ہمارے سامنے آئی ہے وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی ہے۔ اور کئی ایسے مذہبی دانشور اور مفکر بھی آئے جنہوں نے مسلمانوں کی دینی اور مسلکی رہنمائی میں اپنی تصانیف کے ذریعہ مجددانہ اور مجاہدانہ کردار پیش کیا ان مصلحین میں مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نامور ہوئے۔“ (۳۵)

جامعہ ملیہ دہلی کے نامور استاذ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم چودھویں صدی ہجری کے ہندوستان کی مذہبی بساط کے حوالے سے رقم طراز ہیں۔

”انیسویں صدی سے ہی نظریاتی بنیادوں پر مختلف مکاتب میں تقسیم ہونا شروع ہو گئے تھے اور مسلم معاشرہ بھی ان کی پیروی میں متعدد خیموں میں تقسیم ہوتا

(۳۵) ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر مولانا انوار اللہ فاروقی، مطبوعہ مجلس اشاعت العلوم جامعہ قلمیہ حیدر آبادی: ۱۳۸

شروع ہو گیا تھا۔ صدیوں تک ”ہدایہ“ ہندوستانی مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھاتی رہی لیکن نجد میں تصنیف کی ہوئی کتاب وسنت کی ایک نئی تعبیر ”التوحید“ کو انیسویں صدی میں ہندوستان میں درآمد کیا گیا جس کا اردو چرچہ ”تقویۃ الایمان“ نفاق کا باعث بنا۔ شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی اشاعت سے پہلے ہندوستانی مسلمان صرف دو گروہوں میں منقسم تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، ان میں اول الذکر کی آبادی کثیر تھی، لیکن تقویۃ الایمان کے بعد اختلافات کا ایسا سلسلہ شروع ہو کہ سواد اعظم سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے اور اس طرح سواد اعظم کا شیرازہ منتشر ہو گیا، اس انتشار کی روک تھام اور اہل سنت کی شیرازہ بندی کی لئے ردہیل کھنڈ کے شہر بریلی کے ایک فاضل عالم نے عزم مصمم کیا یہ فاضل عالم تھے مولانا احمد رضا خاں (۱۸۵۶-۱۹۲۱) جو امام اہلسنت مجدد دین و ملت فاضل بریلوی کے نام سے معروف و مشہور ہوئے۔“ (۳۶)

پاکستان کے سابق وزیر مذہبی امور اور اقلیتی امور مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

”بدقسمتی سے ہمارے ہاں اکثر لوگ انھیں بریلوی نامی ایک فرقہ کا بانی سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اپنے مسلک کے اعتبار سے صرف حنفی اور سنی تھے۔“ (۳۷)

ان شواہد کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی چودھویں صدی ہجری میں اہلسنت و جماعت کے عظیم پیشوا اور مقتدا تھے۔ امام احمد رضا اپنی بے پایاں علمی اور قلمی خدمات کی وجہ سے عالم اسلام میں اہلسنت و جماعت کے علامتی نشان بن گئے اور پھر ان کے بعد برصغیر میں اہلسنت و جماعت کی قیادت ان کے خلفاء اور تلامذہ نے سنبھالی۔ امام احمد رضا کے ایک نامور خلیفہ مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا

(۳۶) سید جمال الدین اسلم، اہلسنت کی آواز ۱۹۹۸ء، ص: ۲۳۸-۲۳۹، مطبوعہ دار ہرہ شریف

(۳۷) کوثر نیازی، امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، مطبوعہ مجمع المصباحی مبارکپور

نعم الدین مراد آبادی اپنے عہد کے حالات کے پیش نظر اہلسنت و جماعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سنی وہ ہے جو مانا علیہ و اصحابی کا مصداق ہو، یہ وہ لوگ ہیں جو خلفائے راشدین، ائمہ دین، مسلم مشائخ طریقت اور متاخر علمائے کرام میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملک العلماء حضرت بحر العلوم فرنگی بکلی، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری اور حضرت مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک پر ہوں رحمہم اللہ تعالیٰ“ (۳۸)

ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت پورے طور پر منبج ہوگئی کہ اس وقت برصغیر میں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز اور ان کے مؤید ہزاروں ہزار علماء و مشائخ کے عقائد و نظریات ہی عقائد اہلسنت و جماعت ہیں۔ یہی جماعت سوا دوا عظیم بھی ہے اور ارشاد رسول ”انا علیہ و اصحابی“ کی حقیقی مصداق بھی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی کتابوں سے ماخوذ و مقتبس ”عقائد حقہ اہل سنت و جماعت“ (۳۹) ذیل میں نقل کروئے جائیں تاکہ ان بنیادی عقائد سے آگاہی رہے اور اس کے خلاف سے اجتناب کیا جائے۔ مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ خدا کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے ہیں سب کو دل سے سچا جاننا اور زبان سے اس کا اقرار کرنا۔

①

اللہ جد مجدہ پر ایمان لانا

ایمان باللہ کی تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱۔ صالح عالم جل مجدہ واجب الوجود ازلی ابدی ہے اسکا کوئی مثل نہ ذات میں ہے نہ صفات

(۳۸) مولانا نعم الدین مراد آبادی، الفقہ امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء ص: ۹

(۳۹) عقائد حقہ اہل سنت و جماعت، مختصر از تصانیف رضویہ، از شیریش اہل سنت مولانا حشمت علی

میں، تمام کمالات ممکنات اس کی عظمت ذاتی کے ظل و پر تو ہیں۔

۲۔ وجوب وجود۔ استحقاق عبادت خالقیت با اختیار خود تدبیر کائنات کلی و جزوی اس کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔

۳۔ حیوۃ، قدرۃ، علم، حکام، تبحر، بصر، ارادہ۔ صفات ذاتیہ حق سبحانہ کی ہیں۔ ان سب سے ازلا متصف ہے۔ باقی صفات فعلیہ، نفسیہ، سلبیہ، اضافیہ ہیں۔

۴۔ کائنات کو خلعت وجود بخشے سے پیشتر ویسا ہی کامل تھا جیسا بعد میں۔ (الآن کما کان)

۵۔ شفاۓ مرض، عطاۓ رزق، ازلاۓ تکالیف و مصائب بطور استقلال و خلق اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

۶۔ طبیب۔ بادشاہ و دیگر اسباب ظاہری و باطنی مثل دعا و ہمت انبیاء اولیاء عطاۓ الہی بطور تسبب امور مذکورہ کے منسوب الیہ ہوتے ہیں۔

۷۔ حکیم علی الاطلاق کی صفت حکمت کا تقاضہ ہے کہ یہ صفات و افعال الہیہ درپردہ اسباب ظہور فرماتے ہیں جیسا کہ بدہیہ معلوم ہے کہ بے شمار اسباب معاش، تدبیر مہمات، مدافعت امراض اور مظاہر رزاقیت وغیرہ صفات قدیمہ کے ہیں۔ ایسا ہی شرعاً و کشفاً ثابت ہے کہ مقربان درگاہ حق کی دعا و ہمت و برکت و وجودات مبارکہ مظہر فیضان عنایت الہی ہیں۔ صرف اسباب کو مد نظر رکھنا اور مستہرب جل شانہ کی قدرت کاملہ کا نہ ماننا یا قدرت کاملہ کو بعض اسباب میں ہی منحصر و محدود کرنا کفر ہے۔ اور اسباب کا کلیۃً نفی کرنا ابطال حکمت قدیمہ کے علاوہ سعادۃ دین و دنیا سے محروم رہنا ہے۔ اور اسباب ظاہری و باطنی (اولیاء۔ مقررین) کو جلوہ گاہ صفات الہیہ مان کر ان سے مستفید اور مستفیض ہونا بصیرت اور کمال ایمان کا نشان ہے۔

۸۔ جو ہر عرض، جسم، مکان، زمان، جہت، حرکت، انتقال، تبدل ذاتی و صفاتی، جہل، کذب ممکنات سے مختص ہیں۔ ذات حق پر یہ سب محال بالذات ہیں۔

۹۔ استوا علی العرش، صُحک، وجہ، ید وغیرہ صفات۔ منصوصہ کذاتی مثل صفات ثنائیہ، جمع، بصیر، عَلم، ارادہ، کلام، قدرت، حیوۃ، تکوین، بے چون و بے چگون ہیں۔

۱۰۔ ادراک حقیقت الہیہ میں انبیاء و اولیاء عاجز ہیں۔ تجلیات ذاتی و صفاتی و اسمائی نصیب انبیاء و اولیاء حسب المراتب دنیا میں ہوتی ہیں۔

۱۱۔ رویت ذات حق آخرت میں اہل جنت کے لئے ثابت ہے بلا کیف و بلا جہت۔

۱۲۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال و اعمال کا خالق اور مریہ ہے۔ لیکن راضی بالکفر و المعصیت نہیں ہے۔

۱۳۔ تمام خیر و شر خالق کل جن شانہ کے ارادہ و خلق و تقدیر سے ہے جو ازل میں مقرر ہو چکا ہے وہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن راضی صرف خیر پر ہے۔

۱۴۔ تقدیر سے بندہ مجبور نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نیکی اور بدی کا راستہ بتا کر اپنے اپنے افعال میں گوشت اختیار دیا ہے۔ جس کے سبب انسان اور حجر و شجر میں فرق بدیہی ہے۔ جسے اصطلاحاً کسب کہتے ہیں۔ اسی کسب کے سبب وہ جزا اور سزا کا مورد ہے۔

۱۵۔ جبر جو منافی جزا ہو اور قدر جو شرکت شے کی خالقیت میں قادر مطلق سے پیدا کرے باطل ہیں۔ زیادہ خوض و بحث اس مسئلے میں ممنوع ہے۔ امور مذکورہ پر ایمان لانا باعث نجات ہے اور ان کا انکار ہلاکت۔ لہذا عقلمندی و سعادت یہ ہے کہ حصول نجات کی فکر ہو۔

۱۶۔ بے نیاز ہے۔ کسی کا اس پر حق نہیں ہے۔ مگر جو اپنے فضل سے وعدہ فرمائے۔ وہ

ضرور وفا فرماتا ہے۔

۱۷۔ اس کے تمام افعال حکمت و مصلحت پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس سے کوئی غرض یا نفع عائد بذات مقدس نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کوئی شے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ حق و ظلم و سفہ و عبث سے اس کے افعال منزہ ہیں۔

۱۸۔ مومن کو دین حق پر انشراح عطا فرمانا اور اسے قبول کرنا اور اس کے موافق اعمال و احسان کی توفیق عطا فرمانا اس کا فضل ہے۔ اور کافر کو صرف عقل و حواس عطا فرما کر تبلیغ انبیاء کا اس کے ذہن پر واضح فرمانا اور توفیق سے محروم رکھنا اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔

۱۹۔ صفت عدل و فضل کی چھ صورتیں ہیں۔ جن کا اعتقاد رکھنا مومن پر فرض ہے۔

(۱) حق سبحانہ تعالیٰ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرماتا۔

(۲) کسی کے اعمال حسہ سے ذرہ بھر نقصان نہیں فرماتا۔

(۳) کسی کو بغیر گناہ عذاب نہیں فرماتا۔

(۴) اس کا فضل ہے کہ اپنے مسلمان بندوں پر جو مصیبت بھیجے اس میں بھی ان کے لئے اجر رکھتا ہے۔

(۵) کسی کو طاعت یا معصیت پر جبر نہیں فرماتا۔

(۶) طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

۲۰۔ افعال کا باعث ثواب و عقاب اخروی ہونا صرف اسی کے حکم سے ہے اس میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ بعض کی حکمت کو عقل ادراک کر سکتی ہے اور اکثر میں اخباراتہا کی محتاج ہے۔

۲۱۔ ہر ایک صفت الہی بالذات واحد ہے اور بحسب التعلق غیر متناہی۔ متعلقات حادث

ہیں۔ اور اس کی صفات قدیرہ ہیں۔

۲۲۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے بہت نام ہیں جنکی خبر اسی نے اپنے کلام پاک میں دی ہے اہلسنت کے نزدیک دُعا و ذکر الہی انھیں اسما سے ہونا چاہیے جو شرع مطہر میں وارد ہیں۔ یہ سب اسما کلام الہی کے مانند قدیم، ازلی، ابدی ہیں اور بندوں کا اپنی زبان پر لانا یا لکھنا حادث ہے۔

۲۳۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ جس اسم کے معنی میں تنقیص شان الوہیت ہو اس کا ذات حق پر بولنا کفر ہے۔

۲۴۔ وحدت وجود حسب تقریر محققین حق ہے۔ شریعت اللہ کے کسی اصل کے منافی نہیں ہے۔ فرق مراتب و حفظ احکام ضروری ہے۔ جو صفات مستلزم مرتبہ الوہیت کے ہیں ان کا مراتب ساقطہ پر اطلاق کرنا اور بالعکس کفر ہے۔ جس طور پر یہ مسئلہ اکابر اسلام پر منکشف ہوا ہے۔ اور اولیائے متشرعین نے حتی الامکان بیان فرمایا ہے شرعی حدود کی رعایت کے ساتھ اس پر اعتقاد رکھنا تکمیل ایمان کا باعث ہے اور اس کا انکار خسران و حرمان ہے۔

①

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

ایمان بالنبی ﷺ کی تفصیلات پوری توجہ کے ساتھ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ اسلام و ایمان کا رکن اعظم جس کے بغیر کسی حالت میں بندہ مومن یا مسلم نہیں ہو سکتا۔ حضور سرور عالم ﷺ کے تمام کمالات ثابۃ بالخص الصریح کی تصدیق قلبی و اقرار لسانی ہے۔ اور آپ کی ظاہری و باطنی تعظیم سے ہر حالت میں متصف رہنا تمام اعمال و عبادات کی قبولیت کا اصل اصول ہے۔

۲۔ آپ تمام انبیائے کرام سے افضل اور سب کے سرور ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا بیشاق ذات حق جیسا تمام بنی آدم سے لیا گیا ویسا ہی سرور عالم ﷺ کی اطاعت اور تعظیم کا تمام انبیاء سے مؤکد طور پر عہد لینا یا خبر الہی منصوص ہے۔

۴۔ (الف) آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ نہ تو آپ کے زمانہ میں اور نہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ حضور کے وصف خاتم النبیین کے یہی معنی ضروریات دینیہ سے ہیں کہ حضور سب سے آخری نبی ہیں۔ اس معنی کو نا سمجھ لوگوں کا خیال بتانا یا حضور کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی واقع یا جائز کہنا کفر ہے۔

(ب) حضور اقدس ﷺ کا علم اقدس تمام مخلوقات کے علوم سے وسیع ہے۔ کسی مخلوق کے علم کو سرکار کے علم اقدس سے زیادہ اور وسیع کہنا کفر ہے۔

(ج) حضور اقدس ﷺ کو جو بعض علم غیب ان کے رب کریم جل جلالہ نے عطا فرمایا انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقررین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جملہ اولین و آخرین کے جمیع علوم کا مجموعہ اور لوح محفوظ میں قلم قدرت کا لکھا ہوا سارا علم ماکان و مایکون اس کا جزو ہے۔ اس کو یوں کہنے والا کہ ”اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ ہر جانور ہر چار پا پیہ کو بھی حاصل ہے“ قطعاً کافر ہے۔

۵۔ تمام انبیاء لحاظ بطون و تربیت روحانی تعین روحی جناب ختمی مآب خالق سرور عالم ﷺ کے ہیں۔ جیسے ظاہر میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نیابتہ آپ کے فرمان سے اس عہدے پر ممتاز ہوئے ویسے ہی انبیاء کرام باوجود خلعت نبوت و افضلیت ما دون الانبیاء کے آپ کی باطنی شریعت کے نافذ فرمانے والے تھے۔

۶۔ آپ کی اطاعت و اتباع اور محبت فرض ہے اس کے ترک پر عذاب الیم کا وعید منصوص ہے۔

عَلَامَاتٍ مَّحَبَّتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

(۱) آپ کی اقتدا اور اتباع سنت اقوال و افعال میں اور آپ کے اوامر و نواہی کی تعمیل۔

(۲) زبان و دل سے آپ کا ذکر کرنا۔

(۳) آپ کے جمال پاک کا مشتاق ہونا۔

(۴) دل، زبان اور بدن سے آپ کی تعظیم کرنا۔

(۵) آپ کے اہل بیت اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت کرنا اور ان کے ساتھ بغض رکھنے والے سے بغض رکھنا۔

(۶) آپ کی سنت کے تارک کو برا سمجھنا۔

(۷) آپ کی تعظیم جیسا کہ ہر ایک مومن پر ظاہری زیارت کے وقت فرض تھی ویسا ہی اب بھی آپ کی حدیث فضائل اور نام مبارک سنتے وقت لازم اور ضروری ہے۔

لحظہ طریقہ اسلاف کے مطابق مسلمانوں میں جو مباح تعظیم کے طریقے ہر ملک میں رائج ہوں ان کا بوقت ذکر حضور سرور ﷺ بجالانا تقاضائے ایمان ہے اور چونکہ مجالس میلاد میں قیام کرنا عشاق رسول کا معمول ہو گیا ہے۔ اس کا انکار روش سلف کا انکار ہے اور بے بنیاد تعصب ہے۔

۸۔ جو ممکنات و مخلوقات احاطہ رکھتے ہیں داخل ہیں۔ سب کی طرف حضور ﷺ مبعوث ہیں۔ لہذا کوئی حصہ مخلوقات آپ کی دعوت سے خارج نہیں ہو سکتا۔

۹۔ جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اولیت ثانی یا ثالث ہونا محال ہے۔ ویسا ہی بحیثیت عموم دعوت مذکورہ و اولیت خلق و ختم نبوت و انصافیت مطلقہ و خلافت کبریٰ و اولیت فی الشفاعۃ و فی دخول الجنۃ و اصالۃ فی کلمہ فضل و وساطت فی کل نعمہ و غیرہ باصفات

کثیرہ ناممکن الا شتر اک کے آپ کی نظیر محال اور متمنع ہے۔

۱۰۔ آپ کی صورت مقدسہ بلحاظ جسمیت معروض عوارض بشریہ تھی اور آپ کی روحانیت اوصاف بشری سے برتر۔ اور تغیرات و آفات و عیوب و نقائص بشری سے منزہ اور ضعف انسانی سے مبرا اور اعلیٰ صفات ملکیت سے متصف ہے۔ پس آپ کا علم باللہ و صفات قبل بعثت و بعد بعثت تمام عیوب و نقائص شک و جہل وغیرہ سے مبرا و منزہ ہے۔

۱۱۔ حضور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں۔ اول ظاہر باعتبار صورت بشر دوم ملکیت۔ سوم وہ مرتبہ جس کو خدا ہی جانتا ہے۔

۱۲۔ آثار شریفہ و آثار سلف صالحین کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو ذریعہ اجابت دعا خیال کرنا صدق ایمان کی نشانی ہے۔

۱۳۔ بہ نسبت علوم اولین و آخرین آپ کا علم اعلیٰ و اکمل ہے اور آخر عمر شریف تک ملکوت سماوی وارضی و تمام مخلوقات و جملہ اسمائے حسنہ و آیات کبریٰ و امورا آخرت و اشراط ساعت و احوال سعد و اشقیاء و علم ماکان و مایکون پر آپ کا علم محیط ہو چکا ہے۔ تمام علوم بشریہ و ملکیت سے آپ کا علم اشمل و اکمل ہے۔ علم الہی اور آپ کے علم میں امور ذیل فارق ہیں۔

(۱) علم الہی غیر تنہای بالفعل اور محیط ہے۔ اور حضور ﷺ کا علم تنہای بالفعل و غیر تنہای بالقوۃ اور محیط ہے۔

(۲) علم الہی بلا ذرائع و وسائل ازلی وابدی ہے۔ اور آپ کا علم بذریعہ وحی، الہام، کشف، منام، و وسط حواس و بصیرت مقدسہ حادث ہے۔

۱۴۔ آپ کے تمام اخبار و اقوال متعلقہ دین و دنیا صادق اور حق ہیں۔ شک و وہم و جہل

۱۔ حضور مظہر اللہ الائمہ سر اللہ اعظم صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم پر وحی کئی قسم کی ہوئی ہے۔ علاوہ وحی ملکی کے دو اور قسم بھی ہیں۔ جن میں فرشتے کو وحی اور توسط نہیں ہوتا۔

۲۔ قرآن شریف کلام نفسی ازلی ابدی ہے۔ جو بہ لباس اصوات و حروف جلوہ گر ہے۔ اور بذریعہ ملک مقرب حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔

۳۔ احادیث شریفہ قدسیہ ثابتہ باسناد صحیح وہ وحی ہے جو کبھی بتوسط کذائی اور کبھی بلا توسط کذائی حضور ﷺ پر وارد ہوئی۔

۴۔ وحی سے جو معنی قطعاً ثابت ہیں۔ حق ہیں۔ کوئی شبہ نہیں۔ اس میں سے علم اور ثبوت قطعی کے بعد کسی بات کا انکار اگرچہ در پردہ تاویل باطل ہو کفر ہے۔ اور ظنی الثبوت یا ظنی الدلالة کا بلا وجہ انکار بدعت یا فسق ہے۔

۵۔ امور ذیل کو حق ماننا ضروری ہے۔

(۱) حشر اجساد اور اعادہ روح انھیں اجساد میں جو دنیا میں تھے۔

(۲) جزائے اعمال خیر اور سزائے شر۔

(۳) صراط دوزخ پر متمتع ہے۔ جس پر سب کو چلنا ہوگا۔ اہل نارکت کر دوزخ میں گر پڑیں گے اور اہل جنت اس پر گزر کر جنت میں پہنچیں گے۔

(۴) حساب اعمال، میزان، جنت، دوزخ اور یہ دونوں آخر الذکر اس وقت موجود ہیں جن کی جگہ اللہ جل شانہ جانتا ہے۔

(۵) شفاعت رسول اللہ ﷺ اہل کبار کے لئے حق ہے اور آپ کی شفاعت مقبول ہے جہاں آیات شریفہ میں نفی شفاعت واقع ہے وہ مقید بعدم رضا و اجازت الہی ہے۔

(۶) عذاب قبر کافر کو اور نعمت و راحت مومن صالح کو قبر میں حق ہے۔ اور گنہگار

مومنین مشیت الہی پر ہیں جسے چاہے عذاب فرمائے جسے چاہے نعمت بخشے۔

(۷) سوال منکر و نکیر جس سے خدا چاہے ضرور ہونے والا ہے۔

(۸) تمام رسل و انبیاء من جانب اللہ حق ہیں۔

(۹) ملائکہ اجسام نوری ہیں عوارض ظلمانی سے منزہ ہیں۔ ان کے مقامات آسمان پر مقرر ہیں۔ کوئی کائنات سماوی وارضی پر مقرر ہے اور بعض کتابت اعمال بنی آدم پر۔

اور بعض بندوں کے دل میں خطرات صالحہ القا کرنے پر۔ اور بعض حفاظت بنی آدم پر۔ ان کے مقابلے میں مخلوقات الہی میں سے شیاطین ہیں جو خیالات فاسدہ کا القا کرتے ہیں۔ قرب قیامت میں حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ظاہر ہونا اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دجال و خنازیر کو قتل کرنا اور پھر دین واحد کا ہو جانا سب حق ہے۔

(۱۰) کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جو آسمانی صحیفے ان پر نازل ہوئے سب حق ہیں۔

(۱۱)

اجتہاد و تقلید

۱۔ عامۃ الناس جو درجہ اجتہاد سے بے بہرہ ہیں۔ تمام احکام فرعیہ غیر منصوصہ قطعہ میں تقلید پر مامور ہیں۔

۲۔ منصب اجتہاد کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) علم قرآن پر بقدر آیات احکام حاوی ہو۔

(۲) احادیث متعلقہ احکام سے واقف ہو۔

(۳) علم عربیت، لغت، صرف و نحو، معانی و بیان وغیرہ میں کامل ہو۔

(۴) مذاہب سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

(۵) قیاس کے اصول اور قواعد میں ماہر ہو۔ اور اسی کے ساتھ درع و تقویٰ میں اعلیٰ درجہ پر ممتاز ہو۔ استنباط احکام میں مداخلت نفس و ہوا سے محفوظ ہو۔

۳۔ جس میں ان صفات کی کمی ہو۔ خواہ کیسا ہی عالم کیوں نہ ہو تقلید کرنے کا پابتر ہے ان شرائط سے کسی شخص کا متصف ہونا۔ اس کے آثار اجتہادی اور تحقیقات فقہی و اعمال و اخلاق حقیقانہ سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جو عوام و خواص امت پر ظاہر ہو کر تمام اہل انصاف کے ذہن میں اس کی عظمت کو مرکز کرتے ہیں جیسا ہر فن کے مشاہیر کی اعلیٰ مہارت ملحوظ آثار ظاہرہ و عامۃ الناس سے خواص تک سب کے نزدیک کالبدیہ ہوتی ہے ویسا ہی جب کسی عالم متقی کے آثار اجتہادی اس قدر ظاہر ہوں کہ خواص و عوام اس کے لئے منصب اجتہاد تسلیم کرنے پر مجبور ہوں تو مجتہد مسلم ہوتا ہے۔

۴۔ امت مرحومہ میں ائمہ اربعہ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین و لاحقین سے اعلیٰ مانا گیا ہے اس کی وجہ وہی آثار علمی اور علامات زہد و تقویٰ ہیں۔ جس سے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے آئے ہیں۔

۵۔ ان میں سے امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ کو فی رضی اللہ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں۔

۶۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ و مقلدین میں ایسے اکابر اسلام پیدا کئے۔ جنہوں نے حضور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محرکہ مسائل اور اصول مقررہ کو تالیفات و تصنیفات میں کمال تنقیح سے بیان کیا۔ جو آئندہ تازہ واقعات اور صور متجددہ میں دستور فیصلہ مقرر ہوئے۔

۷۔ کمالات علمی و فیضان انوار لطیف حضرت امام ان علمائے نقہ پر اسی صفتِ آبہ سے ہوا ہے۔ جس کے سرچشمہ رئیس المجتہدین تھے۔ بنا بریں حضرت امام محمد اور امام

ابو یوسف رحمہم اللہ باوجود تقلید فی الاصول و الفروع مختلف اقوال امام میں بحضور امام خلاف قول مستقر امام کو ترجیح کے لیے اور بعض احکام کو موافق اصول حضور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ استخراج کرنے کے لیے خود امام الائمہ سے معذور ہوئے ہیں۔ اسی لئے صاحبین اور دیگر ان کے ہم منصب جو امام الائمہ کے تلامذہ تھے۔ مجتہدین فی المذہب کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ ان کا کام صرف بعض کو بحضور امام قول مستقر امام پر بوقت ظہور دلیل ترجیح دینا اور اصول امام کے مطابق تازہ احکام استنباط کرنا ہے۔

۸۔ ان کے بعد رحمت کا اور ظہور ہوا۔ اور ایسے فقہا پیدا ہوئے جن کا تبشیر اصول و فروع مذہب حنفیہ میں اس قدر تسلیم کیا گیا کہ وہ نوپیدا شدہ مسائل و جزئیات کو جن کی بابت بالصرحت روایات مذہب میں نہ ملیں۔ اصول و فروع مذہب حنفی سے تخریج کریں جیسے حضرت ابو جعفر طحاوی۔ ابو الحسن کرخی۔ شمس الائمہ حلوائی۔ شمس الائمہ سرخسی۔ فخر الاسلام بزدوی۔ فخر الدین قاضی خاں وغیرہ سب مجتہدین المسائل ہیں۔

۹۔ چونکہ تدبیر الہی اسی رحمت خاصہ کے کامل کرنے پر متوجہ تھی ان فقہا کے بعد ایک اور طبقہ پیدا ہوا جن میں امام ابو بکر احمد بن علی وغیرہ ہیں۔ ان کے حصہ میں گو کسی قسم کا اجتہاد نہیں۔ لیکن اصول و فروع میں اتنی مہارت ان کو تھی کہ مجمل ذی وجہین۔ مبہم محتمل امرین منقول عن صاحب المذہب او احد من اصحابہ کی تفصیل کر سکتے تھے ان کو اصحاب تخریج کہا جاتا ہے۔

۱۰۔ ان کے بعد وہ طبقہ فقہا پیدا ہوا۔ جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی لیاقت رکھتے تھے۔ ان کو اصحاب ترجیح کہتے ہیں۔

۱۱۔ اُن کے بعد ترمذی، لکھی اور رحمت نامتائی سے وہ طبقہ فقہا پیدا ہوا جو مذکورہ بالا مراتب کے لائق نہ تھے لیکن روایات متعددہ میں سے اقویٰ۔ قوی۔ ضعیف، ظاہر مذہب اور روایت نادرہ میں فرق کر سکتے تھے۔ جیسے وہ حضرات جن کی کتابیں ہمارے زمانے میں باعث فیض اور عالمگیر قبولیت سے ممتاز ہیں۔ طبقات اربعہ اولیٰ سے جو مذہب متعین ہو چکا ہے وہ صاحب کتوز۔ صاحب مختار۔ صاحب وقایہ۔ صاحب مجمع کی کتابوں میں کمال تشخیص سے مذکور ہے۔

۱۲۔ ان کے بعد علما اور فقہانے انہیں کتابوں پر اعتماد کیا ہے۔ ان کتابوں کو کتب متاخرین سمجھ کر یہ کہنا کہ ان سے مذہب حنفی ٹھیک معلوم نہیں ہو سکتا۔ محض خیال فاسد اور بے جا بدگمانی ہے۔ یہ کتب دراصل طبقات اربعہ کی قوی روایات کے راوی ہیں اور ان کا مکتبہ ہونا عند اللکھن مسلم ہو چکا ہے۔

۱۳۔ متون و شروح و فتاویٰ متاخرین جو معمول بہ اور دستور العمل فتویٰ مقرر ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ مذہب حنفیہ کے متبنین ہیں انکا خلاف بدعویٰ عمل بالحدیث بدون منصب اجتہاد گمراہی میں قدم رکھنا ہے۔ صدی چہارم تک مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفیہ کی اس قدر تحقیق ہو چکی ہے کہ کوئی جزئی بلا تحقیق نہیں رہی اور آئندہ کے اغلب واقعات کے جوابات اسی تحقیقات سے برآمد ہو سکتے ہیں۔ اس لیے فقہا کا فتویٰ ہے کہ اب اجتہاد ختم ہو چکا ہے اور اس کے بعد کوئی جدید مجتہد نہیں پیدا ہوا۔

۱۴۔ جس طرح حضور سرور عالم ﷺ و مبلغ احکام لکھی ہیں اور آپ کی اطاعت جزو ایمان ہے ویسے ہی رئیس المجتہدین حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے حکم و ہدایت کے مبلغ و متبنین ہیں۔ اس حیثیت سے آپ واجب الطاعت ہیں۔

۱۵۔ کسی غیر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید اس طرح پر واجب ہے کہ وہ

اس امام کے تمام احکام میں اس کا مقلد ہو۔ کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کرنا اور کسی میں دوسرے امام کی تقلید کرنا تلفیق میں داخل ہے اور تلفیق سے تلخی بالذہن لازم آتی ہے جو قطعاً حرام ہے۔

۱۶۔ کسی غیر مجتہد کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی رائے سے کسی حکم فرعی سے متعلق حدیث پر عمل کرے۔

۵

خلافت و ولایت

۱۔ سرور عالم ﷺ کے بعد امام الصدیقین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الامت ہیں۔ آپ کے بعد عمر فاروق اکبر، عثمان ذی النورین، مولیٰ المؤمنین مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بترتیب خلافت افضل ہیں۔

۲۔ عشرہ مبشرہ۔ خاتون جنت۔ ام المؤمنین خدیجہ۔ ام المؤمنین بانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، حضرات امام حسن و امام حسین اور اہل اصحاب بدر و بیعت الرضوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ظاہر مطہر قطعی جنتی بلکہ گنہگار ان امت کے تکیہ گاہ ہیں۔

۳۔ (الف) تمام صحابہ خصوصاً اہل بدر و اہل بیعت الرضوان نجوم ہدایت ہیں۔ ان میں سے کسی پر طعن کرنا رفض و استحقاق دخول نار ہے۔ ان سب کی تعظیم و توقیر امت پر فرض اہم ہے۔ یہ سب اولیائے امت کے سردار اور شرف صحبت کے باعث ولایت خاصہ پر ممتاز ہیں۔ ان سے کرامات ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک ولی سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔

(ب) فتح مکہ معظمہ کے بعد جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مشرف باسلام ہوئے۔ ان سے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم افضل ہیں جو فتح مکہ معظمہ سے قبل مشرف

باسلام ہوئے لیکن ان دونوں قسم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اللہ تعالیٰ نے حسنی یعنی بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے ان میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرنا رفض و گمراہی ہے۔

۴۔ حقیقت ولایت یہ ہے کہ ایمان و اعمال صالحہ کے بعد جب اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا فرمان و یقین بطور وجدان بہرکت ذکر و تلاوت و صوم و صلوة و ہی طور پر جب بندہ صالح کو عطا ہوتا ہے تو مقامات ذیل اس کے سینہ پاک میں پیدا ہوتے ہیں۔ اخلاص۔ تواضع۔ توبہ۔ زہد۔ صبر۔ شکر۔ خوف۔ رجا۔ توکل۔ رضا۔ فقر۔ محبت۔ پھر وہ اسوائے حق سے معرض ہوتا ہے اور خوف و رجا الٰہی میں مستغرق۔ اس حالت میں ان مقامات کے آثار افراد بشر پر دو طریقے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ خوارق اور مریدین کی تربیت اور اس کو دجی و عصمت کے بجائے (جو کہ خواص انبیاء میں سے ہیں) کشف صادق اور گناہوں سے محفوظیت عطا ہوتی ہے۔ جس کے باعث وارث انبیاء و خلیفہ برحق قرار پاتا ہے۔ اور لفظ ولی کا مصداق ہوتا ہے۔

۵۔ سلاسل صوفیائے کرام جو مسلسل حضور ﷺ سے متصل ہیں ان کے معارف و مقامات من و عن انوار رسالت سے ماخوذ ہیں۔ ان میں مریدین کے طرق تربیت مقامات مذکورہ پر مبنی ہیں۔ اور مشائخ صوفیہ موصوف کشف صادق سے غائبین کے حال پر مطلع ہو کر ان کی ویسی ہی تربیت فرماتے ہیں جیسی حاضرین کی۔

۶۔ یا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وغیرہ و خانقہ کذا سیہ بغرض استمداد و طلب ہمت و دعا جائز و ثابت ہیں۔ ایسے و خانقہ کا انکار کرنا جہالت ہے اور ان کو شرک وغیرہ سے تعبیر کرنا ظلم اور ضلالت ہے۔

۷۔ ان کی مبارک صورت کا خیال مریدین کے خطرات اور واردات نفسی کے دور کرنے

میں وہی کام کرتا ہے جو ظن فاروقی شیطان کے دور کرنے میں کرتا تھا۔ ان مشائخ کی صورت مثالی جذبات نفس مرید کو مٹانے میں بہان قاطع ہے۔

۸۔ طریق استفادہ باطنی اور بیعت جو معمول مشائخ کرام ہے۔ ہر ایک مومن طالب کمال ایمان کے لئے سنت اور ضروری ہے۔

۹۔ خاص معمولات مشائخ، کیفیات اذکار اور ریاضات اصول وین سے ماخوذ ہیں۔ بعض اجتہاد اور بعض کشف۔

۱۰۔ ذکر جہر و سر شرعاً ثابت ہے اور قرب محبت الٰہی کے حصول کا باعث ہے۔
۱۱۔ حمد الٰہی، نعت سرور کائنات ﷺ اور مدح بزرگان و اولیا کرام اور اشعار متعلق محبت الٰہی کا خوش آوازی سے سن کر محبت الٰہی کا بھڑکانا شرعاً منہج و مستحسن ہے جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔

۱۲۔ عبادات بدنی و مالی کا ثواب انبیاء، اولیا اور دیگر اہل ایمان کی روح مقدسہ کو ہدیہ کرنا ثابت ہے اور اس کا مطلقاً انکار بدعت ہے۔

۱۳۔ بالخصوص بروز و فوات اولیا ثواب طعام و کلام سے فاتحہ رسانی نزول برکات کا باعث اور تازگی ایمان ہے۔

⑨

شرکیات

۱۔ شرک و کفر بلحاظ نتیجہ متحد ہیں۔ دونوں کا مرتکب ابدی عذاب کا مستحق ہے۔
۲۔ حقیقت شرک یہ ہے کہ غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادت مانا جائے اور اس کے امارات سے یہ ہے کہ بندگان حق تعالیٰ محبوبان الٰہی کی ان قابل عظمت صفات کو جو عام بنی نوع میں مفقود ہیں (مثلاً کشف بلا، استجاب دعا، تاثیر، تسخیر وغیرہ)

صفات جناب باری تعالیٰ کے برابر خیال کیا جائے (نحوہ باللہ تعالیٰ) اور بتائیں نہایت عجز و نیاز کے افعال ان کے سامنے اسی نیت سے ادا کیے جاویں کہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ معبود ہے۔

۳۔ شریعت حقہ شرک کو رفع فرماتی ہے اور صفات عباد اور صفات ربوبیت میں مابہ الامتیاز ظاہر فرمانا بعثت رسل کا عظیم مقصد ہے۔

۴۔ محبوبان الہی کی صفات مذکورہ کو باطل نہیں کہا جاسکتا بلکہ وہ ان کی حقیقت واقعہ کا اظہار ہے جس سے کہ صفات ربوبیت کی برتری و تقدس ظاہر ہو۔

۵۔ محبوبیت و شفاعت جو کہ تمام ادیان و شرائع میں خواص بشر کے لیے ثابت کی گئی ہے اس کو ایسا منصب خیال کرنا کہ جس سے عبد مختار ہو کر تصرفات الہیہ کو (معاذ اللہ) مزاحمت سے روک سکے شرک ہے اور رضائے الہی اور اس کی اجازت پر موقوف سمجھنا اور اس میں درحقیقت عنایت الہیہ کا ظہور جاننا ایمان و توحید ہے۔

۶۔ ایسا ہی خوارق، کرامات اولیا اور اشراق باطنی سے ان کو مغیبات پر بلا فریہ عطیہ الہی مطلع تسلیم کرنا شرک ہے اور بذریعہ تواس روحانی و ناسوتی جو انہما اور اولیا کو عطا ہوتی ہیں۔ ان امور کا اللہ تعالیٰ کی تعلیم و عطاء سے تسلیم کرنا عین ایمان ہے۔

۷۔ صفات عبودیت کو صفات ربوبیت سے شریک کرنے والا شرک ہے اور ان کا مطلقاً منکر گمراہ اور مبتدع ہے اور ہر ایک کے حقوق پر نگاہ رکھنے والا صراط مستقیم پر ہے۔ **يُثَبِّتُ اللَّهُ عَلَيْهِ بِخُرْمَةٍ خَيْرٍ مِّنْ سُلُوكِ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَسَلَّمَ**

②

کفریات و گناہ کہا

۱۔ خداوند کریم جل جلالہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کا اور ان

احکام کا جو من عند اللہ یا من عند الرسول ثابت ہوں انکار کرنا کفر ہے۔ ان احکام کا ثبوت تین طور سے ہوتا ہے۔ (۱) آیت کے معانی جو حسب محاورہ عرب قطعی طور پر مفہوم ہوں (۲) حدیث شریف متواتر کے معانی قطعیہ حسب لغت و محاورہ (۳) اجماع مجتہدین امت راشدہ جو قطعی ہو، ان طرق ثلاثہ سے جو بات پایہ ثبوت کو پہنچے مومن پر اس کا ظاہر باطناً تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ بصورت انکار صریح بلا تاویل (معاذ اللہ) فقہاء کے نزدیک مطلقاً ظلمت کفر میں مبتلا ہونا ہے اور جو شخص بلا وجہ حق واضح میں بے عمل تاویل کو بہانہ انکار قائم کرے کافر ہے۔

۲۔ ارکان ایمان و اسلام اور ضروریات دین میں سے کسی کا انکار قولاً یا فعلاً کفر ہے۔

۳۔ قوائے انسانی کو لفظ ملائکہ واردہ فی النص کا معنی مراوی قرار دینا اور قوت نظریہ نبی علیہ السلام کو جبرئیل ماننا خلاف نص و اجماع اور کفر قطعی ہے کہ ضروریات دین کا انکار ہے۔

۴۔ حشر اجساد و نعیم جنت کی جس کیفیت سے تفصیل کلام شارع میں وارد ہے بلا تاویل تسلیم کرنا ضروری ہے۔ اور اس کا انکار کفر ہے۔

۵۔ بعد بعثت سرور کائنات ﷺ بعثت نبی کو جائز ماننا یا اس کو ختم نبوت نہ جاننا کفر ہے۔

۶۔ بالاطلاق احادیث کا واجب الاطاعت نہ سمجھنا کفر ہے۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ کی جناب پاک میں بے ادبی (معاذ اللہ) قولاً فعلاً چمک یا تحقیر کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

۸۔ قرآن عظیم میں تحریف ماننا کفر ہے۔

۹۔ کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل ماننا کفر ہے۔

۱۰۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی تکذیب کفر ہے۔

۱۱۔ منکرین ضروریات دین کے عقائد کے شرعی رد و ابطال کو جھگڑا اور فساد بتانا کفر ہے۔

﴿ ۳ ﴾

بر صغیر میں افتراق بین المسلمین

کا آغاز و ارتقا

تحریر ۱۹۹۸ء

ہندوستان میں انگریزوں کی آمد اور پھر برطانوی حکومت کی فقیانی کے بعد انھوں نے اپنی فرماں روائی کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے قیامت خیز فتنہ سامانیوں اور بدترین شرانگیزیوں کا آغاز کیا۔ انگریزوں کی اس انتہائی بھیانک سازش ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ سے ہر ہندوستانی واقف ہے مسلمانوں کا اتحاد اور ایمانی قوت برطانوی حکومت کے راستے کا سب سے بڑا پتھر تھی، مسلمانوں کا مستحکم دینی اور ملی شیرازہ ان کی آنکھ کا سب سے بڑا کاٹنا تھا۔ انھوں نے پیہم تلاش و جستجو کے بعد اس حقیقت کو اچھی طرح پایا تھا کہ مسلمانوں کے دینی اتحاد اور جہاد کے جوش جنوں کا بنیادی سررشتہ مدنی تاجدار ﷺ کے دربار گہر بار سے ملتا ہے۔ ان کی دینی دلی عظمت و شوکت کا تاج محل عشق رسول اور محبت اولیا کی بنیادوں پر قائم ہے۔ ان کے ملی شیرازہ کو نکھیرنے اور دینی شوکت کو منہدم کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے ضمیر فروشوں کو منتخب کیا جائے جو قرآن و حدیث کی نت نئی تعبیریں کر کے اخلاص پوشہ مسلمانوں کے دلوں سے عشق رسول اور عظمت اولیا کو ختم کر دیں۔ یہ سازش مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کا باعث بھی ہوگی اور برطانوی حکومت کے استحکام کا سبب بھی۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

اپنی اس سازش کا سر بزم پر وہ چاک کرتے ہوئے انگریز مصنف سر جان میلکم لکھتا ہے:

”ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو بڑی جماعتیں ہیں ان کو تقسیم کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے تاکہ وہ جدا

رہیں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں۔ (۱)

(۱) ماہنامہ ”البلغ“، کراچی فروری ۱۹۶۹ء، مضمون، برصغیر کے اسلامی مدارس از شمس الحق افغانی

مشہور ریویو بندی ادیب و صحافی آغا شورش کاشمیری نے انگریزوں کی اختلاف بین المسلمین والی سازش کے بنیادی خطوط کی نشاندہی کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

”ان (انگریزوں) کے سامنے ہندوستان میں برطانوی عملداری کو استحکام دینے کے لیے چار سوال تھے:

۱۔ مسلمانوں اور ہندوؤں میں مغائرت کیوں کر پیدا کی جاسکتی ہے۔ اب تک عقیدوں کی ضد کے باوجود ان کے ذہنوں میں تصادم نہیں تھا۔ دونوں مذہبی بعد کے باوجود انگریزوں سے متحد ہو کر لڑ رہے تھے اور تب سوال صرف مسلمانوں کی بادشاہت کا تھا۔

۲۔ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی درازی سحر اور سیاسی استحکام اس وقت تک ناممکن ہے جب تک مسلمانوں میں روح جہاد کا رفرما ہے۔

۳۔ اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھولا جائے۔ اس طرح مسلمان جہاد سے روگرواں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں گے۔ مجاہد کی جگہ مناظرہ لے گا۔ جہاد کا خدشہ مٹے گا۔ مسلمانوں کی کایا کلب ہوگی۔ نتیجہ برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہوں گی۔

۴۔ مسلمانوں میں نئے اور پرانے فرقوں کی معرفت متحاب اور متصادم عقائد پیدا کئے جائیں۔ جن سے ان کی ملی وحدت پر آگندہ ہو جائے اور وہ باہمی نفاق کی مخلوق ہوں۔

انگریز ہر چار سوالوں کا جواب پیدا کرنے میں کامیاب رہا۔ اس سے بعض مراحل گزر جانے کے بعد، ہندوستانی مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو پہلی جنگ عظیم کے آغاز تک اس قدر لاغر کر دیا کہ مسلمان نظر بہ ظاہر مسلمان ہی تھے۔ لیکن ان کی اکثریت یحییٰ و یسار کے تذبذب کا شکار ہو کر غلامی پر قانع ہو گئی۔“ (۲)

(۲) آغا شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت ص ۱۳۰-۱۳۱، ناشر مطبوعات چٹان لاہور۔

انگریزوں نے اپنی اس اسلام دشمن سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے خاک ہند سے کچھ وین فروش علماء اور ضمیر فروش لیڈروں کا انتخاب کیا۔ اب ذیل میں ہم تاریخ و شواہد کی تیز روشنی میں برطانوی حکومت کے ان زرخیز غلاموں کے چہرے سرعام بے نقاب کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے انبیاء اور اولیاء کی توہین، نئے فرقوں کی ایجاد، تفریق بین المسلمین اور انگریزوں کے خلاف جوش جہاد کم کرنے کے لیے اپنی تحریک و عمل اور زبان و قلم کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور برطانوی حکومت سے اعلیٰ تمغات، بھاری انعامات اور اپنے منت نئے عقائد اور نوپید مذہب کی نشوونما اور اشاعت کے لیے مسلسل وظائف حاصل کئے۔

انگریزوں نے خاک ہند کے مختلف مقامات سے بااثر علماء اور لیڈروں کا انتخاب کر لیا۔ جب کہ اکثر مقامات پر ان کی کندیں ناکام ثابت ہوئیں۔ دہلی کے مشہور شاہ ولی اللہی خاندان سے مولوی اسماعیل دہلوی پر جال پھینکا اور امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ دولت اور اقتدار کا لالچ و بکر دہلوی جی کے فکر و نظر اور زبان و قلم کا سودا کر لیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے بلا کسی تاخیر اور پس و پیش کے برطانوی حکومت کے طے شدہ خطوط کے مطابق اپنے کام کا آغاز کر دیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے ساتھ کچھ ضمیر فروش علماء اور جہلا کو بھی لے لیا ان میں سید احمد رائے بریلوی، مولوی عبدالحی بڑھنوی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے برطانوی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے اپنا دین و ایمان تک تہ تیغ دیا۔

یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ دیوبندی اور وہابی تحریکوں سے قبل ہندوستانی مسلمان اپنے قدیم دینی مذہب اور متواتر روایات و معمولات پر پوری سختی کے ساتھ کاربند تھے ان مصلح خفی الہست و جماعت میں کسی نئے مذہب کی بناؤالنا

اور خود ساختہ عقائد کو پھیلانا پورے ہندوستانی مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کی آگ لگانے کے مترادف تھا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے برطانوی مقاصد کی تکمیل کے لیے ”تقویۃ الایمان“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں متواتر عقائد و معمولات کے خلاف بنام اسلام خود ساختہ عقائد و معمولات رقم کئے اور قرآن و سنت کی ایسی تعبیریں اور تشریحیں پیش کیں کہ گزشتہ صدیوں میں ان کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ ان نظریات پر مسلمانان ہند میں اختلاف و انتشار اور جنگ و جدال کی آگ بھڑک جانا بالکل یقینی امر تھا۔ اس کا احساس خود مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی تھا اور انہوں نے خود ایک موقع پر اس کتاب سے پیدا ہونے والے انفراق بین المسلمین کے اندیشے کا دہی زبان میں اظہار بھی کیا حالانکہ وہی ان کا بنیادی مقصد تھا۔ جس میں انھیں صد فی صد کامیابی ہوئی۔ مولوی اسماعیل صاحب نے اس کتاب کے نتائج اور ثمرات کے حوالے سے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

”میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ گو کہ اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑک خود ٹھیک ہو جائیں گے۔“ (۳)

اختلاف بین المسلمین کے بنیادی منشا کو پورا کرنے والی اس کتاب میں متواتر عقائد و معمولات رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا اور خود ساختہ عقائد و نظریات کو اصل دین بنا کر پیش کیا، توہین رسول جو ”انفراق بین المسلمین“ کا بنیادی حربہ تھا یہ نقطہ نظر پوری کتاب میں مد نظر رہا ہے۔ اب ذیل میں ہم تقویۃ الایمان کے حوالے سے چند عقائد نقل کرتے ہیں۔

۱۔ رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر (۴)

(۳) مولوی اشرف علی، ارواح خلافت، ص ۸۱: (۴) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، ص ۷۵

۲۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (۵)

۳۔ رسول خدا مر کئی میں مل گئے۔ (۶)

۴۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (۷)

۵۔ اللہ کے سوا کسی کو نہ مان (۸)

۶۔ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے (۹)

۷۔ اولیا و انبیاء و امام زادہ، پیرو شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، وہ انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر اللہ نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (۱۰)

۸۔ سب انبیاء اور اولیا، اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (۱۱)

ایک حدیث کا ترجمہ یہ کیا۔ پھر اللہ آپ ایسی ایک باؤ (ہوا) بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جاویں گے اور وہی لوگ رہ جائیں گے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔

مولوی اسماعیل دہلوی اس پر نوٹ لگاتے ہیں:

سو یہ غیر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ یعنی بھیج چکا اللہ ایسی باؤ جس سے وہ سب اچھے بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا مر گئے اور اب کوئی مسلمان باقی نہ رہا۔ (۱۲)

۹۔ اللہ کو غیب کا علم ہر وقت نہیں رہتا بلکہ جب چاہتا ہے غیب کی بات دریافت کر لیتا ہے (۱۳)

(۵) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۳۲۔ مطبوعہ۔ (۶) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ

الایمان ص: ۷۹۔ (۷) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۲۹۔ (۸) مولوی اسماعیل دہلوی،

تقویۃ الایمان ص: ۲۳۔ (۹) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۱۹۔ (۱۰) مولوی اسماعیل

دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۴۳۔ (۱۱) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۷۳۔

(۱۲) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۲۶۔ (۱۳) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان

ص: ۲۶۔

۱۰۔ ہر مخلوق بڑا ہوا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمارے سے بھی ذلیل ہے (۱۴)

۱۱۔ اپنی اولاد کا نام عبد اللہ، عبد الرسول، علی بخش، نبی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین،

غلام معین الدین رکھنا شرک ہے۔ (۱۵)

اختصار کے پیش نظر اس رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الایمان“ سے چند عقائد

نقل کر دیئے گئے، پوری کتاب ہی اسلامی روایات کی بیخ کنی، تقدیس الوہیت اور عظمت رسالت سے کھلی دشمنی اور اسلاف و اولیا کی حرمتوں پر بخش زنی سے بھری پڑی ہے۔ بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ کو مشرک قرار دے کر برطانوی حکومت کے

طے شدہ نشانوں پر بالکل ایک نئے مذہب کی بنا ڈالی ہے۔ گویا کھنڈیق بین المسلمین کی مہم سر کرنے کے لیے نقشہ خود انگریزوں نے بنایا اور قرآن و سنت کی نئی تعبیریں پیش کر کے اسے زمین پر اسماعیل دہلوی اور ان کے حواریوں نے اتارا۔ لیکن عہد رسالت

سے متواتر چلے آ رہے عقائد و معمولات کے خلاف بنام اسلام کسی نئی آواز کو اٹھانا آسان نہیں تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ پورے ہندوستان میں اختلاف و انتشار، قتل و غارت گری، اور حق و باطل کی معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ اس خطرے کا احساس مولوی اسماعیل دہلوی کو بھی تھا لیکن برطانوی حکومت کی مستحکم پشت پناہی کی وجہ سے کافی حد تک مطمئن تھے۔

تقویۃ الایمان کی شورش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خود مصنف لکھتے ہیں:

”مواں سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ (۱۶)

اس عبارت پر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کا یہ دروناک نوٹ

(۱۴) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۱۹۔

(۱۵) مولوی اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان ص: ۸۔

(۱۶) مولوی اشرف علی تھانوی، ازوارح خلافت ص: ۸۱۔

ملاحظہ فرمائیے۔

”مولوی اسٹیل دہلوی کی یہ توقع پوری ہوئی، اس سے مسلمانوں میں لڑائی، جھگڑا، قتال، خونریزی ہوئی اور اب تک ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ گھر گھر اختلاف پیدا ہوا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہو گیا اور ہورہا ہے۔ رو گئی یہ توقع کہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس خیال است و محال است و جنوں۔ (۱۷)

پاکستان کے مشہور نقاد محمد حسن عسکری ”تقویۃ الایمان“ پر اسلامیان ہند کی ہنگامہ آرائی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”یوں تو حالی کے زمانے سے بہت پہلے ”تقویۃ الایمان“ شائع ہو چکی تھی اور اس بات پر پورا غور پر پا ہو چکا تھا کہ رسول کی عزت صرف اتنی کرنی چاہئے، جتنی بڑے بھائی کی۔ (۱۸)

آہ! چند سکوں پر دین و ایمان کا سودا کرنے والے یہ نام نہاد قائد کتنے نادان تھے، جنہوں نے ملت اسلامیہ سے غداری کر کے پوری ملت کا شیرازہ اتحاد پارہ پارہ کر دیا۔ اور اب اختلافات کی دیواریں اتنی بلند ہو چکی ہیں کہ انہیں گرانا آسان نہیں۔ اس کی بس ایک صورت نظر آتی ہے کہ ان نئے فرقوں کو حرف غلط کی طرح دل و دماغ سے مٹا دیا جائے اور پوری ملت سر جوڑ کر بیٹھے اور پوری شدت کے ساتھ انہیں عقائد و معمولات کو اختیار کر لے جو ان اختلافات سے پہلے تھے۔ اور جو متواتر طور پر برطانوی حکومت سے پہلے جمہور اہل سنت کے ہر گھر آگن میں رائج و معمول تھے۔ اسے کاش آج عقیدہ عمل کا پھر وہی دور اتحاد پلٹ آتا، جو سلطان الہند حضرت خواجہ مبین بدین چشتی اجیری سے حضرت نظام الدین اولیا تک تھا اور جس اتحاد کی ریشمی

(۱۷) مفتی محمد شریف الحق امجدی، سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ ص: ۳۷، دائرۃ البرکات گھنسی

(۱۸) محمد حسن عسکری، تارہ یا داہان ص: ۳۰۳ بحوالہ تقدیم ”الوہابیہ“ مجمع المصباحی، مہار کپور

دوری میں سلسلہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے تمام مشائخ عظام اور مرشدان طریقت بندھے ہوئے تھے۔ اور جن عقائد و معمولات پر خاک ہند کے یہ اکابر اہل سنت متحد و کار بند تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، علامہ عبدالحق فرنگی بکلی لکھنوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی، شاہ احمد سعید مجددی رامپوری، علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ عبدالحق فرنگی بکلی لکھنوی، علامہ فضل رسول بدایونی، سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی، مفتی ارشاد حسین رامپوری، مفتی غلام رسول قصوری لاہوری، علامہ عبدالقادر بدایونی، مفتی شاہ سلامت اللہ رامپوری، مفتی مظہر اللہ دہلوی، مولانا انوار اللہ حیدر آبادی، سید شاہ علی حسین کچھوچھوی اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہم الرحمہ والرضوان۔ اس مختصر تحریر میں کن کن علما و مشائخ کا ذکر کیا جائے۔ برطانوی حکومت کے اس اختلاف بین المسلمین کی ختم ریزی سے قبل پورے برصغیر کے علما و مشائخ بنیادی عقائد و معمولات میں ہم خیال اور ہم فکر تھے۔ مگر اب تو عالم یہ ہے کہ فرقہ پرستی کی اس جنگ میں فحش گالیوں سے لے کر قتل و غارت گری تک کی قیامت آشوب واردات رونما ہو رہی ہیں۔

دیوبندی مکتب فکر کے ایک عالم مولوی احمد رضا بجنوری ”تقویۃ الایمان“ کی شرانگیزی پر اشک ندامت بہاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”انسوں ہے کہ اس کتاب ”تقویۃ الایمان“ کی وجہ سے مسلمان ہندوپاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فی صد حنفی مسلک ہیں دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطے میں بھی ایک امام ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں۔ (۱۹)

جب ”تقویۃ الایمان“ برطانوی حکومت کے اہتمام سے چھپ کر منظر عام پر (۱۹) مولوی احمد رضا بجنوری، انوار الباری، جلد نمبر ۱۱، ص: ۱۰۷۔

آئی تو علما و مشائخ اور عوام میں قیامت صغریٰ برپا ہو گئی۔ مولوی اسماعیل دہلوی کا خاندان خود دینی علوم کا مرکز اور رشد و ہدایت میں مرجع خلافت تھا۔ اس کتاب کی تردید میں اولین پیش رفت اسی خاندان کی جانب سے ہوئی، شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ) اور شاہ عبدالقادر (م ۱۲۳۲ھ) دونوں بچپا تھے۔ شاہ مخصوص اللہ (م ۱۲۷۳ھ) اور شاہ محمد موسیٰ دونوں بچپازو بھائی تھے۔ ان تمام حضرات نے پوری شدت سے مولوی اسماعیل کا بایکات کیا، سمجھانے کی ہزار کوشش کی، تقریری اور تحریری تردیدیں کیں۔ مناظرے تک کی نوبت آئی مگر تطہیر و اصلاح کی ہر کاوش بے سود ثابت ہوئی۔ سچ ہی کہا ہے کسی اللہ والے نے ”کہ گمراہی اور بد مذہبی جب کسی کا مقدر بن جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے راہ راست پر نہیں لاسکتی۔“ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تو یہاں تک فرمایا:

”میں اس وقت بوڑھا ہو گیا ہوں ورنہ ”تقویۃ الایمان“ کے رد میں بھی ”تحد اشاعریہ“ کی طرح ایک ضخیم کتاب لکھتا۔“

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایما پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے ذریعہ مولوی اسماعیل کو یہ پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو۔ اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا۔ مولوی اسماعیل نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اسے سوشہید کا ثواب ملے گا۔

اس کے جواب میں شاہ عبدالقادر نے فرمایا:

”بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ (ذریعہ بحث سلسلہ) میں سنت کے مقابل خلاف نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیوں کہ جس طرح

رفع یدین سنت ہے یوں ہی ارسال (رفع یدین نہ کرنا) بھی سنت ہے۔“ (۲۰)

اس پر مولوی اسماعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشاور میں پٹھان علما نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور سوشہیدوں کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

پاکستان کے مشہور محقق باغی ہندوستان کے جملہ نگار ”تقویۃ الایمان“ کے مضر اثرات پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تقویۃ الایمان کا منظر عام پر آنا تھا کہ واقعی زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور سواد اعظم اہل سنت کی طرف سے بیسیوں کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں، اس کتاب نے اختلاف و انتشار کا ایسا دروازہ کھولا کہ ”شورش بھی ہوئی، لڑائی بھڑائی“ بھی ہوئی مگر ٹھیک ہونے کا مرحلہ شاید صبح قیامت تک نہ آ سکے۔ (۲۱)

تقویۃ الایمان کی اشاعت کے بعد احتجاجات اور اختلافات کا بازار گرم ہو گیا تھا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ تقویۃ الایمان اور تحریک وہابیت کے رد میں لکھی جانے والی کتابوں کی ایک مختصر فہرست پیش خدمت ہے:

- ۱۔ معید الایمان از مولانا مخصوص اللہ دہلوی بن شاہ رفیع الدین دہلوی
- ۲۔ تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ از مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی
- ۳۔ جیہ العمل فی ابطال النیل از مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی
- ۴۔ سیف الجبار از مولانا فضل رسول بدایونی
- ۵۔ الدر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ از شیخ سید احمد بن زینی وطلان مفتی مکہ
- ۶۔ سیوف البارقہ علی روس الفاسقہ از امام الفقہ محمد عبداللہ خراسانی

(۲۰) مولوی اشرف علی تھانوی، حکایات اولیا (ارواح مثالیہ) ص: ۱۱۹-۱۲۱ دارالاشاعت کراچی
(۲۱) از علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور، جملہ باغی ہندوستان، ص: ۳۲۹، مجمع اسلامی مبارکپور

۷۔ تنزیہ الرحمن عن شائبۃ الکذب والنقصان از مولانا احمد حسن کاپوری خلیفہ شاہ امد اللہ

۸۔ شرح الصدور فی دفع الشرور از مولانا مخلص الرحمن اسلام آبادی چانگائی

۹۔ میزان عدالت فی اثبات شفاعت از مولانا محمد سلطان کنگی

۱۰۔ ہادی المسلمین از مولانا کریم اللہ دہلوی

۱۱۔ ازالتہ الحلوک از مولانا حکیم فخر الدین الہ آبادی

۱۲۔ شرح تحفہ محمدیہ فی رد فرقۃ المرتدہ از مولانا سید اشرف علی گشن آبادی

۱۳۔ ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوداہیہ از مولانا سید حیدر شاہ کچھ بھوج سحجرات

۱۴۔ رسالہ تحقیق توحید و شرک از مولانا محمد حسن پشاور

۱۵۔ رسالہ حیات النبی از شیخ محمد عابد سندھی استاذ عربی مدینہ منورہ

۱۶۔ گلزار ہدایت از مولوی صبغۃ اللہ مفتی مدراس

۱۷۔ سلاح المؤمنین فی قطع الخارجین از مولانا سید لطف الحق قادری بٹالوی

۱۸۔ تحفۃ المسلمین فی جناب سید المرسلین از مولانا عبد اللہ سہارنپوری

۱۹۔ رسم الخیرات از مولانا خلیل الرحمن یوسفی مصطفیٰ آبادی

۲۰۔ سبیل النجارج الی تحصیل الفلاح از مولانا ترازب علی لکھنوی

۲۱۔ سفینۃ النجات از مولانا محمد اسلمی مدراسی

۲۲۔ نظام الاسلام از مولانا محمد وجیہ مدرس مدرسہ کلکتہ

۲۳۔ حنبیہ الضالین و ہدایت الصالحین جامع فتاویٰ علمائے دہلی و حرمین شریفین

۲۴۔ قوۃ الایمان از مولانا کرامت علی جوہری

۲۵۔ حقائق الحق از مولانا سید بدر الدین الموسوی حیدر آبادی

۲۶۔ خیر الزادیوم المعاد از مولانا ابوالعلیٰ خیر الدین مدراسی

۲۷۔ نعم الاغیاء لدفع الاشتباہ از مولانا معلم ابراہیم خطیب جامع مسجد سہمی

۲۸۔ دفع المہتان فی رد بعض احکام حنبیہ لانسان از مولانا محمد یونس مترجم عدالت شاہی

۲۹۔ ہدایت المسلمین الی طریق الحق والیقین از قاضی محمد حسین کوئی

۳۰۔ آفتاب محمدی از مولانا فقیر محمد تہلمی پنجابی

۳۱۔ گفتگو جمعہ (محمود شاہ دہلی سے مناظرہ) از مولانا قاضی فضل احمد نقشبندی مجددی پنجابی

۳۲۔ میزان الحق از مولانا قاضی مفتی احمد نقشبندی مجددی پنجابی

۳۳۔ انوار آفتاب صداقت از مولانا قاضی فضل احمد مجددی

۳۴۔ امتناع النظیر از علامہ فضل حق خیر آبادی

۳۵۔ بوارق محمدیہ از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی

۳۶۔ المستفاد المستفید

۳۷۔ تلخیص الحق

۳۸۔ احقاق الحق و ابطال الباطل

۳۹۔ سوط الرحمن علی قرن الشیطان از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی

امام احمد رضا بریلوی ان کے تلامذہ و خلفاء اور عہد حاضر کے دیگر علما کی تصانیف اس فہرست میں شامل نہیں، واضح رہے کہ ان کتابوں میں اکثر وہ ہیں جو ایک صدی یا اس سے قبل کی ہیں۔ نامہ فضل خیر آبادی، شاہ محمد موسیٰ دہلوی، شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور شاہ فضل رسول بدایونی وغیرہ سینکڑوں علما نے اسٹیل دہلوی کے دور ہی میں تقریر و تحریر سے زبردست تردید کی۔

جامع مسجد علی میں ۱۹ ربیع الثانی ۱۲۳۵ھ بروز منگل بوقت صبح مولوی عبدالحی ترجمہ بیان کر رہے تھے اس مجلس میں مولوی اسٹیل دہلوی بھی تھے، اسی دوران علماء اہلسنت کا ایک وفد جامع مسجد پہنچا جس میں مولانا رشید الدین خاں، علامہ فضل حق،

مولانا مخصوص اللہ دہلوی، مولانا موسیٰ دہلوی، مولانا محمد شریف، مولانا عبداللہ انخوی شیر محمد تھے۔ ان علمائے کرام نے عبید اللہ نامی ایک طالب علم کے ذریعہ اپنے کسی فتوے پر مولوی عبدالحی سے تصدیق کرانا چاہی، کہ تمام علمائے دہلی کی تصدیقات حاصل ہو چکی ہیں آپ بھی تصدیق کر دیجئے۔ مولوی عبدالحی نے صاف انکار کر دیا کہ میں کچھ نہیں جانتا طالب علم نے کہا کہ آپ یہی لکھ دیجئے کہ میں کچھ نہیں جانتا لیکن جب ہزار اصرار کے بعد یہ بھی نہیں لکھا تو مولانا مفتی شجاع الدین خاں نے آگے ڈھک فرمایا آپ کے منت نئے عقیدوں سے پوری دہلی میں انتشار و اختلاف پیدا ہو گیا ہے، ان حالات میں اس کا فیصلہ ضروری ہے اس کے بعد مولوی اسماعیل دہلوی اور مولوی عبدالحی نے گول مول گفتگو کی اور اٹھ کر جانے لگے مولانا رحمت اللہ صاحب نے مولانا اسماعیل دہلوی سے کہا کہ آپ علما دہلی کے اس متفقہ فتوے پر دستخط کیوں نہیں کرتے اس پر مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا میں کسی کا ملازم نہیں اور گھبرا کر اپنے حامیوں سے کہا جاؤ و قول کو بلاؤ یہ مجھ پر سختی کر رہے ہیں علما اہلسنت نے سخت نوٹس لیتے ہوئے کہا آج سے اپنے گمراہ کن عقائد کی تشہیر و اشاعت بند کیجئے ورنہ اسی جگہ انہی مناظرہ کیجئے مگر مولانا اسماعیل نے ایک نہ سنی اور وہاں سے انتہائی شرمساری اور ناکامی کے ساتھ چل دیے اور مناظرہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے اس کے بعد یہ خبر دہلی بھر میں گشت کر گئی کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے عقائد سلف صالحین اور مشائخ اہلسنت کے خلاف ہیں اور اس کے بعد اہل دہلی نے ان کی تقریروں کا بائیکاٹ شروع کر دیا اور بقول آغا شورش کاشمیری قریب ایک ماہ دہلی میں ان کی کوئی تقریر نہیں ہوئی لیکن پھر انگریز حکمرانوں نے اپنے حاکمانہ اثرات کا استعمال کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کی تقریر کرنے کے لئے مواقع فراہم کئے۔

مولوی اسماعیل دہلوی کے ہم درس مولانا منور الدین نے بھی مولوی اسماعیل

کے رد میں متعدد کتابیں لکھیں اور جامع مسجد دہلی میں مولوی اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا، مولانا منور الدین اپنے عہد کے فخر استاذ اور ممتاز عالم دین تھے، ان کے تبحر علمی کی شہرت جب بوئے گل کی طرح پھیلی تو شاہ عالم ثانی نے انھیں ”رکن المدرسین“ بنادیا۔ رکن المدرسین کا منصب اس وقت سب سے بڑے استاذ اور کثیر التلامذہ شخصیت کو دیا جاتا تھا بقول آغا شورش کاشمیری ”مولانا منور الدین نہایت درجہ کے خود ار اور علم مست انسان تھے، امراء کے ہاں بالکل نہ جاتے نواب جھجھو نے ہر چند چاہا کہ ان کے بیٹے کی شادی میں چند لکھوں کے لئے آجائیں، اکبر شاہ ثانی سے سفارش کرائی لیکن ہرگز نہ مانے ”مدرسہ عالیہ کلکتہ“ کے پرنسپل مولانا سعید الدین، علامہ فضل حق خیر آبادی کے والد علامہ فضل امام خیر آبادی اور علامہ فضل رسول بدایونی وغیرہ اساتذہ روزگار ان کے شاگرد تھے، مولانا منور الدین جناب ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین کے حقیقی نانا اور مربی و استاذ تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اپنے پرانا حضرت علامہ منور الدین علیہ الرحمہ کے تعلق سے لکھتے ہیں:

”مولانا اسماعیل شہید مولانا منور الدین (متوفی ۱۳۳۳ھ) شاگرد رشید

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم درس تھے، شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے

بعد جب انھوں نے ”تقویۃ الایمان“ اور ”جلاء العینین“ لکھیں اور ان کے مسلک کا

ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل مچ گئی۔

ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے

دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۳۳۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد دہلی میں کیا علمائے

ہند سے فتویٰ مرتب کرایا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ

انھوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق شاہ عبدالعزیز کے داماد مولانا عبدالحی

کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا، لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ خود ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔ (۲۲)

قطب بنارس حضرت مولانا مفتی رضا علی بناری تاریخ ہند کے مقتدر علمائے کرام میں گزرے ہیں جب ان کے عہد میں فتنہ دہلیت نے زور پکڑا تو لوگ ذہنی کش مکش میں مبتلا ہونے لگے، اسماعیل دہلوی کی زندگی میں ہی قطب بنارس کی بارگاہ میں مولوی اختر دہلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے تعلق سے استفتا کیا گیا آپ نے اس کا انتہائی معلومات افزا اور محققانہ جواب سپرد قلم فرمایا جو اسی دور میں ایک اشتہار کی شکل میں شائع ہوا۔ یہ فتویٰ ہمارے اس دعوے کی واضح اور ناقابل شکست دلیل ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں مذہبی افتراق و انتشار کا آغاز مولوی اسماعیل دہلوی کی کتب و نظریات سے ہوا۔ سوال و جواب کی عبارت حسب ذیل ہے:

مولوی اسماعیل دہلوی و
مولوی اسحق دہلوی در عقائد
چگونہ اند و حال تصانیف ایشان
اعنی "تقویۃ الایمان" و مسائل
اربعین و مائۃ مسائل و صراط
مستقیم و تنویر العینین و ابضاح
الحق وغیرہ چگونہ اند؟ موافق
عقائد اہلسنت اند یا خلاف آن؟
بینوا تو جروا۔

اب ذرا اول در ماغ کی مکمل نیکسوئی کے ساتھ مولوی اسماعیل دہلوی کے معاصر

(۲۲) مولانا ابوالکلام آزاد، آزاد کی کہانی ص: ۶۰

قطب بنارس کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے۔

"احوال مولوی اختر دہلوی (مشہور بالمہاجر) یہ ہے کہ ان کی "مائۃ مسائل" و "مسائل اربعین" جو تالیف ہوئی ہے اس میں اول تو جاہجا مخالف ہے اور اکثر مسائل ان دونوں کے خلاف عقائد اہلسنت و جماعت ہیں۔

چنانچہ رد مسائل "اربعین" میرے پیر و مرشد حضرت شاہ احمد سعید بن ابوسعید المجددی نقشبندی المنظمی نے لکھا ہے۔ وہ میرے پاس موجود ہے۔ نام اس کا "تحقیق الحق المسلمین فی اجوبۃ مسائل اربعین" ہے مدینہ شریف میں میں نے اس کو پایا ہے۔ حضرت صاحب موصوف سے مجھ کو ملی ہے۔

اور رد "مائۃ مسائل" بہت لوگوں نے لکھی ہے چنانچہ ایک رد شاہجہاں آباد میں ہوئی ہے اور مطبوع بھی ہوئی ہے۔ اور ایک کتاب سنی "صحیح المسائل" رد "مائۃ مسائل" میں چھپی ہے۔ مولوی مخصوص اللہ پسر مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی برادر مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، انھوں نے بھی رد ان کے مسائل اور عقائد کی لکھی ہے۔ اور رد "تقویۃ الایمان" مولوی اسماعیل دہلوی بھی لکھی ہے، نام اس کا "معید الایمان" رکھا ہے۔ مجھ سے مولوی مخصوص اللہ صاحب سے دہلی میں ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا کہ در باب مولوی اسماعیل دہلوی آپ کیا فرماتے ہیں؟ کہا کہ اس کو ہم لوگوں نے بہت سمجھایا، نہیں مانا اور جتنا ہندوستان میں فتنہ پھیلا ہے اس کی ذات سے پھیلا ہے۔ اٹھی

کتاب تحقیق الحق کہ اس کا نام تاریخی ہے احوال میں مولوی اسماعیل اور مولوی اختر دہلوی کی تالیف ہوئی، اور مطبوع مطبع محبوبی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے مولوی مخصوص اللہ صاحب نے۔

"اس کا رسالہ تقویۃ الایمان عمل نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ کا ہے اور فتنہ اور غاوی اور مغوی ہے۔ حق اور سچ یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں یہ دو شخص

مولوی اسماعیل اور مولوی اسحاق ایسے پیدا ہوئے کہ دونوں کو امتیاز اور فرق نیتوں اور حیثیتوں کا اور اعتقادات اور اقراروں کا اور نسبتوں اور اضافوں کا نہ رہا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے امتیاز حق و باطل کا علم ان کے سینوں سے محفوظ رکھا تھا تا اند قول مشہور۔

مکلف صاحب نہ کئی زندگی

ایسے ہی یعنی زندگی ہو گئے۔ انھیں

اس ”تحقیق الحقیقہ“ کے صفحہ ۱۳ میں لکھا ہے کلام مولوی مخصوص اللہ کا کہ:

”بڑے عم بزرگوار میرے انھی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نابینائی سے

محذور ہو گئے تھے۔ اس کو یعنی تقویۃ الایمان کو سنا فرمایا کہ اگر میں بیماریوں سے معذور

نہ ہوتا تو ”تخذ اثنا عشری“ کا سا اس کا بھی رد لکھتا۔ انھیں

اور بھی ”مأۃ مسائل“ اور مسائل اربعین میں بہت سی باتیں خلاف عقائد اہل

سنت لکھی ہیں اور اکثر علما کے دستخط اور مہر اور اغلاط اور تحریفات ”مسائل اربعین“ کے

ہوئے ہیں۔ چنانچہ صفحہ ۲۲ ”تحقیق الحقیقہ“ میں اسامی ان علماء کے موجود ہیں اُنی

(۱) مفتی صدر الدین صاحب (۲) مولوی مخصوص اللہ صاحب (۳) مولوی حضرت

شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی (۴) حکیم امام الدین خاں صاحب (۵) مولوی سید محمد

صاحب مدرس اول (۶) مولوی دیدار بخش صاحب (۷) مولوی کریم اللہ صاحب

(۸) مولوی حسن الزماں صاحب (۹) قاضی محمد علی صاحب (۱۰) مولوی احمد الدین

صاحب دہلوی (۱۱) مولوی فرید الدین صاحب (۱۲) مولوی محمد عمر صاحب (۱۳)

مولوی عبدالرحمن صاحب وغیرہم۔ ان میں اکثر علما سے مجھ سے دہلی میں ملاقات

ہوئی۔ اور در باب مولوی اسماعیل دہلوی کے حضرت پیر و مرشد میرے حضرت شاہ احمد

سعید صاحب نے بھی رد ”تقویۃ الایمان“ لکھی ہے اور مولوی صدر الدین صاحب نے

بھی لکھا ہے۔ منتهي القول

اور علمائے بریلی نے بھی لکھا ہے رد ”تقویۃ الایمان“ کا مسکنی بہ ”تصحیح الایمان“

اور علمائے رامپور نے متعدد رد تقویۃ الایمان لکھی ہے لکھنؤ وحیدر آباد و مدراس نے بھی رد

لکھی ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۱ ”تحقیق الحقیقہ“ میں مذکور ہے:

”اور مولوی سلطان سنگی نے رد ”تقویۃ الایمان“ لکھی۔ نام اس کا ہے

”جنبہ القرو“ اور حاجی مولوی سید حکیم نور الدین الدآبادی نے بھی بالفعل چند عرصہ ہوا

کہ رد ”تقویۃ الایمان“ مسکنی بہ ”ازالۃ الشکوک“ لکھا ہے۔ اور مولوی فضل حق

خیر آبادی نے مولوی اسماعیل کو کا فر لکھا ہے۔ اس واسطے کہ یہ شخص بڑا بے ادب ہے۔

در باب پیغمبر خدا ﷺ کو تقویۃ الایمان میں لکھا جو کچھ لکھا انھیں۔ اور مولوی ملک علی

بانوٹوی نے رد تقویۃ الایمان لکھا ہے اور نام اس کا تقویۃ الایمان ساتھ ف کے یعنی

فوت کرنے والا ایمان کا لکھا ہے۔ اس واسطے کہ وقت تالیف کے مولف تقویۃ الایمان

کی قلم سے مسودہ میں تقویۃ الایمان ساتھ ف کے لکھی گئی۔ وخذ الحقل مشہور و مرقوم

فی الرسائل۔

حضرت پیر و مرشد صاحب سے میں نے در باب مولوی اسماعیل دہلوی کے

پوچھا مدینہ شریف میں فرمایا کہ ”ان کو میں اور تمام علمائے دہلی نے جامع مسجد دہلی میں

قابل کیا، انھوں نے اقرار کیا کہ میں تقویۃ الایمان میں اصلاح و دیدوں گا۔ اور مقام

نوبک میں حضرت فرماتے تھے کہ میرے حضرت پیر و مرشد کہا کرتے تھے کہ جس قدر

بے دینی اور بد اعتقادی اور فسادی محمدی ہندوستان میں ہوا، مولوی اسماعیل کی ذات

سے ہوا۔

اور علمائے حرمین نے ان کے کفر پر اور عبدالوہاب نجدی (محمد بن عبدالوہاب

نجدی) کے کفر پر فتوے لکھے ہیں اکثر مطبوع ہو گئے ہیں، تھوڑے سے ”تخذ محمدیہ شرح

ارد و فرقہ مرتبہ“ میں مطبوع بنگلور اور بمبئی میں آخر میں مندرج ہیں اور بہت عقائد

باطلہ ان کے لکھے ہیں اور لکھا ہے اس میں اور کتب میں کہ عقائد مولوی اسماعیل دہلوی

برابر کتاب التوحید نجدی کے ہیں اور تقویۃ الایمان ان کی طابق السئل بالسئل کتاب التوحید نجدی ہے۔

اور فقیر کا تب حروف کا تجربہ ہے کہ جہاں تقویۃ الایمان کا چرچا پھیلا جوتی پیزار چلی خدا جانے کس وقت منحوس میں تالیف ہوئی ہے اور نشان دہا بیہ کا اعتقاد تقویۃ الایمان، صراط مستقیم اور تنویر العینین مولوی اسماعیل دہلوی اور مسائل اربعین اور ماۃ مسائل مولوی اسحاق دہلوی ہے۔

یہ سب کارستانیوں ان کی معلوم ہوتی ہیں اور تحقیق الحقیقہ وغیرہ میں بہت احوال ان دونوں صاحبوں کے مندرج ہیں۔

اجابہ الحفیض الفقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی الفادری
النقشبندی المجددی الاحمدی العمری۔ کان اللہ لہ واصلح حالہ
واحسن مالہ۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کی شخصیت اپنے عہد میں نابزہ روزگار تھی بڑے بڑے اہل دین و دانش آپ کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ بلکہ علوم عقلیہ میں تو ہندوستان بھر میں آپ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خاں لکھتے ہیں:

”جمع علوم و فنون میں یکتائے روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انھیں کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے۔ علمائے عصر بل فضلائے دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگردہ اہل کمال کے حضور میں بساط مناظرہ آراستہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ (اپنے) آپ کو یگانہ فہم سمجھتے تھے جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوایے کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھے۔ (۲۲)۔

حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

(۲۳) سر سید احمد، مقالات سر سید حصہ شانزدہم ص: ۱۳۸۔ مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاہور۔

احمد الاساقذۃ المشورین لم (علامہ فضل حق خیر آبادی) مشہور استاذ تھے ان یکن لہ نظیر فی زمانہ فی الفنون کے عہد میں فنون حکمیہ اور علوم عربیہ میں ان کا حکمیہ و العلوم العربیہ (۲۴) کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

اسی یگانہ روزگار شخصیت نے مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کے بعض ان مقامات کا تفصیلی رد لکھا جو مسئلہ شفاعت مصطفیٰ کے تعلق سے تھے۔ اور ان میں بارگاہ رسول میں سخت گستاخیوں کا ارتکاب کیا تھا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے اپنی کتاب کا نام ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ رکھا۔ علامہ موصوف اپنی کتاب کے آخر میں مولوی اسماعیل دہلوی کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”جواب ثالث: دین است کہ قائل اس کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے دین است۔ ہرگز مومن و مسلمان نیست و حکم او شرعاً قتل و تکفیر است و ہر کہ در کفر و شک آرد و تردد دارد یا این استخفاف را اہل انگارہ کافر و بے دین و نامسلمان دین است الا در کفر و بے دینی کمتر است از کسی کہ این کلام ضلالت نظام را عیوب و مستحسن پندارد و اعتقاد این کلام را از عقائد ضروریہ دین شمارد و آں کس در کفر با قائل ہمسر بلکہ در استخفاف از دہالہ تراست۔ چہا و استخفاف آنحضرت ﷺ و سائر انبیاء ماکہ و اولیاد مستحسن داشت و آں را از ضروریات دین پنداشت۔ (۲۵)

ترجمہ: تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شرع مبین یقیناً کافر اور بے دین ہے، ہرگز مومن اور مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک و شبہ کرے یا استخفاف کو معمولی جانے کا کفر، بے دین، غیر مسلم اور لعین ہے۔ لیکن کفر و بے دینی میں اس شخص سے کم جو اس گمراہانہ کلام کو قابل تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریات دین میں شمار کرتا ہے

(۲۴) حکیم عبدالحی لکھنوی، نزہۃ النواطر

(۲۵) علامہ فضل حق خیر آبادی، تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، مطبع قادر یہ لاہور ص: ۴۳۴

ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے۔ بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے، کیوں کہ اس نے نبی اکرم و دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم السلام کے استخفاف کو مستحسن جانا، اور اسے ضروریات دین سے شمار کیا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کے اس تکفیری فتوے پر ملک کے صف اول کے سترہ علماء کرام نے تصدیق فرمائی۔ تصدیق کنندگان علماء کرام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ حضرت مولانا المتوکل علی اللہ محمد شریف
- ۲۔ حضرت مولانا حامی محمد م
- ۳۔ حضرت مولانا حیات الاری
- ۴۔ حضرت مولانا کریم اللہ
- ۵۔ حضرت مولانا محمد رشید الدین
- ۶۔ حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی
- ۷۔ حضرت مولانا محمد رحمت
- ۸۔ حضرت مولانا عبدالحق
- ۹۔ حضرت مولانا عبد اللہ
- ۱۰۔ حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ
- ۱۱۔ حضرت مولانا خادم محمد
- ۱۲۔ حضرت مولانا احمد سعید مجددی (۲۶)
- ۱۳۔ حضرت مولانا محمد شریف
- ۱۴۔ حضرت مولانا مفتی صدر الدین (۲۷)
- ۱۵۔ حضرت مولانا محمد حیات
- ۱۶۔ حضرت مولانا رحیم الدین
- ۱۷۔ حضرت مولانا محبوب علی

واضح رہے کہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کا یہ نظریہ وقتی نہیں تھا بلکہ بحالت اسیری انڈمان جاتے ہوئے اپنے شاگرد مولانا قلندر علی زبیری کو خاص طور پر نصیحت کی: ”میں ”تقویۃ الایمان“ کا بالاستعاب رو نہیں کر سکا اس لیے یہ کام تم سرانجام دینا۔“

(۲۶) مولانا احمد سعید مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاذ ہیں۔ تذکرۃ الرشید اول ص ۳۱

(۲۷) حضرت مولانا صدر الدین صاحب مولانا ابوالکلام آزاد کے والد اور مولوی قاسم نانوتوی

اور رشید احمد گنگوہی کے استاذ ہیں۔ تذکرۃ الرشید اول ص ۳۱-۳۲

میری اس تحریر کا بنیادی نقطہ نظر یہ ہے کہ ”تقویۃ الایمان“ برطانوی حکومت کے اشارے پر ان کے اسلام دشمن مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس لیے اس کی اشاعت اور دور دور تک پھیلانے میں انگریزوں نے اپنی بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ یہ ان کتابوں میں سے ہے جن کی اشاعت کے لئے انگریزوں نے اہتمام کیا۔ انگریزوں نے سب سے پہلے بنگال، بہار، اور اڑیسہ میں قدم جمائے تھے۔ کلکتہ ان کی حرکت و عمل کا مرکز تھا اس لیے ان کی زیر سرپرستی ۱۲۵۴ھ/۱۸۳۸ء میں کلکتہ میں ”تقویۃ الایمان“ شائع ہوئی۔ جب کہ اس سے قبل ۱۲۳۸ھ/۱۸۲۳ء میں مولوی اسطیل دہلوی کی دوسری تصنیف ”صراط مستقیم“ بھی کلکتہ سے چھپ چکی تھی۔ (۲۸)

ڈاکٹر قمر النساء اپنے پی ایچ ڈی کے عربی مقالہ، بعنوان علامہ فضل حق الخیر آبادی میں رقم طراز ہیں:

شاع کتاب ”تقویۃ الایمان“ اولاً من اشیا تک سوسائٹی Royal Asiatic Society وقد اعترف البروفیسر محمد شجاع الدین (المنوفی ۱۹۶۵ء) رئیس قسم التاریخ بکلیہ دیال سنگھ بلاہور فی مکتوبہ الی البروفیسر خالد البرنی بلاہور، ان الانجلیزین قد وزعوا کتاب تقویۃ الایمان بغیر ثمن (۲۹)

ترجمہ: ”تقویۃ الایمان“ پہلی بار رائل ایشیاٹک سوسائٹی (کلکتہ) نے شائع کی، پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے اپنا ایک خط پروفیسر خالد برنی کو لکھا، جس میں یہ اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے ”تقویۃ الایمان“ مفت تقسیم کی۔

اب ذرا آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ یہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی

(۲۸) نیپٹل بک فرسٹ کا خبر نامہ شمارہ چوتھا سال ۱ جنوری تا مارچ ۱۹۹۶ء نیپٹل بک فرسٹ دہلی

(۲۹) ڈاکٹر قمر النساء حیدر آباد، علامہ فضل حق الخیر آبادی ص: ۱۸۷-۱۸۸۔ المکتبۃ القادریہ لاہور

جو انگریزوں کا ادارہ تھا ان تنظیم کے پیاریوں کو تو حید خالص کی اشاعت کے پس پردہ کون سا فائدہ نظر آیا اور وہ بھی صرف چھاپائی نہیں بلکہ مفت تقسیم کی۔ کیا اب بھی مجھے اپنے اس مدعا پر مزید کسی دلیل کی ضرورت ہے کہ انگریزوں نے جن مقاصد کے لیے یہ کتاب لکھوائی تھی ان مقاصد کے لیے یہ ایک کامیاب حربہ تھا جو سچے دیندار اور خوش عقیدہ مسلمانوں پر آزمایا گیا۔ اور ان میں انتہائی بدترین جنگ چھڑ گئی اور یہ جنگ برطانوی حکومت کے استحکام میں کافی حد تک مفید اور معاون ثابت ہوئی۔

اسی پر بس نہیں بلکہ عالمی سطح پر اس کتاب کے مضراثرات کو عام کرنے کے لیے لندن سے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا گیا۔ جو قوم عہد رسالت سے آج تک مسلسل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بدترین سازشیں رچا رہی ہے اور اسلام کے غلبہ حق کو سرنگوں کرنے کے لیے دولت سے لے کر حسن تک کی بے دریغ قربانیاں دیتی رہی ہے اس عیار قوم کے سامنے وہ کون سے فوائد تھے جن کو حاصل کرنے کے لیے ۱۸۲۵ء میں ”تقویۃ الایمان“ کو لندن سے شائع کرنا پڑا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے بانی سر سید احمد خاں لکھتے ہیں؟

”جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر ہنر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے ان میں ساتویں کتاب ”تقویۃ الایمان“ ہے چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی (لندن) کے رسالہ جلد ۱۲/۱۸۲۵ء میں چھپا۔ (۳۰)

تاریخ دہلیت پر گہری نظر رکھنے والے ایک مفکر لکھتے ہیں:

”انگریزوں نے پھوٹ ڈالو اور حکومت کرڈ کے آزمودہ حربے کو استعمال میں لاتے ہوئے مسلمانوں کے مسلمہ معتقدات کے خلاف ”تقویۃ الایمان“ لکھوائی اس مقصد کے لیے توحید کے نام پر رسالت مآب ﷺ سے محبت کو کم کیا گیا۔ دوسرے بہت

سے لوگوں کے علاوہ مولوی اسٹیل دہلوی کی ان کوششوں کا سولہا فضل حق خیر آبادی نے جواب دیا۔ مسلمانوں کے دو طبقے ہو گئے ایک نے اسلام کے اجتماعی مفاد میں کام کیا، جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور دوسرے طبقے نے لوگوں کو دین کی اصل سے ہٹانا چاہا، حضور ﷺ سے محبت کم کر کے اسلام کے لیے قربانیاں دینے کا جذبہ ختم کر دینے کی سازش کی۔“ (۳۱)

یہ حقیقت تو مضبوط دلائل سے پورے طور پر واضح ہو گئی کہ ”تقویۃ الایمان“ اسلام کے مقدس افکار و نظریات سے ہٹ کر بالکل نئے اور خود ساختہ افکار و نظریات کا مجموعہ ہے اور مسلمانوں کو ان کی قدیم اور متواتر ڈگر سے ہٹانا اور باہم لڑانا اس کا بنیادی مقصد تھا اس حقیقت کا اعتراف مولوی اسٹیل دہلوی کے حقیقی چچا زاد بھائی شاہ مخصوص اللہ دہلوی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”جس رسالے اور جس کے بنانے والے سے لوگوں میں برائی پھیلے، اور خلاف انبیاء و اولیاء کے ہو، وہ گمراہ کرنے والا ہوگا یا ہدایت کرنے والا ہوگا۔ میرے نزدیک اس رسالہ ”تقویۃ الایمان“ کا اعمال نامہ برائی اور بگاڑ کا ہے اور اس کا بنانے والا فتنہ گر، مفید، نمدادی اور مفوی ہے۔“ (۳۲)

انگریزوں کا پہلا مقصد تو مسلمانوں میں اختلاف پھیلانا تھا اور اس کے بعد اپنے ہم نواؤں اور غلاموں سے قوم مسلم کے دلوں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا جذبہ جنوں خیر فرد کرنا تھا۔ آپ اب تک جو شواہد پڑھ رہے تھے ان سے یہ حقائق پورے طور پر واضح ہو گئے کہ افتراق بین المسلمین کا کام پہلے ہوا۔ پھر جب مسلمان باہم دست و گریباں ہو گئے تو انگریزوں کے خلاف جہاد ختم کرنے کی منظم مہم شروع کی یہ بجائے

خود تفصیلی اور انتہائی دردناک بحث ہے۔ ہم ذیل میں صرف چند شواہد پر اکتفا کرتے ہیں واضح رہے کہ اس مہم میں اسماعیل دہلوی کے ساتھ ان کے پیر سید احمد رائے بریلوی بھی شانہ بشانہ تھے۔

مولوی اسماعیل کے چاٹا اور وفادار قلم کار محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں:

”یہ بھی صحیح روایت ہے وہ اثناے قیام کلکتہ میں جب ایک دن مولانا محمد اسماعیل شہید و عظمیٰ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے پروا ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں۔“ (۳۳)

یہ ہے اس مفتی برٹش کافتویٰ، یہ زبان و قلم کی بد مستی یونہی نہیں تھی بلکہ یہ نشہ جاہِ برطانیہ کا تھا۔ مولوی ابوالحسن ندوی نے یہ انکشاف بھی کر دیا۔ جناب لکھتے ہیں:

”مولوی اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کے مجاہدین کو انگریز بہادر برٹش حکومت غلامانِ فرام کرتی تھی۔“ (۳۴)

اب برطانوی حکومت کے سرگرم مبلغ سید احمد رائے بریلوی کی ایمان فردشی کی داستان بھی ملاحظہ فرمائیے۔ غیر مقلد عالم مولوی عبدالرحیم صادق پوری لکھتے ہیں:

”سید صاحب کی برابر یہ روش رہی کہ ایک طرف لوگوں کو سکھوں کے مقابل آادہ جہاد کرتے اور دوسری جانب حکومت برطانیہ کی اس پسندی جتا کر لوگوں کو اس کے مقابلے سے روکتے۔“ (۳۵)

انھیں امی لقب سرتاجِ علمائے دیوبند کے بارے میں ”توارخ عجیبہ“ کے مصنف

(۳۳) سوانح احمد محمد جعفر تھانیسری ص: ۷۳ مطبوعہ دہلی

(۳۴) سیرت سید احمد، حصہ اول۔ از علی میاں ندوی ص: ۱۹۰۔

(۳۵) الدرامہ مشورہ از مولوی عبدالرحیم صادق پوری ص: ۲۵۲

لکھتے ہیں:

”سید صاحب کا سرکار انگریز سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہ تھا بلکہ انگریز کی یاری پر ایسا ناز تھا کہ وہ اس آزاد مملداری کو اپنی ہی مملداری سمجھتے تھے۔“ (۳۶)

سید احمد رائے بریلوی برطانوی حکومت کو اپنی مملداری کیوں سمجھتے تھے۔ یہ راز بھی ان کے ایک معتقد نے بھری بزم میں فاش کر دیا:

”انگریز حکومت نے سید احمد رائے بریلوی کو جہاد کے لیے سات ہزار کی ہنڈی پیش کی۔“ (۳۷)

سید احمد رائے بریلوی سیاسی اعتبار سے ہی گمراہ نہیں تھے بلکہ اسماعیل دہلوی کی تحریکوں پر اپنا دین و مذہب بھی انگریز سامراجوں کے ہاتھوں گروی رکھ چکے تھے انھوں نے بھی قدیم روایتوں کو ترک کر دیا تھا ان کے سامنے اب برطانوی حکومت کے طے شدہ خطوط تھے۔ انھیں پر وہ خود چل رہے اور انھیں پر اپنے مریدین و معتقدین کو چلنے کی ہدایت کرتے تھے۔ ان کی ذہنی فریب خوردگی کی ہوش ربا اور گمراہ کن داستان انھیں کی پانی سنئے:

”چاروں فقہاء کے مذہب میں سے کوئی مجھے پسند نہیں۔ مشہور طریق اولیاء اللہ میں کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں۔“ (۳۸)

یہ تو ایک مسلم حقیقت ہے کہ یہ دہلوی اور رائے بریلوی مسلسل انگریزوں کی حمایت میں سرگرم رہے اور جو علمائے کرام انگریزوں سے ہر د آزماتے وہ ان کے مخالف اور اسلام کے حقیقی نظریات کے حامل تھے۔

(۳۶) مفتی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص: ۲۱۲۔

(۳۷) مفتی محمد جعفر تھانیسری، تواریخ عجیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی ص: ۸۹۔

(۳۸) حیات سید احمد شہید ص: ۱۵۳-۱۵۴

محمد اسلمیل پانی پتی لکھتے ہیں:

”ہنگامہ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے میں وہ سب کے سب علمائے کرام شامل تھے جو عقیدہ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسلمیل کے شدید ترین دشمن تھے۔ اور جنہوں نے حضرت شاہ اسلمیل کے رد میں بہت سی کتابیں لکھیں ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔“ (۲۹)

اب یہ حقیقت پورے طور پر ذہن نشین ہو چکی ہوگی کہ برطانوی حکومت اپنے سیاسی استحکام کے لیے ملک و ملت کے غداروں سے جو کام لینا چاہتی تھی اس کا آغاز تقویۃ الایمان، اور سید احمد راے بریلوی کے ہنگامہ بالا کوٹ سے ہو چکا تھا۔ مگر یہ خون کے آنسو لا دینے والا ایمان فروشی کا سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوا۔ ابھی برطانوی حکومت کو مزید غداروں کی ضرورت تھی۔ کیوں کہ علمائے حق اور غیور مسلمان اب ان غداران دین و وطن کی سازشوں سے کافی حد تک آشنا ہو چکے تھے۔ اور انگریزوں کو قوم مسلم کے فکر و مزاج کے بدلنے کے لیے اپنی طاقت اور زمین دوز سازشوں کا استعمال ناگزیر تھا۔ ۱

انگریزوں کی پریشانی کا اندازہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ”ہمارے ہندوستانی مسلمان (Our Indian Musalman)“ سے ہو سکتا ہے۔ اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا تصور ان کی سلطنت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہے۔ انگریزوں نے ایک طویل استبداد کے بعد یہ محسوس کیا کہ ہیما نہ تشدد اجتماعی ہو یا انفرادی، مسلمانوں سے اس جذبہ کو محو نہیں کر سکتا تو انہوں نے جہاد کے خلاف مباحثہ پیدا کر کے علمائے فتوے حاصل کرنا شروع کئے اور کلام اللہ کی تفسیروں کا مزاج بدلوانا چاہا، ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب سے ان علما و فضلا کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت تفتیش جہاد کا

فتویٰ دے رہے تھے۔ (۴۰)

اب ذرا پوری دماغی اور فکری یکسوئی کے ساتھ ان غداران دین و وطن کا پتہ لگائیے جنہوں نے انگریزوں کے پیش کردہ نشانوں کے مطابق اپنے فکر و قلم اور زبان و بیان کا رخ موڑا۔ ان تمام غداروں میں انداز تحریک کے اختلاف کے باوجود جو قدر مشترک نظر آتی ہے وہ ہے توہین رسول اور برطانوی حکومت کی وفاداری۔ ۱۸۷۷ء میں وائٹ ہاؤس لندن میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن سرویلیم ہنٹر کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشن کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک تھے انہوں نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں۔ جو ”دی اریول آف برٹش ایسپائر ان انڈیا“ کے نام سے شائع کی گئیں۔ سربراہ کمیشن سرویلیم ہنٹر نے اسلامیان ہند کی حریت پسندی اور جذبہ جہاد کو برطانوی حکومت کے لیے سب سے بڑا خطرہ قرار دیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

”مسلمانوں کا مذہب عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لیے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ وہ جہاد کے لیے ہر کچھ تیار ہیں۔ ان کی یہ کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔“ (۴۱)

مسلمانوں میں اسلام کے لیے جوش جنوں خیز اور جہاد کے لیے ہمہ دم تازہ دم رہنے کے سرچشموں کی نشاندہی کرتے ہوئے مشہور انگریزی جاسوس ہنٹر نے اپنی ڈائری میں لکھا ہے:

”پیغمبر اسلام اہل بیت، علما اور صلحا کی زیارت گاہوں کی تعظیم اور ان مقامات کو

ملاقات اور اجتماع کے مراکز قرار دینا، سادات کا احترام اور رسول اکرم کا اس طرح تذکرہ کرنا گویا وہ انہی زندہ ہیں اور درود و سلام کے مستحق ہیں۔“ (۳۲)

اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر ان خدایان دین و وطن کی انگریز دوستی اور رسول دشمنی کی دل دوز داستان ملاحظہ فرمائیے، انگریزوں کے وفادار اور سرگرم غلام مولوی محمد حسین بنالوی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۲۱ء) کی دین فروشانہ سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور دیوبندی صحافی آغا شورش کاشمیری رقم طراز ہیں:

”مولوی محمد حسین بنالوی مستقل معنوں میں وہابی تھے اور انھیں وہابی ہونے کی سزا کا اندازہ تھا، انھوں نے انگریزوں کی حمایت کو واجب قرار دیا اور اس کے عوض گورنر جنرل سے وہابی جماعت کے لئے اہل حدیث کا نام حاصل کیا۔

مولوی محمد حسین بنالوی (۱۳۲۸ھ) نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ فارسی میں تصنیف کیا۔ اس کے مختلف زبانوں میں ترجمے کئے گئے، پنجاب کے دو گورنروں نے اس پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اس کے انگریزی، عربی اور اردو متن کی ہزار ہا کاپیاں ملک سے باہر بھیجی گئیں۔ مولانا مسعود عالم ندوی نے ہندوستان کی پہلی تحریک میں لکھا ہے کہ اس کے عوض مولوی صاحب کو جاگیر عطا کی گئی۔“ (۳۳)

محمد حسین بنالوی کی اس دل آزار کتاب کے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ جو پوری وہابی اور دیوبندی برادری کی انگریز دوستی اور ملت فردشی کے ناقابل شکست شواہد ہیں:

پہلا اقتباس: بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غریزاً و تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری کو رمنٹ کا دم بھرتے ہیں۔ اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں۔ ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہل حدیث

داخل ہیں۔ جنھوں نے سرہنری دیوس صاحب بہادر کے عہد لفٹیننٹ گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا۔ جس پر ۱۸۷۷ء میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکر بھی ان کی تصدیق و تائید میں مستعمل ہوا تھا (۳۴)۔

یہی نہیں بلکہ اس نے انگریزوں کے خلاف جنگ لڑنے والوں کو سخت گنہگار اور باغی لکھا اور انگریزوں کی وفاداری اور حاشیہ برداری کو عین اسلام قرار دیا۔ یہ ایمان سوز نظریات بھی اسی بدست شرابی کے قلم سے پڑھے:

”مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے وہ سخت گناہ گار اور حکم قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی و بدکردار تھے۔ اکثر ان میں عوام کا انعام تھے بعض جو خواص و علما کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا ناہم دے بے سمجھ۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی اسٹیل دہلوی جو قرآن و حدیث سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے۔“ (۳۵)

مولوی محمد حسین بنالوی نے اپنی ایمان فردشی کی اس دستاویز کو گھر گھر پہنچانے اور انگریزوں کی سرگرم حمایت کی ایک مہم چلا رکھی تھی۔ جو لوگ اس کے ہم خیال و ہم فکر نظر آتے یہ ان ناموں کی فہرست اپنے آقاؤں کے سامنے پیش کرتا اور انھیں انگریزوں سے انعامات و اعزازات دلواتا تھا۔ اور یہی جوڑ توڑ اس کے فکر و قلم کا سب سے بڑا کارنامہ تھا یعنی مدینہ سے توڑنا اور برطانیہ سے جوڑنا۔ اسی حوالے سے ”الاقتصاد فی مسائل الجہاد“ ص: ۲ پر ایک ”التماس“ بھی شائع کیا گیا ہے جو اس کی ملت فردشی کی پہاڑ سے بڑی شہادت ہے۔ التماس کے الفاظ یہ ہیں:

(۳۴) مولوی محمد حسین بنالوی۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص: ۳۸ مطبوعہ کنویر پریس۔

(۳۵) مولوی محمد حسین بنالوی۔ الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص: ۳۹۔ ۵۰ مطبوعہ کنویر پریس۔

(۳۲) ہملے کے اعترافات، رضوی کتاب گھر دہلی ص: ۹۸

(۳۳) آغا شورش کاشمیری تحریک فتنہ نبوت مطبوعات چٹان لاہور ص: ۱۶

”ناظرین باجمکین سے جو اصل اصول مسائل رسالہ ”الاقتصاد“ کی نسبت بحواب استشہاد مندرجہ ضمیمہ اشاعت النہ نمبر ۱۱ جلد ۲ رشتہ نومبر ۱۸۹۶ء توافقی رائے ظاہر فرما چکے ہیں۔ اب اس کے تفصیلی مسائل اور اس کے دلائل کی نسبت اپنا توافقی رائے ظاہر کریں اور اپنے نام نامی بخط واضح، پوری تفصیل مقام و خطاب و عہدہ سے تحریر میں لاکر ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم ان ناموں کو بشمول رسالہ اقتصاد یا بذریعہ اشاعت النہ گورنمنٹ میں پیش کریں گے۔ اور سلطنت انگلیشیہ کی نسبت ان کی وفاداری و اطاعت شعاری کو خوب شہرت دیں گے۔“ (۳۶)

جس زمانے میں مسئلہ جہاد انگریزوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ تھا، انگریز مسئلہ جہاد کی تیغ کئی، اپنی وفاداری بشرط استواری کے لیے علما کی ایک کھیپ سے کام لے رہا تھا۔ ۲۲ جون ۱۸۹۶ء کو گورنمنٹ انگلیشیہ نے مشہور غیر مقلد عالم ڈپٹی نذیر احمد کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔ صاحب نے ۱۹۰۶ء میں ”الحقوق والفرائض“ لکھی اور اس کے بعد ۱۹۰۸ء میں ”الاجتہاد“۔ نذیر احمد نے لکھا کہ ”خدا نے حکام وقت کی اطاعت فرض کر کے احکام شریعت کو ہمارے حق میں خود معطل کر دیا۔“ مزید لکھا کہ ”احکام شریعت کا مقصود قیام امن ہے اور یہ مقصد انگریزی قانون سے بھی حاصل ہے فرق صرف تدابیر یعنی طریق کار کا ہے۔“ ”الحقوق والفرائض حصہ دوم ص ۱۳۱“ پر لکھا ہے کہ ”ہمارے لیے انگریزی قانون بھی اسلامی شریعت ہے اس کتاب میں جہاد کا باب قائم نہ کرنے کی معذرت کی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ”جس طرح احکام زکوٰۃ مفلس سے جو مالک نصاب نہ ہو اور احکام حج نامستطیع سے متعلق نہیں، اسی طرح احکام جہاد مسلمانان ہند سے متعلق نہیں۔ ہم نے جہاد کا باب اسی لیے قائم نہیں کیا کہیں

عوام کا الانعام کے لیسر وستان یاد و ہانیدن نہ ہو جائے۔ (۳۷)

مشہور فاضل ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے ڈپٹی نذیر احمد سے متعلق دو لفظوں میں ان کا پورا افسانہ حیات لکھ کر اس بحث کا باب ہی ختم کر دیا کہ ”ان کا اسلام انگریزوں کے ہاں گروی ہو چکا تھا۔“

سر ولیم میور ۱۸۶۸ء میں یو۔ پی کا لفٹ گورنر تھا، اس بد بخت نے رسول اکرم کے خلاف گستاخوں کا انتہائی بدترین سلسلہ جاری کیا۔ اس نے ایک کتاب ”حیات محمد (Life of Mohammad)“ لکھی اس نے اپنی اس کتاب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے لکھا ہے۔ انسانیت کے دو سب سے بڑے دشمن ہیں ”محمد کی تلوار اور محمد کا قرآن (نہوڈ بالہ)“ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سر ولیم میور کے تعلقات ڈپٹی نذیر احمد سے انتہائی خوشگوار تھے بلکہ ڈپٹی نذیر احمد کو ان کی اسلام دشمن کتابوں پر ڈھیر سارے انعامات و اعزازات بھی دیئے۔ اور دونوں میں قدر مشترک رسول دشمنی تھی۔ آغا شورش کا شمیری اس قدر مشترک کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہ قرآن و محمد سے عناد کے باوجود ڈپٹی نذیر احمد پر انتہائی مہربان تھا اس نے اپنی گورنری کے زمانے میں نذیر احمد کو ان کی بعض تصانیف پر گراں قدر انعامات عطا کئے، کئی تعریفی ریویو لکھے، شمس العلماء کا خطاب دلایا، پھر جب سبکدوش ہو کر انگلستان واپس گیا تو ایڈیٹر ایوریورشی کا چانسلر ہو گیا اور ڈپٹی صاحب کو ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگری عطا کی۔ اس کا واحد سبب انگریزی اقتدار کی اطاعت میں ڈپٹی صاحب کی تفسیر اور حمایت میں بعض دوسری تحریریں تھیں۔ انھوں نے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم میں اولی الامر کا مصداق انگریزوں کو ٹھہرایا تھا۔“ (۳۸)

آغا شورش کا شمیری اپنے دیوبندی اور وہابی علما کی ایمان فروشی اور وطن خداری پر سرپٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ ایک ایسے تھا کہ ایک طرف ملک کے طول و عرض میں علمائے حق پر جہاد کی پاداش میں مقدمہ چلا کر انھیں موت یا کالا پانی کی سزائیں دی جا رہی تھیں، دوسری طرف اہل قلم کا ایک نامور گروہ مسلمانوں میں انگریزی حکومت کی وفاداری کی ذہنی آبیاری کر رہا تھا۔“ (۳۹)

اب ذیل میں انگریزوں کی جانب سے عطا کردہ سندا اعزاز بھی ملاحظہ کیجئے۔

اس کے مطالعہ سے سرکار برطانیہ کی بارگاہ میں ان کی مقبولیت و عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ یہ ان کی غلامی کا حین حیاتی سرٹیفکیٹ ہے۔

”مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بہت بڑے مقتدر عالم ہیں۔ جنھوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری، گورنمنٹ کے ساتھ ثابت کی۔ جس کسی برٹش گورنمنٹ انفر کی مدد وہ چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا کیوں کہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔“

و حلقہ جے ڈی ٹیلیٹ، بنگال سروس کشنر دہلی پرنٹنڈنٹ، ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء

دیکھ رہے ہیں آپ ایہ ہے ان دیوبندیوں اور وہابیوں کی انگریز نوازی کا سند نامہ کہ مسلمانوں کو لڑاؤ، اپنے نئے دین کو فروغ دو۔ تو ہیں رسول کرو، بزرگوں کی حرمتوں کا خون کرو۔ اگر مسلمان کچھ کہیں تو ہماری مدد آپ کے لیے حاضر ہے۔ آپ جب اور جہاں آواز دیں گے۔ ہمارے مضبوط دستے آپ کی وہیں مدد اور پشت پناہی کو پہنچیں گے۔ احوال شاہد ہیں کہ تفریق بین المسلمین کا فریضہ انجام دینے کے لئے انگریزوں اور ان کے غلام مسعودیوں کی دولت و حمایت آج بھی اس فرقہ کو حاصل ہے۔

یہ ہیں برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب جس کی آگ میں آج بستی بستی مجلس رہی ہے۔ مگر نگر میں اختلاف و انتشار کا ماحول ہے، باہمی اخوت و محبت کا جنازہ نکل رہا ہے۔ اور ہر گھر آنگن کا سکون غارت ہو گیا ہے۔

میرے اس مدعا کی تائید دہلی کے مشہور نقشبندی مجددی عالم مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی (م ۱۹۹۳ء) کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ موصوف برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے بنیادی سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”حضرت مجدد (الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی) کے زمانے سے

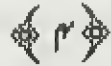
۱۲۳۰ھ/ ۱۸۲۵ء تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بے رہے۔ اہلسنت و جماعت دوسرا شیعہ۔ اب اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی دہابی بنا، کوئی اہلحدیث کہلایا۔ کسی نے اپنے کو سلفی کہا، ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا، معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے اور انھوں اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات (بے ادبی و گستاخی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ہماری تباہی کا اور کج الاخر ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۲۵ء کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔“ (۵۰)

اب یہ حقیقت پورے طور پر مبرہن ہو گئی کہ ”تقویۃ الایمان“ انگریزوں کے اشارے پر تفریق بین المسلمین کے لئے منظر عام پر آئی تھی، اس طرح انگریزی حکومت کا یہ منشا پورا ہوا کہ ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ جب برصغیر میں ان کی حکومت کے قدم جم گئے تو علمائے اہلسنت کا رخ تقویۃ الایمان کی جانب سے پلٹانے کے لئے انگلستان سے پادریوں کی ایک کھیپ درآمد کی گئی، انھوں نے یہاں آکر قرآن اور اسلام پر رکیک

مصلوں کا آغاز کیا، رسول کریم ﷺ کی ذات مقدس پر کچھ اچھائی، اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں کیں۔ سردلیم میور نے یو۔ پی کا گورنر ہونے کے باوجود ”حیات محمد“ لکھ کر زہر افشانی کی اور یہی کام انگریزوں نے پہلے تقویۃ الایمان کی اشاعت سے لیا تھا۔ اس طرح علمائے اہلسنت کے فکر و عمل کی قوتیں تین محاذوں پر منقسم ہو گئیں۔ کچھ علما وہابیوں کے رد میں لگ گئے، کچھ پادریوں سے مناظرے کرنے لگے، اور کچھ انگریزوں کے خلاف میدان جہاد میں سرگرم عمل تھے، اس طرح انگریزوں اور وہابیوں کو اپنے اپنے میدانوں میں قدر مشترک کے ساتھ پہنچنے پھولنے کا موقع مل گیا مگر یہ دونوں گروہ ہزار جہد جہد کے بعد بھی مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو سرد نہ کر سکے اور پھر انگریزوں کے خلاف محاذ جنگ میں ہندو قوم بھی شانہ بہ شانہ کھڑی ہو گئی، مسلمانوں کو انگریزوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہو گئی انگریز ملک چھوڑ کر فرار بھی ہو گئے لیکن انھوں نے افتراق بین المسلمین کی جو تہم ریزی کی تھی وہ برصغیر میں شاخ در شاخ پھیلتی رہی اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتی رہی اور آج تک کر رہی ہے۔ آغا شورش کاشمیری ان تاریخی حقائق پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:-

”انگریز اپنی چال میں کامیاب رہا کہ عامۃ المسلمین (اہلسنت و جماعت) کے لئے اصل مسئلہ اسلام کا دفاع اور سیرۃ النبی ﷺ کی نگہداشت کا ہو گیا۔ ایک دوسرا مسئلہ انگریزوں کے سامنے یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت پارہ پارہ ہو اس کی شکل یہ نکالی کہ بعض نئے فرقوں کو جنم دیا، انھیں پروان چڑھایا، ان کا ہاتھ بنایا۔“ (۵۱)

یہ تھا برصغیر میں افتراق بین المسلمین کا ایک مختصر جائزہ، اے کاش امت مسلمہ ان اسباب پر تنقیدگی سے غور کرتی تو اسن داتحاد کا پھر وہی عہد زریں پلٹ آتا برصغیر میں جس کا جلوہ ہمارے بزرگوں نے دیکھا تھا۔



بگڑتے حالات بدلتے چہرے

تحریر جولائی ۱۹۷۲ء

دہابیت کی آمد سے قبل برصغیر کے مسلمان اہلسنت و جماعت تھے یا کچھ اہل تشیع تھے، ہر طرف عقیدہ و فکر کی ہم آہنگی تھی، اتفاق و اتحاد کی خوشبوؤں سے ہر تن و جان معطر تھے، نفرت و حید، عشق رسول، محبت اولیاء اور مراسم اہلسنت کی روشنی سے دل بھی روشن تھے اور ہر گھر آنگن میں بھی چراغاں تھا، لیکن یہ اتحاد انگریزوں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ تھا اس لیے انھوں نے برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے لیے اسطیعیل دہلوی سے کام لیا، دہلوی صاحب اپنے پیرسید احمد رائے بریلوی کے زیر سرپرستی نجد سے تحریک دہابیت لائے اور اس کی حمایت و توسیع کے لیے تقویۃ الایمان وغیرہ کتابیں لکھیں اور انگریزوں کے زور و اقتدار کی بدولت کچھ اپنے ہم نوا بھی پیدا کر لیے۔ اور پھر مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ابتدائی مراحل میں ہندوستان بھر کے علمائے اہلسنت نے دہابیت کے رد میں کتابیں لکھیں مناظرے کئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی روایت کے مطابق مولانا منور الدین نے حضرت شاہ اسطیعیل سے بھی ان کے عقائد و افکار پر مناظرے کئے اور ان کی کتابوں کا رد لکھا (۱) اور بقول آغا شورش کاشمیری ”مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین نے اس زمانے میں دہابیت کے رد میں دس جلدوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی لیکن اس کی دو جلدیں ہی چھپیں“ (۲) بلکہ دہلی، رامپور، خیر آباد، لکھنؤ، بدایوں، حیدر آباد، پٹنہ اور امرتسر وغیرہ کے علمائے کبار نے دہابیوں کے رد میں سینکڑوں کتابیں لکھیں اور تقریروں میں اس کی بدعقیدگی کا پردہ فاش کیا۔ اس وقت دہابی اپنے کو

(۱) شورش کاشمیری ”ابوالکلام آزاد سوانح و افکار“ ص: ۱۳ مطبوعات چٹان لاہور۔

(۲) شورش کاشمیری ”ابوالکلام آزاد سوانح و افکار“ ص: ۱۶ مطبوعات چٹان لاہور۔

دہابی کہتے ہوئے ڈرتے تھے اس وقت دہابی بمعنی شیطان متعارف تھا۔ دہابی کو دیکھ کر یا تو اک بھاگ جاتے تھے یا پھر بردقت اس کو سزا دے دیتے تھے۔ اس لیے دہابیوں کے ایک گروپ نے حنفیت و سنت کا روپ اختیار کیا یعنی نیا جال لائے پرانے شکاری اور دوسرے طبقے نے اپنے انگریز آقاؤں سے بجائے دہابیت ”اہل حدیث“ کا نام حاصل کیا۔

ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

”انہوں نے (مولانا خیر الدین) نے دہابیوں کو دو اصولی قسموں میں بانٹ دیا تھا، کہتے تھے، دو فرقے ہیں ایک اسماعیلیہ (غیر مقلد) دوسرا احادیث (دیوبندی) وہ کہتے تھے کہ جب اسماعیلیہ غیر مقبول ہو گیا تو دہابیت نے اپنی اشاعت کے لیے راہ تقیہ اختیار کی اور حنفیت کی آڑ قائم کر کے اپنے دیگر عقائد کی اشاعت کرنے لگے۔“ (۳)

علمائے دیوبند دراصل دہابی تھے اور دہابی ہیں لیکن جب ہر طرف دہابیوں کا بازی کاٹ ہو رہا تھا ان حالات میں دہابیت کا اظہار مناسب نہیں تھا اس لیے انہوں نے اپنے لیے حنفیت و اہلسنت کا ٹائٹل اختیار کیا اور موقع بہ موقع بڑی چابک دستی اور تقیہ بازی سے کام لیا۔ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس عام کے موقع پر اکابر علماء دیوبند نے مولوی اشرف علی تھانوی کو اس طرح ہدایت فرمائی:

”اپنی جماعت کی مصلحت کے لئے حضور سرور عالم ﷺ کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو دہابیت کا شہ ہے وہ دور ہو اور موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں۔“ (اشرف السوانح حصہ اول ص: ۷۶)

انہیں بگڑتے حالات میں دیوبندیوں نے اپنے مذہب کے بانی اول کے

حوالے سے یہاں تک لکھ دیا تھا:

(۳) عبدالرزاق طبع آبادی، آزادی کی کہانی ص: ۱۷۳

”محمد بن عبدالوہاب نجدی چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسد رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہلسنت و جماعت کا قتل و قتل کیا۔ وہ ایک ظالم و باغی خونخوار و فاسق شخص تھا“ (۳)

مولوی اسعد مدنی کے والد مولوی حسین احمد مدنی کے یہ الفاظ وہابیت کی گمراہی و بددینی کا چیخ و جیغ کر اعلان کر رہے ہیں، یہ ان کے چہرے کا دوسرا روپ تھا، لیکن جب انگریزوں کی پشت پناہی سے حالات سنور گئے اور سعودیوں نے اشاعت وہابیت کے لیے پٹرو ڈالر کے دروازے کھول دیئے تو دیوبندیوں نے پھر کر دہلی اور پھر تیسرے رنگ و روپ میں نظر آئے۔

اساطین دیوبند کے عالم کبیر مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ پیش خدمت ہے:

”محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے مذہب منکبی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت و شرک سے روکتا تھا۔ (۵)

آں جناب اپنے ایک دوسرے فتوے میں لکھتے ہیں:

”اس وقت ان اطراف میں وہابی قبیح سنت اور دیندار کو کہتے ہیں۔ (۶)

اشرف السوانح کے مرتب لکھتے ہیں:

کانپور کی جامع مسجد میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے نیاز لانے والی عورتوں سے کہا ”بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں نیاز فاتحہ کے لیے کچھ مت لایا کرو“ (اشرف السوانح حصہ اول ص: ۳۵)

الشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور تحریک

(۳) مولوی حسین احمد مدنی، الشہاب الثاقب ص: ۲۰ مطبوعہ دیوبند

(۵) مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم ص: ۷۹

(۶) مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم ص: ۱۱

وہابیت کے خلاف حالات سے متاثر ہو کر جن خیالات کا اظہار کیا تھا ان کا ایک پیروکار حالات بدلتے پران سے اعتبار کرتے ہوئے اس طرح رقم طراز ہے:

”الشہاب الثاقب کا انداز تحریر واقعی غیر محمود اور لائق اعتبار ہے بلکہ ہم

وہابیوں کے اور بھی بزرگوں سے کہیں کہیں افراد بشریت الفاظ و انداز کی ایسی لغزشیں

ہو گئی ہیں انہیں قابل اصلاح کہنا چاہئے۔ (تجلی دیوبند فروری، مارچ ۱۹۵۹ء ص: ۸۴)

دیکھ رہے ہیں آپ ان زر پرستوں کی کرشمہ سازی اور ابن الوقتی بدلتے حالات کے ساتھ کس عیاری سے یہ لوگ اپنے عقائد و فتوے بدلتے رہتے ہیں لیکن ان کے خود تراشیدہ بزرگوں نے جو شان رسول میں گستاخیاں کی ہیں ہزار تنہیم اور تنبیہ کے باوجود ان سے توبہ و رجوع اور اجتناب و برأت کی آج تک توفیق نہیں ہوئی۔

ان حالات میں دیوبندیوں نے عربوں سے مدارس و مساجد کے نام پر خوب دولت حاصل کی اور ہندو پاک اور نیپال و بنگلہ ویش میں انہوں نے خوب بلڈنگس تعمیر کرائیں۔ اور عیش و عشرت میں نوابان اودھ کو بھی پیچھے چھوڑ دیا، اور سعودی نوازش و خیرات کا یہ سلسلہ ۱۹۹۱ء تک پورے زور و شور سے جاری رہا۔

۱۹۹۱ء میں جب خلیجی جنگ ہوئی اور سعودیوں نے امریکی فوجوں کو ان کے تمام تر حرام لوازمات کے ساتھ حجاز مقدس میں بلایا تو برصغیر میں ایک دیوبندی مولوی نے بھی اس کی حمایت نہیں کی اس کے بعد غیر مقلد وہابیوں نے عربوں کو یہ باور کرایا کہ دیوبندی نمک حلال نہیں عربوں کے اربوں روپے وصول کر کے بھی وہ وقت ضرورت کا نہ آ سکے۔ غیر مقلدوں کو اس موقع کی تلاش برسوں سے تھی وہ پہلے ہی یہ چاہتے تھے کہ عربوں کی ساری خیرات ہمیں ملے کیونکہ برصغیر میں ان کے حقیقی وارث ہم ہیں اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے متعدد کتابیں لکھوا کر سعودیہ سے شائع کرائیں

”القول البلیغ فی التحدیر من جماعۃ التبلیغ“ میں تبلیغی جماعت کی قرار واقعی خامیوں کو پشت از بام کیا اور سعودیہ عربیہ میں تبلیغی جماعت پر پابندی عائد کرادی۔ دیوبندی شیخ الہند کے ترجمہ قرآن اور مولوی عثمانی کے تفسیری افادات پر بھی پابندی لگوا دی، انہوں نے ”الدیوبندیہ نعریفہا، عقائدہا“ نامی کتاب بھی سعودیہ سے شائع کرادی ہے اس میں (بقول ایک ندوی) علمائے دیوبند کو مشرک، بدعتی اور بدعتیہ ثابت کیا گیا ہے۔ (۷)

اس کتاب سے واقعی علمائے دیوبند کی کسی قدر تصویر سامنے آگئی ہے اس سے دارالعلوم دیوبند میں ایک بار پھر زلزلہ آگیا ہے اور ان کے حالات زیر و زبر ہو کر رہ گئے ہیں۔

اب جب سعودیوں نے اپنے ان بے وفائے خوروں کو دھتکار دیا اور دارالعلوم دیوبند کے محن میں گرنے والی پٹروں کی دھار روک دی تو دیوبندی مکتب فکر کے اکابر داصاغر نے پھر زبان و قلم کے تیور بدل دیئے اور اس وقت ”کھسائی بلی کھبا نوچے“ کی مثال ان پر پوری طرح صادق آتی ہے اپنے قدیم محسن غیر مقلدین کے حوالے سے ”ترجمان دیوبند“ کے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں ”ندیم الواجدی صاحب بڑے طمطراق سے لکھتے ہیں:

”انگریزوں نے اتباع سنت اور عمل بالجہد ویت کے نام پر شروع ہونے والی ایک ایسی تحریک کی سرپرستی کی جو دراصل فقہ میں آزادانہ روش کی خواہش رکھتی تھی، اسے کسی ایک امام مجتہد کی پابندیوں میں جکڑا رہا گوارا نہیں تھا، پہلے اس تحریک سے وابستہ لوگ موجدین کہلاتے تھے پھر انگریزوں نے اپنی وفاداری کے انعام کے

طور پر انہیں اہل حدیث کے خطاب سے سرفراز کیا اور اب وہ ساری دنیا میں اس خطاب کو بطور تمغہ سینے پر جانے اس طرح پھرتے ہیں جیسے روئے زمین پر اگر حدیث کے سچے غلام اور محافظ ہیں تو یہی ہیں۔“ (۸)

چند سطر کے بعد لکھتے ہیں:

”غیر مقلدیت جسے وہ لوگ اب سلفیت سے تعبیر کرنے لگے ہیں اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اس فتنے کی سرکوبی کرنا اور آنے والی نسلوں کو غیر مقلدیت کے منہرے طلسم سے دور رکھنے کی جدوجہد کرنا وقت کا تقاضا ہے، خدا کے فضل سے ہماری جماعتیں وقت کا یہ تقاضا سمجھ گئی ہیں۔“ (۹)

لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ دیوبندی مکتب فکر نے وقت کا یہ تقاضا سعودی برودا لر بند ہونے کے بعد سمجھا کاش عقیدہ و فکر کی غیرت و حمیت کی بنیاد پر اس تقاضے کو سمجھتے تو ایک صدی قبل ہی نہ صرف ان سے مقاطعہ کر لیتے بلکہ دیوبندی ہی سے توبہ کر کے اہلسنت و جماعت میں داخل ہو گئے ہوتے اور ان بگڑتے حالات میں اتنے چہرے نہ بدلنے پڑتے مگر یہ حقیقت اب سب پر عیاں ہو گئی یہ رفاقت دینی نہیں تھی رفاقت زر تھی اور حرص و ہوس کی خوگر اور زر پرست جماعتوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

دیوبندی مکتب فکر کے مولوی نور الدین نور اللہ اعظمی لکھتے ہیں:

”غیر مقلدیت عصر حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے، قرآن و حدیث کا نام لے کر اس جماعت نے شریعت اسلام پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر فقہاء و محدثین پر اولیاء اللہ اور بزرگان دین پر شب خون مارنے کی ننگ درد میں اپنی پوری طاقت جھونک دی ہے، عربوں کی دولت ان کو بے تحاشا مل رہی ہے، جس کا یہ ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں،

عرب ہمارے اپنی سادہ لوحی میں ان کو دین اسلام اور کتاب و سنت کا خادم سمجھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اپنی دولت ان کے لئے انڈیل دی ہے۔ انہیں کیا پتہ کہ جن کو تم نے رہنما سمجھا ہے وہ ڈاکو ہیں، وہ دین پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، شب خون مار رہے ہیں۔“ (۱۰)

مولوی نور الدین اعظمی کے بقول غیر مقلدیت عصر حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے اور غیر مقلدین ڈاکو ہیں بالکل صحیح ہے۔ ہم بھی آپ کی تائید کرتے ہیں لیکن یہ کچھ بھی نہیں تھا جب تک آپ بھی عربوں کی دولت میں برابر کے شریک تھے بلکہ آپ کے بزرگوں کی نظر میں یہی غیر مقلدین دیندار اور متبع سنت تھے۔ اعظمی صاحب نے سعودی وہابیوں کے تعلق سے بڑا نرم لہجہ اختیار کیا ہے لگتا ہے وہ ابھی کچھ امید سے ہیں مگر اعظمی صاحب کے لئے ہمارا مشورہ ہے کہ یہ امید چھوڑ دیجئے حالات اب آپ کے حق میں قطعاً سازگار نہیں ہیں۔

اور یہ کسی دیوبندی فرد کا انفرادی خیال نہیں بلکہ پوری دیوبندی لابی اس وقت اپنے رضائی برادران کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ ۲۰/۳/۲۰۰۱ء کو نئی دہلی میں جمعیت علمائے ہند نے ملک گیر تحفظ سنت کانفرنس بلائی اور اجتماعی طور پر غیر مقلدین کے خلاف تجاویز منظور کیں۔ ذیل میں صدر کانفرنس مولوی اسعد مدنی کے خطبہ صدارت کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں پڑھئے اور ابنِ الوقتی کی داد دیجئے۔

صدر کانفرنس مولوی اسعد مدنی رقم طراز ہیں:

”مسلمانوں کے عہد زوال میں جب سامراجی سازشوں کے تحت جماعتِ مسلمین میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے کی غرض سے مذہبی فرقہ بندیوں کا سلسلہ شروع کیا گیا تو فتنہ

(۱۰) نور الدین اعظمی، مقدمہ غیر مقلدین کی ڈائری، مکتبہ اثریہ غازی پورس: ۱۲

اسلامی و فقہائے اسلام بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے متبعین و مقلدین کے خلاف عدم تقلید کا نعرہ لے کر ایک نئے فرقہ نے سر اٹھایا۔

خود اس فرقہ کے اکابر علما کی تحریروں سے درج ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

☆ یہ ایک نوپید غیر مانوس فرقہ شاذہ ہے۔

☆ یہ فرقہ اپنے آپ کو اہل حدیث بتاتا ہے جب کہ تمام مسلمان اسے غیر مقلد وہابی اور لامذہب کہتے ہیں۔

☆ یہ فرقہ اپنے ماسوی سارے مسلمانوں کو مخالف سنت و شریعت سمجھتا ہے۔

☆ یہ فرقہ اجماع سنت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کیوں کہ سلف و خلف کی بیان کردہ معمول بہ حدیثوں کو بھی بلاوجہ رد کر دیتا ہے۔

☆ آثارِ صحابہ اس فرقہ کے نزدیک قانون کی طاقت سے عاری بے نورا قوال ہیں۔

☆ یہ فرقہ اجتماعی مسائل کی بھی پروا نہیں کرتا۔

☆ یہ فرقہ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتا ہے۔

☆ بس رفع یدین، آمین بالجبر وغیرہ مختلف فیہ حدیثوں پر عمل تک اہل حدیث ہے۔ آداب و سنن اور اخلاق نبوی سے متعلق احادیث سے اسے کوئی سروکار نہیں۔

☆ یہ فرقہ ائمہ مجتہدین اور اولیاء اللہ کی شان میں بے ادبی و گستاخی کرتا ہے۔ (۱۱)

ماضی قریب میں بنام ”الدیوبندیہ“ طالب الرحمن سلفی نامی غیر مقلد نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عربی ترجمہ ابو حسان نامی کسی گناہ غیر مقلد نے کیا ہے جو دارالکتاب والند کراچی سے شائع ہوئی ہے۔ یہ عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں بغیر کسی رد و قدح کے فروخت کی جا رہی ہے اور ایک مہم بنا کر شیوخ حجاز و نجد اور سرکاری دفاتروں تک

(۱۱) روزنامہ راشدیہ، سہارا، نئی دہلی ۱۳ مئی ۲۰۰۱ء

پہنچائی گئی ہے۔ اس فتنہ انگیز کتاب میں دیوبندی مکتب فکر کے مرکزی دارالعلوم دیوبند کے بارے میں لکھا گیا ہے، دارالعلوم دیوبند سنت رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والا ادارہ ہے اور آپ کے طریقہ کو پھینک دینے والا ہے اس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر رکھی گئی ہے۔

(الدیوبندیہ ص ۹۸)

☆ دیوبندیوں کے اقوال و اعمال اور واقعات واضح علامت ہیں کہ ان میں شعوری یا غیر شعوری طور پر شرک سرایت کر گیا ہے اور وہ مشرکین مکہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔

(الدیوبندیہ ص ۷۲)

☆ علمائے دیوبند عقیدہ توحید سے بالکل خالی ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ توحید کے علمبردار ہیں۔

☆ حضرت شیخ الہند قدس سرہ پر محرف قرآن، کفر صریح کا مرتکب اور اللہ پر صریح جھوٹ بولنے والے جیسے الزامات چسپاں کئے گئے ہیں۔ (الدیوبندیہ ص ۲۶۶)

☆ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہ کو ”ویلک یا مشرک“ (اے مشرک تیرے لیے بربادی ہو) سے خطاب کیا گیا ہے۔ پھر آپ کی شان میں ایسی باتیں کہی گئی ہیں جسے قلم لکھنے پر آمادہ نہیں، کتاب مذکور کے صفحات ۲۵۳-۱۲۳-۱۷۱-۱۹۰ وغیرہ خود کچھ لیجئے (۱۲)

اب ذیل میں مذکورہ بالا ”تحفظ سنت“ کانفرنس کی چند تجاویز ملاحظہ فرمائیے:

الجامعۃ الاسلامیۃ مدینہ منورہ کا وسیع اور کشادہ آغوش تعلیم و تربیت تنگ ہو کر ایک خاص مکتب فکر کے لیے محدود ہوتا جا رہا ہے اور جو ادارہ قرآن و حدیث اور دیگر

(۱۲) روزنامہ راشٹر سہارا، نئی دہلی ۱۳ مئی ۲۰۰۲ء

اسلامی علوم کی تبلیغ و اشاعت اور صحیح علوم کی تعلیم و تفہیم کے لیے قائم کیا گیا تھا آج اسی تعلیمی و دینی ادارہ سے مسلمانوں کو دین اسلام سے خارج کرنے کا کام لیا جا رہا ہے۔ آج اس ادارہ پر ائمہ مجتہدین کی تقلید سے بیزار لوگوں کا تسلط قائم ہو گیا ہے اور یہ منکرین تقلید اس تعلیمی و دینی ادارہ کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے زعم میں اسلام سے خارج کر دینے کا کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب میں الجماعۃ الاسلامیۃ کے ایک فاضل شمس الدین الافغانی کو ”جمہو علماء الحنفیۃ فی ابطال عقائد القہوریۃ“ کے عنوان سے مرتب کئے جانے والے مقالہ پر (ڈاکٹریٹ) کی سند تفویض کر کے مسلمہ اصول سے انحراف کیا گیا ہے بلکہ علماء دیوبندی اردو تحریروں کو خود ساختہ عربی جامہ پہنا کر انہیں دیگر علمائے احناف کے برخلاف دشمن، قبوری اور مشرک وغیرہ بتایا گیا ہے۔ بالخصوص ان اکابر علماء کو جن کی علمی و دینی خدمات کے آگے برصغیر کے مسلمانوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، نام بنام مبتدع اور دین سے مخرف کہا گیا ہے۔

اور اسی مشرک ساز فرقہ کے علماء آج الجامعۃ الاسلامیۃ کے تعلیمی شعبوں پر قابض ہیں اور تنگ نظری اور فکری آوارگی کی بنا پر افتراق بین المسلمین کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور الجامعۃ الاسلامیۃ سے ایسے علماء و فضلاء اطراف عالم میں بھیجے جا رہے ہیں جو اپنے انہیں اساتذہ کے طرز عمل پر پوری دنیا میں تفریق بین المسلمین کی ختم ریزی کرتے ہیں اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔

اس لیے تحفظ سنت کانفرنس کا یہ نمائندہ اجلاس حکومت سعودیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایسے مقصد شریک اور تحریکی عناصر اور ان کی ریشہ دوانیوں پر کڑی نظر رکھے اور اپنے ملک سے ہونے والی ان شرانگیز کاروائیوں سے مسلمانان عالم کو بچائے، نیز اپنی سابقہ نیک نیتیوں پر حرف گیری کے مواقع نہ فراہم کرے۔

بدقسمتی سے سقوط سلطنت مغلیہ کے بعد سرزمین ہند پر جب سے انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا تو اس سیاسی انقلاب کے جلو میں ذہنی انتشار اور فکری آوارگی نے بھی سراٹھایا اور تقلید ائمہ کے انکار کا نعرہ لگا کر کچھ لوگوں نے مسلمانان ہند کے صدیوں کے متوارث اور متواتر مذہب کو اپنی تنقید و تنقیص کا ہدف بنایا۔ جب کہ صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین اور سلف صالحین کے دور سے مسلمانوں میں کسی ایسے فرقے کا سراغ نہیں ملا جو غیر مجتہد ہونے کے ساتھ غیر مقلد بھی ہو بلکہ جماعت مسلمین کا متوارث عمل یہی چلا آ رہا تھا کہ مجتہد کسی اور کی تقلید کے بجائے اپنے اجتہاد کی اتباع و پیروی کرتے اور غیر مجتہدین بغیر کسی تردد کے اصحاب اجتہاد کی تقلید کرتے تھے۔ لیکن فکری آوارگی کے شکار مٹھی بھر لوگوں نے مسلمانوں میں ایک نئے فرقے کی داغ بیل ڈال دی جس کا بچہ بچہ گویا منصب اجتہاد پر فائز غیر مقلد بن بیٹھا اور منکرین حدیث اہل قرآن کی طرح نام کے پردے میں حدیث اور صاحب حدیث ﷺ کے دینی و شرعی مقام و مرتبہ کا انکار کر دیا۔ اسی طرح غیر مقلدین کے اس فرقے نے اہل حدیث کے دعوے کے پردے میں فقہ اسلامی اور فقہائے اسلام کا سرے سے انکار کر دیا اور بطور خاص ان اعمال کی ترویج و اشاعت کی کوشش شروع کر دی جو ائمہ مجتہدین میں مختلف فیہ ہیں یا بالکل متروک ہو چکے ہیں اور خود اجتہادی کے زعم میں ائمہ مجتہدین کے درمیان اجتماعی متفق علیہ مسائل کو سخت مشق بنایا، جس کے نتیجے میں برصغیر کے مسلمانوں میں صدیوں سے چلا آرہا مذہبی اتحاد و اتفاق پارہ پارہ ہو گیا۔

اور آج صورت حال یہ ہے کہ اس فرقے کے جارحانہ رویہ سے کتاب اللہ کی تفسیر اور احادیث رسول ﷺ کی صحت محفوظ اور نہ ہی صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کا شریعت سے حاصل شدہ مقام و مرتبہ اس لیے یہ تحفظ سنت کا نفوس غیر مقلدین کے اس

جارحانہ رویہ کی کھلے الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور ملت اسلامیہ بالخصوص علماء و فضلاء سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس خارجیت جدیدہ کے اثرات بد سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی بھی امکان کی کوشش سے دریغ نہ کریں اور خدا کی فرمائیں ”و جادلہم بالتي هي احسن“ کو سامنے رکھتے ہوئے اس فرقے کے بچھائے دام ہم رنگ زمین سے امت کو خبردار کرتے رہیں۔

تحفظ سنت کا نفوس کا یہ عظیم الشان اجلاس تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ مؤحد، سلفی، اہل حدیث اور دیگر مختلف ناموں سے غیر مقلدین جو مقلدین ائمہ اربعہ خصوصاً امام ابوحنیفہ کے خلاف سخت جارحانہ پردہ پیگندہ کی مہم چلا رہے ہیں اس سچو کنا رہیں اور تقلید ائمہ جس پر ہر دور میں ساری امت کا اجماع رہا ہے اور خصوصاً اس دور میں اس کے بغیر اپنے دین کی حفاظت ہی ناممکن ہے اس سلسلے میں غیر مقلدوں کی فریب کاریوں سے کسی طرح متاثر نہ ہوں، ان کے حربوں میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ وہ مال خرچ کر کے اور جگہ جگہ مدارس اور تعلیمی ادارے قائم کر کے اپنے شرکی اشاعت میں کوشاں ہیں، اس لیے ہم مسلمانوں کو مکمل احتیاط کرنی چاہئے کہ اپنے نو نہال بچے اور بچیوں کو ان کے اداروں میں ہرگز داخل نہ کریں، ورنہ یہ لوگ ان مضموم بچوں کی ذہن سازی کر کے ہماری نسلوں کو دین سے برگشتہ کر دیں گے۔ (۱۳)

درج بالا اقتباسات کے مطالعہ سے یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی مکتب فکر اس وقت غیر مقلدوں کو انگریزوں کی کاشت اور گمراہ بددین سمجھ رہا ہے اس حقیقت سے بھی سرمو انحراف نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام احکامات اور غم و غصہ دینی تقاضوں کے پیش نظر

نہیں بلکہ زر پرستی کے تقاضوں کے پیش نظر ہے ورنہ سنجیدہ طبقہ آج بھی اس کا داعی ہے کہ دونوں کے مابین اختلاف اصولی نہیں بلکہ فردی ہے۔ جمعیتہ علمائے دیوبند کے ترجمان مولانا عبدالحمید نعمانی کا کہنا ہے کہ ”فریقین کے درمیان مشہور مختلف فیہ مسائل میں اختلافات اصلاً رائج اور مرجوح ہی کے ہیں“ کچھ دیوبندی علما غیر مقلدین کے خلاف اس دیوبندی مہم کو قیام دیوبند کے مقصد سے انحراف تصور کر رہے ہیں ان کا یہ انداز فکر بھی بلاشبہ جی بر حقیقت ہے کیوں کہ دیوبند کی بنیاد وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ہی رکھی گئی ہے اور دونوں کا بانی انگریز سامراج ہی ہے۔ افکار ملی، ذاکر مگر، دہلی کے حالیہ شمارے میں علمائے دیوبند کے اس رویہ پر اظہار غم کرتے ہوئے ان کے ایک رکن لکھتے ہیں۔

”شراکیزی خواہ کسی بھی حلقے کی طرف سے ہو اور اس کا نشانہ کوئی بھی بننا ہو، ہمارے لیے فکر مندی کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے عمل میں ہماری قوتیں ضائع ہوتی ہیں اور اس مقہور و مجبور امت کو اپنے اصل ایجنڈے پر کام کرنے کا موقع نہیں ملتا اور ہماری توانائی آپس میں الجھ کر رہ جاتی ہے اور ایک ایسے وقت میں جب امت اپنے وجود کی جنگ لڑ رہی ہے خود اپنے ہی خلاف ایک خطرناک محاذ کھول دیا ہے۔ کیا انہیں یہ پتہ نہیں کہ دیوبند کے بانیوں نے مدرسہ اس لیے نہیں قائم کیا تھا۔ اہل دیوبند نے اگر اس مقصد سے پیٹھ پھری ہے تو یہ اس امت کے لیے بڑا سانحہ ہوگا۔“ (۱۴)

اس تحریر کے پس پردہ قلم کار کے ضمیر کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے کہ ہمارا دارالعلوم وہابیت کے جن طے شدہ خطوط پر کام کرنے کے لیے وجود میں آیا تھا آج علماے دیوبند صرف حصول زر کے لیے ان خطوط عمل سے ارتداد کی راہ اختیار کر رہے ہیں اور ہمارے انگریز سرپرستوں اور سعودی آقاؤں نے میدان عمل میں اترنے سے

قبل دونوں گروپوں کو جو ایجنڈا سپرد کیا تھا وہ باہمی تنازع سے اس مقصد سے پیٹھ پھیر رہے ہیں اور یہ تنازع عقیدہ و فکر کے اختلاف کی بنیاد پر نہیں بلکہ

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے

اس راز ہائے سر بستہ سے نقاب اٹھتے ہوئے ان کا یک قلم کار اس طرح رقم

طراز ہے، پڑھئے اور سردھنئے:

”کیا ایسا تو نہیں کہ اس اختلاف سے کسی کا معاشی مفاد وابستہ ہو“ ادارہ امور مساجد، دہلی، کے ناظم مولانا عبداللہ طارق (دیوبندی) اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں۔ مقلد اور غیر مقلد کے مابین نزاعی مسائل فردی ہیں اصولی نہیں۔ تاہم اس نزاع کا تعلق مسلک سے نہیں بلکہ چندہ اور زراعت و زنی کی مہم سے ہے۔ دیوبندی عقائد اگر فتنہ ہیں تو یہ فتنہ برصغیر میں ہے نہ کہ عالم عرب میں اگر انہیں اس فتنہ کا مقابلہ کرنا تھا تو وہ یہاں کرتے ضرورت یہاں تھی، عربی لٹریچر لکھنے اور عربوں میں اسے پھیلانے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ (۱۵)

ان اعتراضات کی روشنی میں یہ واضح ہو گیا کہ علماے دیوبند اور غیر مقلدین کے درمیان اختلاف و تنازع کی یہ موجودہ سرگرمیاں اور ایک دوسرے کو گمراہ و بدعقیدہ لکھنے اور کہنے کی یہ ساری جانفشانیاں عقیدہ و فکر کے بنیادی اور اصولی اختلافات کے پیش نظر نہیں بلکہ اس کی بنیاد محض سعودی خیرات ہے دونوں کی نظریں سعودی تجویزوں پر مرکوز ہیں، علماے دیوبند کو جب تک برابر حصہ ملتا رہا اپنے آپ کو وہابی کہنا سرنامہ امتیاز سمجھتے رہے اور ”التوحید“ اور ”تقویۃ الایمان“ وغیرہ تحفیت سوز اور اسلام دشمن کتابوں کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے بلکہ ان کتابوں کو اپنے مدارس میں پڑھاتے رہے اور متن من سے غیر مقلدین کو بڑے بھائیوں کی طرح گلے سے لگائے رہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آج تک

غیر مقلدین اساتذہ ان کے مدارس میں تدریس و تربیت کی خدمات انجام دیتے رہے اور غیر مقلدین طلبہ بڑے طمطراق سے ان کی درسگاہوں میں پڑھتے رہے ان کی گمراہی و بددینی اور انگریز نوازی ان کے افسانہ مذہب کا کوئی نیا کردار تو ہے نہیں وہ اپنے یوم پیدائش سے ہی اپنے تمام تر عقیدہ و عمل میں محمد بن عبد الوہاب نجدی، ابن تیمیہ اور اسماعیل دہلوی کے مقلد ہیں۔ سعودی خیرات کے بندہ ہوتے ہی ان کے دین و عمل کی گمراہیاں نظر آنے لگیں اور ان کے کفر اور ان کی بددینی کے فتوے صادر ہونے لگے جبکہ دوسری جانب یہ بھی اعتراف ہے کہ ہمارا اختلاف اصولی نہیں فروغی ہے اور رائج اور مرجوح تک محیط ہے۔ آج تک جب ان کی انگریز نوازی اور بددینی کا اظہار علمائے اہلسنت کرتے تھے تو ان کی حمایت میں سینہ سپر دیوبندی نظر آتے تھے اور غیر مقلدین سے زیادہ اساطین دیوبند کے کلیجے پھٹنے لگتے تھے۔ آج وہی باتیں دیوبندی غیر مقلدین کے لیے لکھ رہے ہیں اور یہی حال غیر مقلدین کا بھی ہے علمائے اہلسنت کے انکشافات غیر مقلدین ہتھیار کے طور پر دیوبندیوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ دونوں گروپوں کے الزامات ایک دوسرے کے حق میں بالکل حق ہیں اور بجائے خود دونوں ہی گمراہ اور بددین ہیں دونوں کا سرچشمہ وہابیت ہے۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں اب یہ حقیقت کسی اہل دانش پر مخفی نہیں کہ برصغیر میں وہابیت کی تین بڑی شاخیں معرض وجود میں آئیں: ۱۔ قادیانیت ۲۔ غیر مقلدیت ۳۔ دیوبندییت۔ اور ان تینوں کے عقیدہ و فکر کی ہم آہنگی کی سرزمین سے اگنے والے نتائج بھی یکساں ہیں، یعنی۔

نام ہی کا فرق ہے کام ہیں تینوں کے ایک

موجودہ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سعودی ریال کے حصول و تقسیم میں اس دقت باہم خوب جوتوں میں دال بٹ رہی ہے اور نفسانی اختلافات اس حد تک بڑھ چکے

ہیں کہ اب دونوں کے متحد ہونے کے امکان نظر نہیں آتے تاوقتیکہ سعودی ریال علمائے دیوبند کو پھر ملنے لگیں لیکن اب غیر مقلدین سعودی شیوخ کے دل و دماغ پر اس طرح قابض ہو چکے ہیں کہ ان مقامات تک علمائے دیوبند کا پہنچنا بڑا مشکل ہے۔ اس کی بس ایک ہی صورت ہے کہ علمائے دیوبند اپنی نام نہاد حنفیت سے رجوع کر کے غیر مقلدیت کو اختیار کر لیں اور یہ ان بگڑتے حالات میں ان سے بعید بھی نہیں اس کی ایک تازہ مثال وحید الدین خاں کی ہے جو اپنی پیدائش سے آج تک حنفی اور مقلد ہونے کے داعی تھے لیکن ایک ماہ قبل انھوں نے اپنی تقلید حنفیت کا قلابہ اتار پھینکا ہے اور جون ۲۰۱۰ء کا پورا ”الرسالہ“ تقلید کے شرعی اور روایتی مفہوم کے خلاف لکھا ہے۔ اس شمارے کو ”وحید الدین خاں کی غیر مقلدیت کا آغاز نمبر“ ہی کہنا درست ہوگا اب ہم اتنا کہہ کر بات ختم کریں گے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا



وحید الدین خاں سے دو باتیں

تحریر جون ۱۹۰۷ء

مولانا خواجہ حسن نظامی دہلوی ہندوستانی مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی گمراہی اور بے دینی بنام ”وہابیت“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”نجدی وہابیوں اور ہندوستانی وہابیوں میں ایک فرق ہے۔ نجدی وہابی اپنے آپ کو حضرت امام احمد بن حنبل کا مقلد کہتے ہیں مگر ہندوستانی وہابی کسی امام کو نہیں مانتے اور پوری غیر مقلدی کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل حدیث کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ ہندوستان کے اہل حدیث تو وہابیت کے کونٹے پر چڑھے ہوئے ہیں مگر کچھ دہابی ایسے بھی ہیں جو ابھی وہابیت کے زینے تک پہنچے ہیں اور تقلید کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض چشتیہ خاندان میں پیری مریدی بھی کرتے ہیں۔ ان کو عرف عام میں دیوبندی کہا جاتا ہے۔ ایک قسم وہابیوں کی نئی نمودار ہوئی ہے ان کو نجری وہابی کہنا چاہئے ان کے بانی مولانا شبلی تھے (تاریخ دہلی ص: ۱۵۰) مطہر محبوب (الطالع دہلی)

خواجہ حسن نظامی دہلوی نے گمراہ و بددین وہابیت کے جو مدارج ضلالت اپنے دور میں سپرد قلم کئے تھے اس طویل عرصہ میں وہابیت کی ان تینوں شاخوں نے اپنی گمراہ گری کے خطوط پر حیرت انگیز ترقیاں کی ہیں۔ دیوبندی گروپ کے مولوی بشیر احمد فقیر والی ضلع بہاول نگر ہندوستانی وہابیوں کی ولادت اور ان کی گمراہیت کی جانب پیش قدمی کے سربستہ راز کا انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”غیر مقلدین (دہابی) انگریز کی عطا کردہ آزادی مذہب کے نتیجے میں پیدا ہوئے اور انگریز کے اغراض و مقاصد اور خواہشات کی تکمیل کے لیے آگے بڑھے اور باطل کے مختلف محاذوں سے شجر اسلام پر خشت باری اور قلعہ اسلام پر گولہ باری کے لیے انہوں نے برضا و رغبت اپنی خدمات پیش کیں۔ اور انگریز کے حضور حاضر ہو کر کہا ہم قادیان میں آنجناب کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنی جان کی بازی

لگانے سے بھی دریغ نہ کریں گے صرف جناب کے اشارہ ابروی کی ضرورت ہے۔

(اہل حدیث اور انگریز ص: ۹۰)

فتنہ وہابیت کے رکن رکین اس دیوبندی مکتب فکر کے مولوی کے انکشاف سے یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ ہندوستان میں وہابیت کا اصل بانی اور سرپرست انگریز سامراج تھا نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہابیت کی مذکورہ بالا شاخوں کی طرح قادیانیت بھی وہابیت کی ایک ترقی یافتہ قسم اور غیر مقلدیت کی رضاعی بہن ہے۔ لیکن یہ سب اس دور کی باتیں ہیں جب وہابیت اپنے انگریز آقاؤں کے سہارے خاک ہند میں پھلنے پھولنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہی تھی اب یہ ہندو ادا اسلام دشمن تحریکوں کی بھی آلہ کار بن چکی ہے۔ اور ان کے نام نہاد سیاسی علما اور دانشور و شوہندو پریشد، بجرنگ دل اور آر ایس ایس جیسی ہندو کٹر پٹھتی جماعتوں کی حمایت اور ترجمانی میں بھی اپنے فکر و قلم کی مکمل توانائی صرف کر رہے ہیں۔ ان ملت فروشوں کی طویل فہرست میں مولوی وحید الدین خاں مدیر ”الرسالہ“ و سرپرست ”اسلامی مرکز دہلی“ کا نام سرفہرست ہے۔ اب ان کا بڑا سرا و وجود اور ان کی طلسماتی تحریروں کا بنیادی نقطہ نظر بھی بڑی تیزی سے بے نقاب ہو رہا ہے۔

اس حقیقت سے خاک ہند کا کون سا مسلمان بے خبر ہوگا کہ برسرِ اقتدار ہندو قومیں اسلامیان ہند کی تہذیب و ثقافت اور ان کے اسلامی نظریات و آثار پر جس بے دردی سے تیشہ زنی کر رہی ہیں اس کی مثال کسی جمہوری ملک میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی۔ یہ مسٹر ان کی ہر ظالمانہ روش اور ہر فکری شب خون کے حملوں کی حمایت میں ان سے بھی دو چار قدم آگے نظر آتے ہیں اور مسلمانوں کی مظلومانہ آہ و فغاں اور خاموش احتجاجی اقدام پر پہرے بٹھانے کے لیے ہر وقت تازہ دم اور مستعد نظر آتے ہیں۔ اور اتنے

مذہب فریب جبرائیل بیان میں بے بنیاد قلعے تعمیر کرتے ہیں کہ بھولے بھالے سادہ لوح قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ایسا لگتا ہے کہ مسلم دشمن عناصر نے ان کے زبان و قلم ہی کا نہیں، فکر و ضمیر کا بھی سودا کر لیا ہے۔ بھگوان جھنڈے کے زیر سایہ پروان چڑھنے والے نام نہاد ”اسلامی مرکز“ کے سرپرست کو فرائض کی ادائیگی کے لیے جو عملی اور فکری نقشہ سپرد کیا گیا ہے اس میں مسلم قوم کے دل سے ایمانی حمیت، تعظیم رسول اور جذبہ جہاد کو کھرچ کھرچ کر نکالنا اولین فریضہ منہی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے تعلق سے ان کی کوئی بھی تحریر اٹھا کر دیکھ لیجئے ”صلح حدیبیہ“ کا نام لے لے کر بے موقع اور بلا ضرورت ممبر و تحمل کے درس سے خالی نہیں ہوتی اور اسی کے بین السطور مسلک جمہور کے عقائد و معمولات پر سنگباری کرتے ہوئے مسلمانوں کے جمہوری نقطہ نظر اور اقدام و عمل کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریر و تقریر کی یہ مہلک فکر مسلم قوم کے جیالوں کی دینی استغوں اور مردانِ خُرکی دلولہ انگیز پیش قدمیوں کے لیے زہر قاتل اور انتہائی ہلاکت خیز ہے۔

ثابت اور تعمیری فکر اور ممبر و تحمل کا مظاہرہ بلاشبہ اسلام کا داعیہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نگاہوں کے سامنے مسجدیں مسمار ہوتی رہیں، مسلم پرسنل لاگو یکساں سول کوڈ میں تبدیل کرنے کی سازشیں سر اٹھاتی رہیں، دہشت گرد حکومت ہند کی ناک کے نیچے قرآن عظیم نذر آتش کرتے رہیں، اہل قلم تہذیب و تاریخ کو بدلتے رہیں، نصاب تعلیم میں مسلم عہد حکومت کا چہرہ مسخ کیا جاتا رہے، منظم سازشوں کے تحت فسادات کے ذریعہ مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو سے کھلواڑ ہوتا رہے، خواتین اسلام کی عصمتیں لٹی رہیں اور ملت کے نوجوان خاموش تماشائی بنے تسبیح کے دانوں پر ”الصبر“ ”الصبر“ کا ورد کرتے رہیں، اگر اسلام کا تقاضا ہے مبرہی ہے تو

بزدلی، بے حسی اور ایمانی بے غیرتی کس چیز کا نام ہے۔ جناب! موقع شناسی اور تدبیر سے کام لے کر وقتی خاموشی اور مصالحت الگ چیز ہے۔ جو قوم وقتی پسپائی کے ساتھ دلوں سے غیرت ایمانی اور احساس زیاں بھی نکال دیتی ہے وہ غیر شعوری طور پر صفحہ رستی سے مٹ جاتی ہے۔

وحید الدین خاں اس وقت فکر و قلم کی پوری توانائی صرف کرتے ہوئے قوم کو ذلت و رسوائی کے اسی گڑھے کی جانب ڈھکیل رہے ہیں۔ وہ سب کچھ وہی کر رہے ہیں جو اسلام دشمن عناصر ان سے کرانا چاہتے ہیں ان کا اکثر وقت ہندو سبھاؤں میں سادھو سنتوں کے ساتھ گزرتا ہے۔ اس سال سفر حج بھی انہوں نے بی. جے. پی کی عطا کردہ خیرات سے کیا ہے لیکن اس کی کوئی خبر ”الرسالہ“ میں نہیں آئی، یوں بھی وہ بی. جے. پی اور آر. ایس. ایس کی نوازشات کا ذکر ہی کہاں کرتے ہیں تذکرہ تو وہ اپنے آقاؤں کے اشاروں پر انجام پانے والے کارناموں کا کرتے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد اب مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ خواجہ حسن نظامی اپنے عہد میں جس گردپ کو وہابیت کے زپنے پر دیکھ رہے تھے وہ اب آر. ایس. ایس کے ترشول پر براجمان ہے۔ اسی طرح دینی عقائد و نظریات کی گمراہی اور گمراہ گری میں بھی بے حیائی اور جرأت میں جو اضافہ ہوا ہے اس مختصر تحریر میں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ سر دست آپ اتنا جان لیجئے کہ اسلامی لبادے میں تو ہیں رسول ﷺ کا نام ”وہابیت“ ہے۔ اس روشنی میں وحید الدین خاں سے ایک سوال کیا گیا ہے، جس کی عبارت من و عن حسب ذیل ہے۔

”بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ حضور اکرم ﷺ کو افضل انبیاء نہیں تسلیم کرتے اس کی کیا حقیقت ہے برائے کرم واضح فرمائیں۔“ (از سید احسن الدین

حیدر آباد) (الرسالہ نمبر ۲ ص ۳۶۰)

اس سوال سے قبل وحید الدین خاں اپنی تحریر و تقریر میں حضرت سید المرسلین امام الانبیاء کے افضل انبیاء ہونے کا انکار کر چکے ہیں۔ جس کا اظہار رسائل نے اپنے سوال میں کیا ہے، لیکن سوال کا تیور دیکھ کر بڑے شاطرانہ پیرایہ بیان میں جواب دیا ہے۔ اس کے باوجود جواب کے بین السطور سے عناد و رسول کا رستا ہوا لہو صاف نظر آ رہا ہے۔ دل و دماغ کی مکمل یکسوئی کے ساتھ اب آنجناب کا جواب پڑھئے۔

”پیغمبر اسلام ﷺ کا افضل ہونا بجائے خود مسلم واقعہ ہے۔ یہاں اصل سوال خود اس واقعہ کا نہیں بلکہ اس کی تعبیر کا ہے۔ یعنی اس حقیقت کی منصوص تعبیر کیا ہے اور اس کے اظہار کا منصوص طریقہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر یہ ایک تسلیم شدہ واقعہ ہے کہ ہر مومن کو رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی گہرا قلبی تعلق ہونا چاہئے، مگر جیسا کہ معلوم ہے اس قلبی کیفیت کی منصوص تعبیر ”محبت رسول“ ہے عشق رسول اس کی منصوص تعبیر نہیں۔

تعبیر کا یہی فرق مذکورہ مسئلہ میں بھی پایا جاتا ہے قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ”افضل الانبیاء“ کی تعبیر قرآن یا حدیث میں اختیار نہیں کی گئی، مثلاً قرآن میں کہیں بھی ”محمد افضل الانبیاء“ جیسی کوئی آیت نہیں اسی طرح حدیث میں ”انا الماعی“ تو ہے مگر حدیث میں کہیں بھی ”انا افضل الانبیاء“ جیسا کوئی کلمہ نہیں۔“

(الرسالہ نمبر ۲ ص ۶-۱۳۵)

دیکھ رہے ہیں آپ فکری آوارگی کا رقص ابلیس، لگتا ہے وحید الدین خاں کے نوک قلم پر شیطان بیٹھ گیا ہے اور اسی کے اشارہ پر قلم حرکت کر رہا ہے۔ سرور انبیاء و فرکون و مکاں، فخر الرسل، امام الکمل، خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے ”افضل الانبیاء“ ہونے پر اتنے شواہد ہیں کہ ہزاروں صفحات روشن کیے جاسکتے ہیں مگر آنجناب کو ڈھونڈنے پر بھی قرآن وحدیث میں کوئی کلمہ نظر نہیں آیا اگر ملی رہبری اسی کا نام ہے تو مذہبی رہبرنی کی

علامات کیا ہوں گی۔ جناب ”یہاں اصل سوال خود اس واقعہ کا نہیں بلکہ اس کی تعبیر کا ہے“ یعنی افضل الانبیاء کہنا اور لکھنا دراصل وہابیت کی منصوص تعبیر نہیں۔ سنئے وہابیت کی منصوص تعبیر کیا ہے۔ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کی تعبیرات ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چہرہ سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰)

۲۔ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (ایضاً ص ۲۹)۔

۳۔ انبیاء اولیاء امام زادے، پیر، شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں

اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (ایضاً ص ۶۸)

۵۔ (رسول اللہ ﷺ) جو بشر کی تعریف ہو وہی کر و سواں میں بھی اختصار کر دو (ایضاً ص ۶۳)

رسول اعظم ﷺ کے حوالے سے وہابیت کی منصوص تعبیرات پڑھ کر اب آپ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے کہ وحید الدین خاں کے سامنے سوال قرآن وحدیث کی منصوص تعبیر کا نہیں بلکہ اپنے اصل پیشوا کی پیروی کا ہے جن کی کتاب ”تقویۃ الایمان“ کا پڑھنا اور گھر میں رکھنا ان کے مذہب میں عین ایمان ہے۔ اب ذرا عشق و ایمان کی آنکھیں کھولئے اور قطار در قطار قرآن وحدیث کے ان شواہد کا مطالعہ کیجئے جن کی عبارتیں چیخ چیخ کر رسول اللہ کے ”افضل الانبیاء“، ”امام الانبیاء“، ”خاتم الانبیاء“، ”سید الانبیاء“، ”فخر الرسل“ اور ”مولائے کل“ ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔ ارشاد الہی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجٰتٍ ۚ

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی کچھ ان میں وہ ہیں جن سے خدا نے کلام کیا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۴)

اس بحث کے دوران یہ نکتہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ افضل الانبیاء کے مقابلے میں کسی نبی و رسول کی تحقیر کا شائبہ بھی دل میں پیدا نہ ہو کیونکہ اصل نبوت و رسالت میں تمام انبیاء و رسل برابر ہیں یہاں گفتگو اس سے اٹھ کر خصائص و فضائل میں ہے جیسا کہ تمام مومنین نفس ایمان میں مساوی ہیں لیکن اطاعت الہی، عشق رسول اور تقویٰ شعاری میں باہم تفاوت اور ایک دوسرے پر فضیلت و فوقیت رکھتے ہیں۔ اس کی روشنی میں اب مذکورہ آیت کی تفسیر و توضیح ملاحظہ فرمائیے۔

آیت کے آخری جزو ”رفع بعضهم درجات“ کی تفسیر میں حضرت شیخ عبد اللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومنہم من رفعہ علی سائر الانبیاء فكان بعد تفاوتہم فی الفضل افضل منہم بدرجات کثیرۃ۔ و هو محمد ﷺ لانه هو المفضل علیہم بارسالہ الی الکافۃ و بانہ اوتی مالہم یوتہ احد من الایات المتکاثرة المرتقیۃ الی الف او اکثر۔ و اکبرھا القرآن لانه

ترجمہ: اور ان میں سے وہ ہیں جن کو تمام انبیاء پر بلند کیا تو وہ افضل میں انبیاء کے درمیان فرق مراتب کے بعد درجوں افضل ہیں۔ اور وہ محمد ﷺ ہیں۔ ان کے تمام انبیاء سے افضل ہونے کی پہلی دلیل تو یہ ہے کہ آپ کی رسالت ساری مخلوق کو عام ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کو بہت کثیر معجزات عطا کئے گئے جو ان سے قبل کسی کو نہیں دیئے گئے جن کی تعداد ہزار یا اس سے بھی زائد ہے اور ان میں سب سے بڑا معجزہ

المعجزة الباقیۃ علی وجہ الدھر۔ وفی هذا الابهام تفصیح و بیان انه العلم الذی لا یشتبہ علی احد و المتمیز الذی لا ینسب۔

قرآن عظیم ہے کہ یہ آج بھی صفحہ ہستی پر باقی ہے۔ اور اس ابہام میں بھی تفصیح اور اس بات کا اظہار ہے کہ یہ وصف بمنزلہ علم ہے کہ کسی کو اشتباہ نہ ہوگا اور ایسا ممتاز ہے کہ ذرا بھی التباس نہیں۔

(تفسیر النسفی ج ۱ ص ۱۲۷)

اس تفسیر کی روشنی میں ہمارا مدعا روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ آیت کریمہ میں لفظ ”بعض“ سے مراد ذات سرور کائنات ہے اور رہا یہ شبہ کہ اس مقام پر لفظ بعض کے بجائے اسم پاک مصطفیٰ کیوں نہیں تو یہ سچا بخود غلط اور بے بنیاد ہے کیوں کہ مفسرین کے ارشادات کی روشنی میں یہ ابہام بھی آپ کی عظمت و فضیلت پر دال ہے کیوں کہ یہ مقام آپ کی ذات کے لیے بالکل متعین بلکہ علم کے درجے میں ہے کہ سنتے اور پڑھتے ہی دل و دماغ امام الانبیاء کے عطر بیز تصور کی خوشبوؤں سے مہک اٹھتے ہیں۔ اور ایسا بھی نہیں کہ یہ آج کے دور کی کوئی نو پید تشریح و توضیح ہو بلکہ اس پر اکابر اسلام اور مفسرین عظام کا اجماع ہے اور عہد رسالت سے آج تک یہی اہل حق کا مسلک رہا ہے۔ اب ذرا اپنے ضمیر کو آواز دیجئے کیا یہ آیت کریمہ نبی آخر الزماں ﷺ کے ”افضل الانبیاء“ ہونے کی ناقابل شکست اور روشن دلیل نہیں؟

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ عاشق رسول علامہ احمد بن محمد قسطلانی اس آیت کے تحت رقم طراز ہیں:

قوله تعالیٰ ”ورفع بعضهم درجات“ ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان میں بعض کو درجوں بلند کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمیز و تفضیل سے (تمام انبیاء پر) بلند کیا (۱) شب

معنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رفعہ اللہ تعالیٰ

من ثلاثة اوجه (۱) بالذات - معراج ذات مصطفیٰ کو (۲) تمام انسانوں کا
فی المعراج (۲) وبالسيادة على سردار بنا کر (۳) اور ان معجزات کے ذریعہ جو
جميع البشر (۳) و بالمعجزات آپ سے قبل کسی نبی کو نہیں عطا کئے۔
مالم يوتنه نبی قبله (المواهب
اللدنية بالمنح المحمدية

(ج: ۳، ص: ۱۲۱)

اب اس آیت کے حوالے سے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کا
ایمان افروز نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔ امام احمد رضا بڑے اختصار اور جامعیت کے ساتھ
رقم طراز ہیں:

”ائمہ فرماتے ہیں یہاں اس بعض سے حضور سید المرسلین ﷺ مراد ہیں کہ
انہیں سب انبیاء پر رفعت و عظمت بخشی کما نص علیہ البغوی و البیضاوی
والنسفی والسبوطی والقسطانی والزرقانی والشامی والحلبی وغیرہم
- واقتصار الجلالین دلیل انه اصح الاقوال لالتزام ذالک فی الجلالین۔
اور یوں مبہم ذکر فرمانے میں حضور کے ظہور افعلیت و شہرت سیادت کی طرف اشارہ
تامہ ہے۔ یعنی یہ وہ ہیں کہ نام لویا نہ لو انہیں کی طرف ذہن جائے گا اہل محبت جانتے
ہیں کہ اس ابہام نام میں کیا لطف و مزہ ہے۔“

اے گل جو خر سہم کہ بونے کسے داری

مژدہ اے دل کہ میخانے ی آید کہ از انفاس خوش بونے کسے ی آید
(جلی المبین بان مینا سید المرسلین ص: ۱۵)

مفسرین عظام اور اکابر اسلام کی تشریحات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ آیت
کریمہ ”ورفع بعضہم درجت“ میں آقائے کائنات کا افضل الانبیاء ہونا چودھویں
رات کے چاند کی طرح روشن و منور ہے۔ اہل حق میں سے کسی نے آج تک اس پر نکیر

نہیں کی لیکن وہابیت و یونہدیت تو نام ہی تنقیص رسول کا ہے ان کا کام ہی انبیاء اور اولیا
کی عظمتوں کا چھپانا اور توہین رسول کے لیے نٹ نٹی راہیں نکالنا ہے وہ افضل الانبیاء کی
تعریف بھی عام بشر کی سی ہی کرتے ہیں بلکہ اس میں بھی بخل سے کام لیتے ہیں اگر یہی
مطلوب الہی ہوتا تو قرآن عظیم کی آیتوں میں رسول اللہ کی عظمت و فضیلت کی کہکشاں
کیوں جگمگا رہی ہوتی۔ اب اس پس منظر میں آیت مذکورہ کے تحت وحید الدین خاں کی
گمراہ کن تفسیر کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

”ہر پیغمبر مختلف حالات میں آتا ہے اور اپنے مشن کی تکمیل کے لیے الگ الگ
چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اس اعتبار سے کسی کو ایک فضیلت دی جاتی ہے اور کسی کو
دوسری، بعد کے دور میں پیغمبر کی فضیلت اس کے امتیاز کے لیے قند بن جاتی ہے۔
وہ اپنے نبی کو دی جانے والی فضیلت کو تائیدی فضیلت کے بجائے مطلق فضیلت کے
معنی میں لے لیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب سے افضل پیغمبر کو مان رہے ہیں اس
لیے اب ہمیں کسی اور کو ماننے کی ضرورت نہیں۔“

اسی طرح اللہ کے وہ بندے جو امت محمدی کی اصلاح و تجدید کے لیے اٹھے ان
کا بھی لوگوں نے انکار کر دیا کیوں کہ ان کے مخالفین کی نفسیات یہ تھی کہ ہم بزرگوں
کے وارث ہیں، ہم اکابر کا دامن تھامے ہوئے ہیں پھر ہم کو کسی اور کی کیا ضرورت؟

(تذکیر القرآن جلد اول ص: ۱۰۸)

”ورفع بعضہم درجت“ سے متعلق اس غیر متواتر اور اختراعی تفسیر کا تجزیہ کریں تو
درج ذیل حقائق سامنے آئیں گے۔

۱۔ قرآن کے لفظ ”بعض“ سے کون مراد ہے ترجمہ و تفسیر میں کہیں ذکر نہیں کیا یہ پیغمبر اسلام کی
عظمت و فضیلت بلکہ ان کی ذات مقدسہ سے قلبی عناد و تعصب ظاہر نہیں کر رہا ہے۔

۲۔ اس میں انبیاء کرام بشمول آخر الانبیاء کے لیے چاروں چار تائیدی فضیلت کو تسلیم کرتے

ہوئے بڑی دیدہ دلیری سے مطلق فضیلت کا انکار کیا ہے یہ نبی کریم ﷺ کے فضل و کمال سے انکار کا ایک چور راستہ ہے جبکہ حق یہی ہے کہ افضل الانبیاء ﷺ کو انفضیلت مطلقہ سے سرفراز کیا گیا ہے۔ علمائے اسلام نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس نقطہ فکر کو اٹھایا ہے اور اس کے اثبات پر قطار در قطار دلائل قائم فرمائے ہیں۔ ذیل میں علامہ سعد الدین تفتازانی کا استدلال ملاحظہ فرمائیے۔

واستدل الشیخ سعد الدین ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”تم بہترین امت ہو التفتازانی لمطلق افضلیتہ ﷺ ان میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں“ سے حضرت بقولہ تعالیٰ ”کنتم خیر امۃ اخرجت للناس“ قال لانه لاشک ان خیرۃ الامۃ بحسب کمالہم فی الدین، و ذلک تابع لکمال نبیہم الذی یتبعونہ۔ (المواہب اللدنیہ جلد ۳ ص: ۱۲۲)

۳۔ خاں صاحب نے انبیاء کرام کے فضائل و کمالات کو دے لفظوں میں امتوں کے لیے فتنوں کا باعث قرار دیا ہے، لیکن انہوں نے امتوں کو مورد الزام ٹھہرایا ہے جبکہ یہ الزام حق سبحانہ تعالیٰ پر عائد ہوتا ہے کیونکہ اسی نے اپنے محبوب انبیاء و رسل کو فضائل و کمالات اور آیات و معجزات سے نوازا اور آسمانی کتابوں میں بار بار ان کا ذکر فرمایا اور تحدیثِ نعمت کے طور پر ان کا خوب خوب چرچا کرنے کا حکم دیا، لیکن خاں صاحب کو اس کی کیا پرواہ ان کے دین و مذہب کی بنیاد ہی تو ہیں خدا و رسول پر قائم ہے جب ان کے مذہب میں خدائے تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے تو فضائل انبیاء کے ذریعہ امتوں کو فتنوں میں مبتلا کرنا کیوں ممکن نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اصحابِ معجزات و کمالات انبیاء کی بعثت کا مقصد قوموں کو ہدایت دینا نہیں بلکہ انہیں فتنوں میں ڈالنا تھا۔ الامان والحفیظ

۳۔ خاں صاحب نے اس آیت کی تفسیر بلکہ اپنی پوری ”تذکیر القرآن“ میں نہ تو قرآن و حدیث سے استشہاد کیا اور نہ اقوالِ ائمہ اور ارشاداتِ مفسرین سے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان کی سرکاروں نے انہیں اولیاء و انبیاء کی توہین اور تفریق بین المسلمین کی جو ذمہ داری سونپی ہے اس کی ادائیگی کے لیے انہوں نے قرآن کے دامن کو سب سے مناسب محل اور موثر ذریعہ سمجھا کہ مسلمان قرآن کی تفسیر کا نام سن کر اسے پڑھے گا اور اس راستے سے دیا جانے والا ”سلو پائزن“ بخوبی اس کے طلق تک پہنچ جائے گا جو نیچے اتر کر باسانی اس کا کام تمام کر دے گا۔

ان حقائق کی روشنی میں ہمارے قارئین اب اس نتیجے تک پہنچ چکے ہوں گے کہ ”تذکیر القرآن“ تفسیر قرآن کے بجائے قادیانیت کی پشت پناہی اور وہابیت و یونہدیت کی تبلیغ کے لیے لکھی گئی ہے۔

اب ذیل میں آپ کے افضل الانبیاء ہونے پر قرآنِ عظیم سے ایک اور شہادت ملاحظہ فرمائیے۔ قرآنِ عظیم میں ہے ”وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیِّیْنَ عَلٰی بَعْضٍ“۔ (سورہ اسرا آیت نمبر ۵۵)

اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ بن احمد نسفی ارشاد فرماتے ہیں:

فیہ اشارۃ الی تفضیل رسول ترجمہ: اس میں رسول اللہ ﷺ کی انفضیلت کی جانب اشارہ ہے اور ارشاد باری ”ہم نے داؤد کو زبور عطا کیا“ وجہ انفضیلت پر دلیل اور اس کا بیان دلالت علی وجہ تفضیلہ وانہ خاتم الانبیاء وان امنہ خیر الامم۔ خیر الامم ہے اس لیے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھا ہوا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ”پیشک ہم نے ذکر (توریت) کے بعد الزبور من بعد الذکر اَنَّ الْأَرْضَ زبور میں لکھا کہ اس زمین کے وارث میرے

يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ وَهُمْ نیک بندے ہوں گے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں محمد و امتہ۔ اور ان کی امت۔

(تفسیر النسخی الجزء الثانی ص: ۱۱۷)

اس تفسیر کی تائید حدیث رسول اللہ ﷺ سے بھی ہوتی ہے، امام بیہقی وہب بن منبہ سے روایت فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ان الله تعالى اوجى في الزبور ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے زبور مقدس میں وحی بھیجی،
يَا دَاوُدُ اِنَّهُ سَيَاتِيْ بِعَدَدِكَ مِنْ اَسْمَاءِ اَحْمَدٍ وَ مُحَمَّدٍ صَادِقًا نَبِيًّا لَا يَغْضَبُ عَلَيْهِ اَبَدًا لَا يَعْصِيْنِيْ اَبَدًا (الی قولہ) امتہ امة مرحومة اعطيتهم من التوافل مثل ما اعطيت الانبياء و افترضت عليهم الفرائض التي افترضت على الانبياء والمرسلين حتى ياتوني يوم القيامة و نورهم نثل نور الانبياء الی ان قال ياداوود انی فضلت محمداً و امتہ علی الامم کلہم الی آخرہ۔ (بیہقی شریف)

اب ان شواہد کی روشنی میں جناب وحید الدین خاں کے اس دعوے کو ایک بار پھر دہرا لیجئے: ”کہ قرآن میں کہیں بھی محمد افضل الانبیاء جیسی کوئی آیت نہیں۔“ وحید الدین خاں نے حدیث رسول کے تعلق سے بھی یہ گمراہ کن دعویٰ بڑی ڈھنائی کے ساتھ کیا ہے: ”کہ حدیث میں کہیں بھی انا افضل الانبیاء جیسا کوئی کلمہ نہیں۔“ اس دعوے کے بعد آنجناب نے بطور استشہاد تفسیر ابن کثیر (۱/ ۳۰۳) کے حوالے سے یہ حدیث

بھی نقل کی ہے۔ ”لا تفضلونی علی الانبیاء“، یعنی مجھ کو دوسروں پر فضیلت نہ دو اور اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث بھی اسی حوالے سے نقل کی ہے ”لا تفضلوا بین الانبیاء“ (الرسالہ ص: ۲۰۱) (۳۵)

مفسرین و محدثین اور سیرت نگاران مصطفیٰ صدیوں سے ان احادیث سے متعلق اعتراضات کے جوابات لکھتے چلے آ رہے ہیں مگر افسوس خاں صاحب نے اپنے بے بنیاد مدعا کے ثبوت میں پھر اسی شبہ کو دہرایا مگر حیرت و افسوس تو یہ ہے کہ انہیں شبہ تو نظر آیا لیکن اسی مقام پر اکابر اسلام اور شارحین حدیث کے جوابات نظر نہیں آئے اس پس منظر میں ذرا آپ ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف منظم سازش ہے کہ نہیں اگر امت مسلمہ کی رہبری اسی کا نام ہے تو لغت سے رہبرنی کا مفہوم ہی خارج کرنا پڑے گا۔

المواهب اللدنیۃ بالمنح المحمذیہ جلد سوم میں ”مناقشة القائلین بعدم التفضیل“ کے زیر عنوان ان احادیث کے حوالے سے بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے، اور علمائے اسلام اور شارحین احادیث کے اقوال سے تعارض کی دیواریں منہدم کرتے ہوئے رسول اللہ کے افضل الانبیاء ہونے کو چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور بے داغ کر دیا ہے لیکن خاں صاحب کچھ بھی نہیں سمجھ سکے دراصل فہم حدیث کے لیے عناد رسول نہیں عشق رسول درکار ہے جبکہ خاں صاحب کا دل عناد رسول سے لبریز ہے۔ انہیں تو وہ روایتیں درکار ہوتی ہیں جن سے ان کے دل کی تسکین اور ان کے نوپید دین و مذہب کی تبلیغ ہو یعنی ”جو بشر کی سی تعریف ہو وہی کرو سواس میں بھی اختصار کرو“ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ خدا رسول کے ارشادات کی حقیقی مراد کیا ہے اور عہد رسالت سے آج تک جمہور علماء اسلام کی تشریحات و ترجیحات کیا ہیں؟

اگر ایسا نہ ہوتا تو وہاں بیت اور اس کی شاخوں کا ظہور ہی کیوں ہوتا اور اس سے تفریق و انتشار کے یہ ہولناک مناظر کیوں سامنے آتے۔ اب ہم تفصیل میں نہ جا آں صاحب کی نقل کردہ دونوں حدیثوں کے تعلق سے حضرت ملا علی قاری کی شرح شفا سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ اگر دل میں ایمانی زندگی کی کچھ بھی رمت باقی رہ گئی ہوگی تو ہدایت اور قبول حق کے امکانات ہیں اور اگر ضلالت و گمراہی کی مہر لگ چکی ہے تو کم از کم ہم فریضہ منہی سے ضرور سبکدوش ہو جائیں گے۔

حضرت ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

وقد اجاب العلماء عن هذا الحديث بأجوبة منها انه قال تادياً و تواضعاً. ومنها انه قال قبل ان يعلم انه افضلهم فلما علم قال انا سيد ولد آدم بل وفي البخارى انا سيد الاولين و الآخرين و لا فخره. ومنها انه نهى عن تفضيل يودى الى الخصومة كما ثبت سببه فى الصحيح بورود "لا تفضلونى على موسى كما سيجىء". ومنها انه نهى عن تفضيل يودى الى نقص بعضهم لاعتن كل تفضيل لثبوته

ترجمہ: علمائے کرام نے اس حدیث کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ (۱) رسول اللہ نے انکار و تواضع کے طور پر فرمایا۔ (۲) رسول اللہ نے اپنی افضلیت سے آگاہی کے قبل ارشاد فرمایا تھا پھر جب علم ہو گیا تو فرمایا میں اولادِ آدم کا سردار ہوں بلکہ بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں اولین و آخرین کا سردار ہوں اور یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ (۳) رسول اللہ نے ایسی افضلیت کے ذکر سے انکار فرمایا جو خصومت و اختلاف کا باعث ہو جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد رسول "مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو" کے پس منظر سے ثابت ہے (تفصیل آگے آئے گی) (۴) رسول اللہ نے ایسی افضلیت کے ذکر

فى الجملة كما قال تعالى "ذلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات و آتينا عيسى ابن مريم البينات، و منها انه نهى عن التفضيل فى نفس النبوة لافى ذوات الانبياء و عموم رسالتهم و زيادة خصائصهم و مزية حالاتهم و هذا بمعنى قوله صلى الله تعالى عليه وسلم على مارواه الشيخان "ولا تفضلوا بين الانبياء" واما قوله عليه الصلوة والسلام "ولا تخيرونى على موسى" فسيبه مارواه الشيخان و ابو داؤد و النسائى من انه استب مسلم و يهودى قال و الذى اصطفى موسى على العالمين فلطم المسلم وجهه و ذكر ذلك للنبي ﷺ فسأل المسلم عنه فاخبره فقال لا تخيرونى على موسى اى تخيير

سے روکا ہے جس میں کسی دوسرے نبی کی تنقیص کا پہلو نکلے نہ کہ ہر تفصیل سے روکا، اس لیے کہ وہ تو فی الجملہ ثابت ہے جس کا ثبوت اس ارشاد الہی سے ظاہر ہے، "یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں۔" (۵) رسول اللہ نے نفسِ نبوت میں افضلیت کی نفی فرمائی ہے انبیاء کرام کی ذوات مقدسہ، ان کی رسالت کی ہمہ گیری، ان کے خصائص کی کثرت اور ان کی احوال کے امتیازات میں بیان افضلیت سے نفی نہیں فرمائی۔ شیخین سے مروی اس حدیث رسول "انبیاء کے درمیان تفضیل نہ کرو" کا یہی مفہوم ہے۔ اور شیخین، ابو داؤد اور نسائی سے جو یہ ارشاد رسول مروی ہے کہ فرمایا "مجھے موسیٰ علیہ السلام سے بہتر نہ کہو" اس ارشاد کے پس منظر کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان اس مسئلہ کو لے کر اختلاف ہو گیا یہودی نے کہا اس کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں میں منتخب کیا تو مسلمان نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا، اس نے بارگاہ رسول میں اس کا ذکر کیا آپ نے مسلمان سے پوچھا تو اس نے اس کی تفصیل بتائی اس پر رسول اللہ نے ارشاد فرمایا "مجھے موسیٰ پر فوقیت نہ دو"

مفاضلة يودی الى مخاصمة۔“ یعنی مقابلہ والی فوقیت جس کا نتیجہ جھگڑائی ہو۔
(الجزء الاول من شرح الشفاء للفاضل
علی الفاری ص: ۹۲-۹۱)

علمائے اسلام کے جوابات اور محدثین کی توضیحات سے واضح ہو گیا کہ جن احادیث میں سرور کوئین ﷺ نے اپنے افضل ہونے کے ذکر سے روکا ہے اس کے کچھ خاص دواغی ہیں اور ان احادیث کا خاص پس منظر بھی اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مذکورہ صورتیں نہ ہوتے ہوئے بھی امام الانبیاء کے افضل الانبیاء ہونے کا ذکر نہ کیا جائے۔ جیسا کہ وحید الدین خاں نے ”افضل الانبیاء“ کے ذکر پر بیک قلم پہرہ بٹھا دیا ہے۔ خاں صاحب نے یہودی و مسلمان کے درمیان تنازع والی حدیث نقل کرنے کے بعد جو نتیجہ پر دقلم کیا ہے اس پر سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ آنجناب لکھتے ہیں:

”مذکورہ روایت بتاتی ہے کہ افضل الانبیاء کی تعبیر شریعت میں کیوں اختیار نہیں کی گئی۔“ (الرسالہ مئی ۲۰۰۱ ص: ۳۵)

یعنی ایک مخصوص پس منظر میں وارد حدیث کی بنیاد پر اپنے باطل مذہب کی عمارت کھڑی کر لی اور شارحین حدیث کی توضیحات اور علمائے اسلام کے جوابات کو شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے۔ اور وہ درجنوں حدیثیں بھی نظر نہ آئیں جن کی واضح اور غیر مبہم عبارتیں اذعان و یقین کی بلند چوٹیوں سے سرور کوئین ﷺ کے افضل الانبیاء ہونے کا اعلان کر رہی ہیں۔

اب ذیل میں احادیث کے وہ نصوص ملاحظہ فرمائیے جن میں تمام رسولوں پر ہمارے نبی کی افضلیت شمس در کف حقیقت کی طرح روشن و منور ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی امامة عن النبی ﷺ ترجمہ: ابوامامہ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ سرکار نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت و برتری عطا فرمائی۔ (ترمذی جلد اول ص: ۱۸۷)

مقدمہ داری میں ہے:

ان اللہ فضل محمداً علی الانبیاء (دارمی مقدمہ ۸)

ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فضلت علی الانبیاء بسبب اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم و جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً و ارسلت الی الخلق کافة و ختم بی النبیون۔ (ترمذی جلد اول ص: ۱۸۸)

شرح شفا میں ہے۔ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الحمد لله الذي فضلى علي جميع النبيين حتى في اسمي و ترجمہ: تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی، یہاں تک کہ

صفتی (ذکرہ القاری فی شرح الشفا میرے نام وصفت میں۔
فقال قد روئی .. عن ابن عباس)
(بحوالہ جزاء اللہ عدوہ بوابہ ختم
النہوہ ص: ۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انا قائد المرسلین و لافخر
وانا خاتم النبیین و لافخر وانا اول
مفرغین اور میں انبیاء کا خاتم ہوں اور یہ بات ازراہ
مفرغین اور سب سے پہلے میں شفاعت کر دوں گا
اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے
(مشکوٰۃ کتاب الفتن ص: ۵۱۸) کی اور یہ بات ازراہ مفرغین ہے۔

ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی سعید الخدری قال ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم، "انا سید ولد آدم یوم
القیامۃ و لافخر، ویدی لواء
الحمد و لا فخر، وامن نبی آدم
فمن سواہ الا تحت لوائی۔
(بحوالہ مواہب اللدنیہ جلد ۳ ص: ۱۲۳) ہوگی۔

اس حدیث کی مزید روایات اور سند کے تعلق سے المواہب اللدنیہ کے محقق و
محشی صالح احمد شامی رقم طراز ہیں:

و کذا رواہ احمد وابن ماجہ ترجمہ: اسی طرح حدیث کو احمد اور ابن ماجہ نے
و صححہ الحاکم، قال الترمذی، روایت کیا، حاکم نے اس کی تصحیح کی اور امام ترمذی

حسن صحیح۔ (مواہب جلد ۳ نے اسے حسن صحیح کہا۔
ص: ۱۲۳)

امام بخاری نے مرفوعاً روایت کیا۔

عن ابی ہریرۃ "انا سید الناس
ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا، "میں قیامت
یوم القیامۃ۔"
کے روز تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔"

اس روایت کے ذیل میں علامہ احمد بن محمد قسطلانی فرماتے ہیں:

هذا يدل علی انه افضل من
آدم علیہ السلام و من کل اولادہ
بل افضل من الانبیاء، بل افضل
الخلق کلہم (مواہب اللدنیہ جلد ۳
ص: ۱۲۳) سے بھی۔

حضرت ابو نعیم عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی
کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ارسلت الی الجن والانس
والی کل احمر واسود، واحلت
لی الغنائم دون الانبیاء، وجعلت
لی الارض کلھا طہوراً، ومسجداً،
ونصرت بالرعب امامی شہراً،
واعطیت خواتیم سورۃ
البقرۃ، وکان من کنوز العرش،
ترجمہ: میں جن و انس اور سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا
گیا، اور سب انبیاء سے الگ میرے لیے
غنائمیں حلال کی گئیں اور میرے لیے ساری
زمین پاک کرنے والی اور مسجد ٹھہری، اور میرے
آگے ایک میدان راہ تک رعب سے میری مدد کی
گئی، اور مجھے سورۃ بقرہ کی پچھلی آیتیں کہ خوانہ
ہائے عرش سے تھیں عطا ہوئیں، یہ خاص میرا حصہ
تھا سب سے جدا اور مجھے تورات کے بدلے

وخصصت بها دون الانبياء واعطيت المثنى مكان التوراة، المثنى مكان الانجيل، والنواميس مكان الزبور، وفضلت بالمفصل، واناسيد ولد آدم في الدنيا والآخرة ولا فخر، وانا اول من تنشق الارض عني وعن امتي ولا فخر، وبيدي لواء الحمد يوم القيامة وجميع الانبياء تحته ولا فخر والى مفاتيح الجنة يوم القيامة ولا فخر، وبى تفتح الشفاعة ولا فخر وانا سابق الخلق الى الجنة ولا فخر، وانا امامهم وامنى بالانتر،

(بحوالہ تجلی البقین بان نبینا سید المرسلین مع ترجمہ از امام احمد رضا بریلوی۔ ص: ۳۵-۳۶)

ان چند احادیث نبویہ کے ذکر کے بعد اب ہم قلم روکتے ہیں ورنہ سرکار اقدس کے فضائل و کمالات کا نورانی نخل عرش علی سے بلند اور شرق و غرب سے وسیع تر ہے کسی کی مجال جو ان کے فضائل و کمالات کی ورشاں کہکشاں نوک قلم سے سینہ قرطاس پر اتار سکے، اور باب قلم جب لکھتے لکھتے تھک گئے تو یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

لا یکن الشاء کما کان حق بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب ہم اس بحث کو مزید مبراہن و مستند کرنے کے لیے امام احمد رضا قدس سرہ کا

ایک فیصلہ کن اقتباس نقل کرتے ہیں:

”حضور پر نور سید عالم ﷺ کا افضل المرسلین و سید الاولین و الآخرین ہونا قطعی ایمانی یقینی اور عانی اجماعی اجماعی مسئلہ ہے۔ جس میں خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ بدوین بندہ شیاطین و العیاذ باللہ رب العالمین۔ کلمہ پڑھ کر اس میں شک عجیب ہے۔ آج نہ کھلا توکل قریب ہے، جس دن تمام مخلوق کو جمع فرمائے گا، سارے مجمع کا دولہا حضور کو بنائے گا، انبیاء چلیل تا حضرت ظیل سب حضور ہی کے نیاز مند ہوں گے موافق و مخالف کی حاجتوں کے ہاتھ انھیں کی جانب بلند ہوں گے، انھیں کا کلمہ پڑھا جاتا ہوگا۔ جو آج بیان ہے کل عیان ہے۔ (تجلی البقین بان نبینا سید المرسلین ص: ۳)

مذکورہ بالا بحث کا حاصل اب آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو گیا کہ سرور کونین ﷺ کا افضل الانبیاء ہونا اجماعی و یقینی ہے اور اس سے انکار سخت گمراہی اور بددینی ہے اور اس منفرد اور امتیازی وصف و کمال کے اظہار سے خاموشی نری جہالت و نادانی ہے۔ لیکن خاں صاحب کو ضد ہے کہ رسول اللہ کو افضل الانبیاء نہ کہا جائے اس سے لوگوں میں نفسیات کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اب ہم اپنی بحث کو ختم کرتے ہوئے اس سلسلہ میں ان کے عیار قلم کا ایک اور اقتباس نقل کرتے ہیں خاں صاحب لکھتے ہیں:

”افضل الانبیاء کی تعبیر لوگوں کے اندر فخر و ناز کی نفسیات پیدا کرتی ہے، ہر ایک اپنے فخر کو ثابت کرنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر ضروری قسم کے نزاعات ابھرتے ہیں۔

اس معاملہ میں قرآن و حدیث سے اہل منصوص تعبیر ملتی ہے اس کا فائدہ یہی ہے مثلاً قرآن میں پیغمبر اسلام ﷺ کو خاتم النبیین (الاحزاب ص: ۴۰) کہا گیا ہے یہ تعبیر اہل ایمان کے اندر ذمہ داری کا جذبہ ابھارتی ہے۔ اس سے یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ پیغمبر کے بعد اب پیغمبر کے ماننے والوں کو یہ کام کرنا ہے۔

یہ تعبیر بتاتی ہے کہ ختم نبوت کے بعد آپ کی امت مسئولیت کے اعتبار سے

مقام نبوت پر ہے پہلی تعبیر (افضل الانبیاء) اگر فخر کا احساس پیدا کرتی ہے تو دوسری تعبیر ذمہ داری کا احساس ابھارتی ہے۔ (الرسالہ مکی ۲۰۰۰ ص: ۶-۳۵)

اس پر عرض ہے کہ قرآن میں خاص امت کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے ”کنتم خیر امت“ تم سب سے بہتر امت ہو، اگر اپنے نبی کو افضل الانبیاء کہنے سے فخر کا احساس ہو سکتا ہے تو خود اپنے بہتر اور افضل ہونے کے ذکر سے تو اور زیادہ فخر کا احساس پیدا ہوگا۔ اگر آپ کی بات صحیح مان لی جائے تو حیرت ہے کہ جو کلمہ بالواسطہ فخر کا احساس بعید پیدا کر سکتا تھا اسے تو قرآن نے چھپایا لیکن جو کلمہ براہ راست اور فوری طور پر فخر کا احساس پیدا کرنے والا ہے اسے سامنے رکھ دیا، فی اللجب!

بلاشبہ خاتم النبیین ہونا منصوص تعبیر ہے لیکن یہ تعبیر بھی تو مفسرین اور علماء کے نزدیک افضل الانبیاء ہونے پر ایک روشن اور ناقابل شکست دلیل ہے۔ اس بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم خاں صاحب سے عرض کریں گے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہے یعنی ارشاد رسول ”لانی بعدی“ کی توضیح کے مطابق اس کا صاف ستھرا مطلب یہ ہے نبی آخر الزماں کے بعد اب کوئی اور کسی بھی نوعیت کا نبی قیامت تک مبعوث نہیں ہوگا یہ نص قطعی سے ثابت ہے اس لیے اس کا منکر کافر ہے شفا شریف اور اعلام بقواطع الاسلام میں ہے ”یکفر ایضاً من کذب بشئ مما صرح فی القرآن من حکم او خبر“ یعنی اس کی بھی تکفیر کی جائے گی جس نے قرآن عظیم کے کسی صریح حکم یا خبر کو جھٹلایا لیکن خاں صاحب آپ کو اپنے گھر کی بھی کچھ خبر ہے آپ کے دین و مذہب میں عقیدہ نبوت بھی اپنے حقیقی معنی میں کہاں محفوظ ہے آپ کے بزرگوں نے تو اس کا بھی انکار کیا ہے یا تو اپنے مذہب سے آپ ارتداد کی راہ اختیار کر رہے ہیں یا ان سطور کو لکھتے وقت اپنے مذہب کے ایک بنیادی عقیدہ سے مصلحت کے پیش نظر قوم کا ذہن ایک دوسری

جانب پھیرنا چاہتے ہیں تاکہ آئندہ ختم نبوت بھی اپنا موروثی عقیدہ لوگوں کے حلق سے نیچے اتارنے کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ ہم بروقت بس اتنا ہی کہیں گے۔

آپ کے مقتدر پیشوا مولوی محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ نفیلت نہیں، بھر مقام مدح میں“ لیکن رسول اللہ خاتم النبیین“ فرماتا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ چند صفحات کے بعد:

بالغرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے (تحدیر الناس، ص: ۱۲)

اور آپ کے مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں دوسری بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ کے لیے امت مسلمہ ”افضل الانبیاء“ جیسی تعبیرات استعمال کرتی ہے تو آپ کا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے اور بقول آپ کے امت میں فخر و ناز کی نفسیات ابھرتی ہے۔ لیکن آپ ہی لکھتے ہیں کہ ”ختم نبوت کے بعد آپ کی امت مسئولیت کے اعتبار سے مقام نبوت پر ہے“ کیا اعتبار کی قید لگا کر امت کو نبوت کے مقام پر بٹھانے سے فخر کا احساس نہ پیدا ہوگا؟ یہ غلط ہے کہ اس سے تو صرف مسئولیت کا احساس ابھرے گا اور نبی کو ”افضل الانبیاء“ کہنے سے فخر اور صرف فخر کا احساس پیدا ہوگا۔ مزید عرض ہے کہ جب آپ اپنے علما اور بزرگوں کو منصب خدائی پر بٹھاتے ہیں اور نبی سے برتر لکھتے ہیں تو آپ کے دل میں فخر و ناز کی نفسیات کیوں نہیں ابھرتی۔ سنئے آپ کے ایک برادر بزرگوار مولانا سعید احمد پالپوری استاذ دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی کے تعلق سے بڑے فخر و ناز سے لکھتے ہیں:

”بھین میں آپ نے خواب دیکھا کہ آپ اللہ عز شانہ کی گود میں بیٹھے ہیں آپ کے دادا صاحب نے تعبیر دی کہ اللہ پاک آپ کو علم عطا فرمائے گا۔“ (کیا مقتدی پر فاحشہ واجب ہے، افادات مولوی قاسم نانوتوی، مطبوعہ مکتبہ جاز دیوبند ص: ۱۰۰)

کیا یہ منصب خدائی کی جانب مشرکانہ پیش رفت نہیں ہے اس سے آپ کے دل میں فخر و ناز کی نفسیات نہیں ابھری۔

مولوی محمود حسن دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کی شان میں اپنے قصیدہ میں لکھتے ہیں:

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم
(مرثیہ مولوی رشید احمد ص: ۳۳ مطبوعہ دیوبند)

مردوں کو زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ممتاز وصف و معجزہ تھا لیکن آپ کے عظیم پیشوا رشید احمد گنگوہی مردوں کو تو زندہ کرتے ہی تھے زندوں کو بھی مرنے نہیں دیتے تھے ظاہر ہے وصف مسیحائی میں وہ ایک نبی سے بڑھے ہوئے تھے ”اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم“ کا تیور اور تقابل چیخ چیخ کر اس عقیدہ و ایمان کا اعلان کر رہا ہے۔ یہ اردو کا ایک محاورہ ہے کہ کسی کی تعریف کے موقع پر کسی سے تقابل کرتے ہوئے جب بولا جاتا ہے ”ذرا اس کو دیکھیں“ ذرا اس کو دیکھیں تو تقابل علی وجہ الفوقیت ہی مراد ہوتا ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے تعلق سے کسی شاعر نے کہا ہے۔

بھوکے پیاسے نے ہزاروں کو بچایا کیا اس شجاعت کو ذرا دیکھتے تو رستم آکر

اس شعر میں شاعر نے وصف شجاعت میں رستم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و برتری ظاہر کی ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا شعر میں وصف مسیحیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رشید احمد گنگوہی کی برتری اور فضیلت ظاہر کی ہے۔

اس پس منظر میں ہم خاں صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس مقام پر آپ کے فکر و قلم کی توانائی کیوں مردہ ہو گئی جس قلم سے آپ افضل الرسل کے قصر پر شکوہ میں شکاف ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کبھی اس کا رخ آپ نے صنم خانہ دیوبند کے خود تراشیدہ بزرگوں کی جانب بھی کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے آپ ہرگز نہیں کریں گے۔ افضل الانبیاء کی تعبیر تو غیر منصوص نظر آتی ہے اور فخر و ناز کی نفسیات ابھرتی ہے لیکن جب یہ اپنے مولویوں کو خدائے پاک برتری کی گود میں بٹھاتے ہیں اور بلند عظمت نبی پر فوقیت و فضیلت دیتے ہیں تو کون سا ناص پیش نظر ہوتا ہے اور فخر و ناز کی نفسیات کیوں نہیں ابھرتی اور عمل کا جذبہ سرد کیوں نہیں پڑتا؟

بریں عقل و دانش بہاید گریست



نظریاتی اختلافات

سے قتل و غارت گری تک

میلاد النبی ﷺ کے پس منظر میں

تحریر ستمبر ۱۹۹۷ء اضافہ اکتوبر ۲۰۰۵ء

اس وقت دیوبندیت اور غیر مقلدیت نے اپنے نجدی اور سامراجی آقاؤں کی شہ پر پورے ملک کے مسلمانوں میں امن و اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے، برصغیر میں ایک دور وہ تھا کہ ہر طرف فیمل محبت اور ہمدردی و غم گساری کی چاندنی بکھری ہوئی تھی، کسی ایک پیر میں کانٹا چبھتا تھا اور پورا محلہ اس کی کک محسوس کرتا تھا۔ گاؤں کے گلیاروں سے لے کر شہر کی شاہراہوں تک یکساں تہذیب و روایات کی حکمرانی تھی، ہر آبادی میں انھیں عقائد و معمولات کی بہاریں تھیں جو عہد رسالت سے متوارث اور متواتر بصد ادب و احترام چلی آرہی تھیں، میلاد شریف پڑھنے والی ٹولیوں کا مشکل ہی سے کوئی دن خالی رہتا تھا، بچہ پیدا ہو تو میلاد، نیا مکان تعمیر ہو تو میلاد، کسی کا انتقال ہو تو میلاد، چہلم ہو تو میلاد، گیارہویں شریف، بارہویں شریف اور بزرگوں کے اعراس مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی روایات کے عناصر تھے، پیشانیوں سجدوں سے روشن تھیں اور قلوب محبت الہی اور عشق رسول سے معمور تھے، اور یہی امت مسلمہ کی وہ قوت تھی جس سے بڑی بڑی طاقتیں لرزتی تھیں۔ مسلمانوں کا یہی عشق و اتحاد انگریز سامراج کی آنکھ کا کانٹا تھا، اس نے دولت و اقتدار کا لالچ دے کر اسی قوم سے کچھ ایسے گندے عناصر کو ڈھونڈ نکالا اور ان کو ذمہ داری یہ سوچی گئی کہ مسلمانوں کی مقدس روایات اور عقائد و معمولات کے خلاف دینی لب و لہجہ میں کچھ ایسا لٹریچر تیار کیا جائے جس سے مسلمانوں کے متواتر اور متوارث عقائد و معمولات کی شرعی حیثیت میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں، ان تمام امور میں انبیاء اور اولیاء کی عظمتوں کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ عشق رسول اور تعظیم اولیاء ہی اس قوم کی سب سے بڑی طاقت ہے جو اس قوم کو ہر موڑ اور ہر محاذ پر پرشوق، پر عزم، پر ہمت، متحد اور فلک پیا بنائے رکھتی

ہے۔ عرب میں یہ خدمت ابن سعود اور محمد بن عبدالوہاب نجدی نے انجام دی اور ہندوستان میں غلام احمد قادیانی، عبداللہ چکڑالوی، اسماعیل دہلوی، سید احمد رائے بریلوی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی، خلیل احمد ایٹھوی، رشید احمد گنگوہی اور حسین احمد مدنی وغیرہ نے انجام دی۔ ان تقدس مآب نما رہزنوں نے مختلف تحریکوں اور تنظیموں کے ذریعہ اپنی زبان و قلم کا بھرپور استعمال کیا، تو جن رسول سے تحقیر ادلیا تک مستند عقائد کے چہرے مسخ کرنے سے لے کر مقدس معمولات کی بیخ کنی تک ہر وہ کام کر دکھایا جو امت مسلمہ کے امن و اتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے ضروری تھا اور بد قسمتی سے یہ سازش آج تک جاری ہے مگر افسوس ہماری قوم کے سادہ لوح مسلمانوں کو نہ اس کا ہوش ہے اور نہ علم۔

اس وقت عالم یہ ہے کہ نجدی اور سامراجی ایجنٹ اپنے اسلام دشمن آقاؤں سے اپنی لمبی رقوم لا کر سچے پکے مسلمانوں کو لالچ دے کر ان کے ایمان و عمل کا سودا کرتے ہیں اور اگر اس میں کامیابی نہیں ملتی ہے تو زبان و قلم کے تیر و نشتر چلاتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو وہ اتنے بازاری اور سوتیانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ ایسا لگتا ہے کہ وہ نہیں بول رہے ہیں بلکہ ان کی زبان پر شیطان بول رہا ہے۔ ان کی شرانگیز تحریروں اور تقریروں سے امت مسلمہ کا جو امن و اتحاد غارت ہو رہا ہے وہ کسی اہل دانش پر مخفی نہیں، اور یہ سب کچھ اس گردہ کی جانب سے کوئی حیرت انگیز چیز نہیں بلکہ توقع کے عین مطابق ہے جن کے خود ساختہ دین کی بنیادیں خدا اور رسول کی گستاخیوں پر اٹھائی گئی ہوں اس کے پیروکار اگر بادۂ توحید کے دیوانوں اور شمع رسالت کے پردانوں کو اپنی محفلوں اور تنہائیوں میں گالیاں دیں تو اس میں حیرت و تعجب کی کون سی بات ہے۔

مگر اب انسانیت کے شرم سے ڈوب جانے کا مقام یہ ہے کہ اب تک تو یہ

سامراجی ایجنٹ زبان و قلم کا خنجر چلاتے تھے اور اہل حق اپنے نبی کی عظمتوں کے نام پر ہر زہر غم شوق سے پی جاتے تھے مگر اب تو یہ لوگ انسانی اخلاقیات کے پیرہن سے بالکل ننگے ہو چکے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں بھی خنجر لے کر میدان میں آ گئے ہیں، اس المناک حادثے کے رقم کرتے وقت قلم کا پ ر ہا ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں کہ شہر ہستی میں ایک نوجوان عاشق رسول عبدالعزیز خاں کو صرف اور صرف اس جرم میں تہ تیغ کر دیا کہ وہ اپنے نبی کی محفل میلاد سجانے کا اہتمام کر رہا تھا۔ آہ! کیا اب ہندوستانی مساجد میں اپنے رسول کا نام لینا بھی قابل گردن زدنی جرم ہو گیا؟

عبدالعزیز خاں کی دردناک شہادت کا جو قیامت خیز حادثہ پیش آیا ان نابکار قاتلوں کی مذمت غیر مسلم تک کر رہے ہیں اب آئیے چند لفظوں میں اس دلدوز حادثہ کی قدرے تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیے۔

آغا دریا خاں ہستی میں ایک نامور اور خوش عقیدہ شخصیت گزری ہے انھیں کے نام سے محلہ ہے اور انھیں نے ہی یہ مسجد تعمیر کرائی تھی جسکی وجہ سے وہ مسجد بھی انھیں کے نام سے مشہور ہو گئی اور آج تک اسی خاندان کے لوگ اس مسجد کی نگہداشت اور اہتمام و انصرام کی خدمت کا شرف حاصل کر رہے ہیں، انھوں نے یہ خوش قسمت نوجوان شہید بھی اسی تاریخی خاندان کا چشم و چراغ تھا، مسجد میں آج تک تمام معمولات اسلام و سنیت کے مطابق جاری رہے ہیں جن کے شاہد اغیار و اخبار سب ہیں۔ کچھ دنوں پہلے ہستی میں وہابی مکتب فکر کا ایک دارالعلوم قائم ہوا اساتذہ و طلبہ کے لئے اس دارالعلوم میں ایک مسجد بھی ہے اس دارالعلوم کے کار گزار مولوی باقر ہیں ان کے دل و دماغ وہابیت کی روایتی دہشت گردی سے پوری طرح لبریز ہیں۔ ایک روز انھوں نے اپنے چیلوں چپالوں کو لے کر اس مسجد میں داخل اندازی شروع کی اہل محلہ اور متعلمین مسجد کو یہ سخت ناگوار گزارا

مگر جناب اپنی شرانگیز حرکتوں سے باز نہیں آئے یہاں تک کہ انھوں نے دیکھتی آنکھوں امامت کا مسئلہ کھڑا کر دیا، بات یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں اور دیوبندیوں کو کوٹوالی میں طلب کیا گیا جہاں اتفاق رائے سے یہ صلح نامہ تحریر کیا گیا۔

”مسجد میں دارالعلوم کا کوئی دخل نہ ہوگا مسجد دریا خاں کا امام وہی ہوگا جو میلاد کے بعد صلوة و سلام پڑھے، چراغاں، طاق بھرتیو ہار وغیرہ پرانی روایات کے طریقے پر کرے اور پیش امام کے پیچھے سبھی لوگ نماز ادا کریں گے۔“

اس صلح نامے پر انتظامیہ اور شہر کے ذمہ داران کے دستخط ہوئے۔ مگر مولوی باقر صاحب اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے وہ اپنے دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ سے کچھ نہ کچھ فتنہ انگیزیاں کراتے رہے، چشم دید راویوں کا بیان ہے کہ ۲۰ جولائی ۱۹۹۷ء کو اس مسجد میں جشن میلاد النبی ﷺ کا پروگرام تھا ۱۲ ربیع الاول شریف کی مناسبت سے پوری مسجد کو دہن کی طرح سجا دیا گیا تھا ٹھیک ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر مولوی باقر اپنے ہم نواؤں کو لے کر مسجد میں گھس گئے اور ڈیکوریشن توڑنے لگے محلہ کے مسلمانوں نے مزاحمت کی تو لوگوں کو جان سے مارنے کی دھمکی دی اور چلے گئے۔ پھر نوبت یہ ظالم ایک سو سے زائد شریکین کو لے کر ڈاکوؤں کی طرح مسجد میں داخل ہو گئے، میلاد شریف کی تیاریوں میں مصروف عبدالوحید خاں کے بھائی عبدالعزیز خاں اور عبدالرحیم خاں اور دیگر نوجوانوں کو راڈ اور لائٹیوں سے مارنے لگے کتنے ہی نوجوان سخت گھائل ہو گئے زخمیوں کو فوراً اسپتال بھیجا گیا عبدالعزیز خاں (جن کے سر میں چوٹ زیادہ تھی) کو لکھنؤ بھیجا گیا مگر اپنے نبی کی محفل سجانے والا یہ نوجوان زخموں کی تاب نہ لا کر راستے ہی میں جام شہادت سے سیراب ہو گیا۔

اب ایک سوال بار بار دل و دماغ میں جیجاں برپا کر رہا ہے کہ جب وہابی مکتب

فکر کے دارالعلوم میں بجائے خود مسجد ہے، اساتذہ، طلبہ اور دیگر لوگ وہاں نماز پڑھتے ہیں تو پھر مولوی باقر صاحب کو مسلمانوں کی اس مسجد میں نماز پڑھنے کا شوق کیوں پیدا ہوا، کیا اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب کچھ زیادہ تھا کہ اس شوق جنوں خیز میں انھوں نے قتل و خون کے دریا سے گزرنے میں بھی کوئی خوف محسوس نہیں کیا۔

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس سر بستہ راز کا انکشاف کوئی ان کا ہم عقیدہ ہی کر سکتا ہے، لیکن پیش خدمت ہے دیوبندی کتب فکر کے روزنامہ اخبار ”راپٹی گورکھپور“ کا سنسنی خیز انکشاف:

”بستی کے پرانے محلے آغا دریا خاں میں وہ مسجد جس کو لے کر آج تنازعے ہیں اس کی تعمیر تقریباً ۸۵ سال قبل آغا دریا خاں کے والد آغا علی خاں نے کرائی تھی جس میں لوگ ایک زمانے سے نماز باجماعت ادا کرتے آ رہے ہیں اور نماز کے بعد گزشتہ ۲۰ سالوں سے یہاں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی روایت بھی ملتی ہے۔ مولانا باقر نے مسجد میں ہوئی جدید کاری کا نقشہ اور وقف بورڈ سے حاصل سند سعودی عربیہ کے شیوخ کے سامنے رکھا اور وہاں سے لاکھوں روپیہ چندے کے نام پر لے آئے اور اسی طریقے کا کام بستی میں دوسری قدم مساجد کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ پرانی بستی میں واقع ایک مسجد کے سلسلے میں بھی انھوں نے ایسی ہی کوشش کی اور مسجد کے ذمہ داران کی مدد کی پیش قدمی کی مگر لوگ تیار نہیں ہوئے۔ یہاں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں دارالعلوم مدرسہ کے اندر ایک عالی شان مسجد موجود ہے جہاں بچے نماز ادا کرتے ہیں پھر مولانا کو اس مسجد کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی، حقیقت تو یہ ہے کہ عبدالعزیز کے قتل کے بعد مدرسہ کے مدرس اگر امامت کے فرائض انجام دیں گے۔“ (۱)

یہ تھا اس قتل و غارتگری کا حقیقی پس منظر جس کا انکشاف ایک دیوبندی اخبار نے برملا کر دیا اس وقت پورے برصغیر میں دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں نے یہ دھندا

(۱) روزنامہ راپٹی گورکھپور، ۲۷ جولائی ۱۹۹۷ء

ماہی کر رکھا ہے کہ یہاں کی خستہ حال مسجدوں کے فوٹو اپنے عیاش سعودی آقاؤں کے سامنے پیش کر کے کروڑوں کی رقم لے آتے ہیں جس سے مسجدیں کم اور اپنی بلند گئیں زیادہ ہو کر رہ گئی ہیں اور انھیں بد معاشیوں کے نتیجے میں ہزاروں فتنے جنم لے رہے ہیں اور۔ طرف اختلاف و بد عقیدگی کی وہائے عام جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی جا رہی ہے۔

یہ حقیقت ایک لمحے کے لئے بھی ذہن سے اوجھل نہیں رہنا چاہئے کہ ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے گالیاں کھانا اور جانیں دینا تو ہر دور میں عاشقان رسول کی روایت اور قابل رشک سعادت رہی ہے۔ مگر دردناک سوال یہ ہے کہ یہ یہود و مسعود کے وکیل خور کب تک اسلام کا چہرہ مسخ کر کے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کی آگ لگاتے رہیں گے۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مسلمان جیالے ولولہ انگیز تحریک و جمعیت کے ساتھ انھیں اور ان مضحی بھرپور مذہبوں کو قادیانیوں کی طرح اسلام سے خارج قرار دیں۔ اور ساتھ ہی حکومتوں سے مطالبات کئے جائیں کہ جس طرح سلمان رشدی کی ”شیطانی آیات“ پر توہین رسول کے جرم میں سخت پابندی عائد کر دی گئی ہے اسی فرد جرم کے تحت ”اتقوا لا یمان“، ”حفظ الایمان“، ”تحذیر الناس“ اور ”براین قاطعہ“ وغیرہ ان تمام کتب پر بینڈ لگا دیا جائے جن کی عبارتوں میں تقدیس الوہیت اور عظمت رسالت پر کافرانہ ضربیں ہیں اور ان کی کفریہ عبارتوں کی بنیاد پر علمائے عرب و عجم نے ان کے اکثر مصنفوں کی تکفیر کے فتوے صادر کئے ہیں اور یہ تاریخی دستاویز آج بھی ”حسام الحرمین“ کے نام سے ہر جگہ دستیاب ہے۔ اگر ایسا ہو گیا تو مسلمانوں کے درمیان اختلاف و انتشار کی اٹھائی گئیں دیواریں بھی اسی لمحہ زمیں بوس ہو جائیں گی اور اتحاد و خوش عقیدگی کی پر بہار فضاؤں میں امت مسلمہ کی تعمیر و ترقی کی راہیں بھی کھل جائیں گی۔

اب ہم ان دیوبندی اور غیر مقلد مولویوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ انھوں

نے جو سعودی اور سامراجی پیٹرڈالر کی بدستی میں قاتلانہ حملوں اور شب خون مارنے کی انسانیت سوز روش شروع کی ہے اگر پلٹ کر اہلسنت و جماعت نے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا شروع کر دیا تو تمہارا انجام کیا ہوگا یہ ”پدوندہ پدو کے شور بے“ ملک بھر میں ان کی تعداد و بساط ہی کیا ہے، تازہ سروے کے مطابق پورے ملک میں ۸۰٪ فیصد تو صرف اہلسنت و جماعت ہیں اور ۲۰ فیصد میں دیوبندی، غیر مقلد، چکرالوی، قادیانی اور اہل تشیع وغیرہ ہیں۔

ہم ان عقل و خرد کے مغسوسوں سے اتنا اور عرض کریں گے کہ یہ تو شعور و قلم کا دور ہے، آج تمام مسائل زبان و قلم سے حل کئے جا رہے ہیں اگر تمہارے خود ساختہ دین و مذہب میں رائی کے ہزاروں حصے کے برابر بھی صداقت ہے تو ہجوم عوام میں مناظرہ کے لئے چلے آئیے بلکہ ہم تو یہ کہیں گے کہ باہم تبادلہ خیال کے بعد ملک کے ہر بڑے شہر میں مناظرے کے لئے تاریخیں طے کر لی جائیں پھر یہ حقیقت چودھویں کی چاندنی کی طرح ہر گھر آگن تک پہنچ جائے گی کہ نجد و دیوبند سے جن تحریکوں نے جنم لیا ہے ان کی ختم ریزی انگریزوں نے خود اپنے ہاتھوں سے کی ہے اور اس بد مذہبی کے شجر سایہ دار کی آبیاری آج تک وہی موروثی آقا کر رہے ہیں عیاش عرب شیوخ کے خزانوں سے جو رقم فراہم ہو رہی ہیں وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک پرفریب کڑی ہے ان حقائق کی تفصیل دیکھنا ہو تو تاریخ نجد و حجاز، تنگ دین تنگ وطن، گناہ بے گناہی، محافظین حرم، الوہابیت، ہنرے کے اعتراضات، امتیاز حق، وہابی مذہب اور دیوبندی مذہب وغیرہ درجنوں کتابیں ہیں۔ مگر یہ لوگ عوام کو نہ حقائق سے واقف ہونے دیتے ہیں اور نہ خود میدان مناظرہ میں آنے کی ہمت و قوت ہے اپنے گھر میں بیٹھ کر گالیاں دینا یا سڑکوں پر ہڑبونگ مچانا اور تخریب کاری اور قتل و غارت گری کا ننگا ناچ ناچنا تو جہالت و بربریت

ہے۔ ہم بار بار چیخ رہے ہیں کہ میدان مناظرہ میں آئیے، مگر ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ کسی مرد میدان کے سامنے ہرگز نہیں آسکتے اور اب تو مناظرہ کے نام ہی سے ان کی پیشانی سے پسینہ چھوٹنے لگتا ہے کیوں کہ اب تک جتنے بھی مناظرے ہوئے ہیں شکست و ہزیمت ہی ان کا مقدر بنی ہے اور ہر بار انھیں سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے اس کا اعتراف ان کے ہر مولوی کو ہے۔ یہ دیکھتے ندوۃ العلماء لکھنؤ کے سابق مدرس مولوی محمد تقی امینی لکھتے ہیں:

”وطن (سیحہ بارہ بنگلہ) اور قرب و جوار میں شرک و بدعت کا بہت زور تھا جن کے خلاف آواز اٹھانا بہت مشکل کام تھا۔ اس زمانے میں وعظ و تقریر کے علاوہ علماء سے مناظرہ کا بھی شوق تھا، لیکن جب میں شعور کو پہنچا تو معلوم ہوا کہ دعوت و تبلیغ اور حق کی اشاعت میں مناظرہ سودمند نہیں رہا بلکہ انا نقصان ہی ہوتا ہے۔“ (۲)

ان کے وطن میں شرک و بدعت کا بہت زور تھا یہ ہے ان کی تعبیر یعنی وہاں باپ، دادا، اہل خاندان اور اہل موضع سب کے سب مشرک تھے ان کی پیدائش پر ظہور اسلام موقوف تھا، یہ لوگ اہلسنت و جماعت کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کے جنم سے پہلے ان کی جنم بھومی پر اہلسنت و جماعت کی حکمرانی تھی، پھر یہ اپنی نو خیزی میں کسی دیوبندی کے ہتھے چڑھ گئے، پھر انھوں نے علماء اہلسنت سے مناظرے کئے اور کرائے مگر ہر بار انھیں المناک چوٹیں پہنچیں اور سخت نقصانات بھی اٹھانے پڑے جس کی تکلیف انھیں عرصہ دراز تک رہی۔

اسی طرح اس فرقے کی یہ افسوسناک دوغلی پالیسی بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ایک جانب تو ان کا ہر فرد ہاتھ میں تسبیح دہائے یہ وظیفہ الاچا ہوا نظر آتا ہے کہ

عشق دوارنگی کے وہ کیف آدر اور عشق پرور مناظر دیکھے تھے کہ آج بھی عالم تصور میں دل و دماغ پر وجدانی کیفیت چھانے لگتی ہے۔

دراصل محفل میلاد کی یہی ایمان افروزی اور عشق پروری دشمنوں کی میلاد بیزاری کی بنیادی وجہ ہے کیونکہ جن مقاصد کے تحت انگریزوں نے تحریک وہابیت کی مالی سرپرستی کی تھی ان میں سب سے اہم اور بنیادی مقصد عظمت رسول کا گھٹانا اور دلوں سے عشق رسول کا مٹانا تھا۔ اسی لئے یہ اہل دیوبند اور غیر مقلد ہر اس چیز میں شرک و بدعت کا پیادو تلاش کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں جس سے انبیاء اولیا کی تعظیم و توقیر کا ہشتمہ نور اہل رہا ہو۔ اب ذیل میں میلاد رسول ﷺ کے حوالے سے اکابر دیوبند کے چند فتوے ملاحظہ فرمائیے جو رضائے مولیٰ کے بجائے آقا یانہ زری خوشنودی کے لئے دیئے گئے ہیں:

سوال۔ انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟
جواب۔ انعقاد مجلس مولود ہر حال ناجائز ہے، تداوی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔
فقط بندہ رشید احمد (۳)

سوال جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ کسی عرس اور مولود شریف میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی ساعرس اور مولود درست نہیں۔ فقط بندہ رشید احمد (۴)

براہین قاطعہ میں ہے:

”غبت علیہ السلام کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا

(۳) مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ص: ۱۵۰

(۴) مولوی رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ ص: ۹۴

بدعت و شک ہے اور شل کھیا کے جنم کے۔“ (۵)

مولوی اسماعیل دہلوی نے محفل میلاد کے حوالے سے لکھا ہے:

”اگر کوئی حضرت عیسیٰ کے تولد کے بڑے دن کی محفل کرے تو مطعون ہو، اور

مولود شریف کی محفلیں کرتے ہیں اور برا نہیں سمجھتے، سبب یہی ہے کہ اس کا رواج نہیں

اس کی رسم پڑگئی اور حقیقت میں دونوں ایک ہیں۔“ (۶)

ابوبکر جابر الجزازی کی کتاب ”مولد نبوی“ کا ترجمہ مشتاق احمد ندوی نے بنام ”محفل میلاد“ کیا ہے۔ اول نظر میں جب یہ کتاب ہم نے دہلی میں دیکھی تو خیال ہوا کہ یہ محفل میلاد کے ثبوت و فضائل میں ہوگی لیکن جب ورق گردانی کی تو مسرت افسوسناک حیرت میں بدل گئی کہ اب دن دہاڑے رہبری کے روپ میں رہزنی ہو رہی ہے، سطر سطر انبیاء اور اولیا کی دشمنی سے بھری پڑی ہے۔ مصنف اس زہر اگلتی ہوئی کتاب کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں اس موضوع ”مولود نبوی“ رسالت مآب ﷺ کی جلالت شان اور اس موضوع کی اہمیت و نزاکت کا تصور کر کے قلم اٹھاتے ہوئے بہت ہی متردد رہا، لیکن جب اندازہ ہوا کہ پانی سر سے اوپر ہو رہا ہے اور مسلمانوں کے درمیان صرف لعن و طعن ہی نہیں بلکہ تکفیر تک بات پہنچ گئی ہے تو میں یہ کتاب کہنے پر مجبور ہوا۔ ماہ میلاد ”ربیع الاول“ سے کچھ دن قبل میں نے بی بی لندن سے سنا کہ سودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز بن باز نے ان لوگوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے، جو میلاد شریف کی محفلیں سجاتے ہیں جس سے عالم اسلام میں غیظ و غضب کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ کتنے لوگوں نے مجھ سے: ”تم نے انداز میں کہا کہ فلاں شخص کہتا ہے میں فلاں کو اس لئے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ میلاد کا کار کرتا ہے کیا یہ عجیب بات ہے؟“ کہ جو شخص بدعت و

(۵) ذیل احمد، فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱ ص: ۲۶۸

(۶) مولوی اسماعیل دہلوی، تذکیر الاخوان بقیۃ تقویۃ الایمان، مطبوعہ قادیان ص: ۱۳۹

برائے اور اس کے چھوڑنے کی دعوت دے وہ اس لائق ہے کہ مسلمان اس سے بغض رکھیں اور ناپسند کریں؟ مسلمانوں کا تو یہ فرض ہے کہ اس کو جھگڑائیں اور آنکھوں میں بٹھائیں نہ کہ اس کو کراہیت کی نظر سے دیکھیں۔" (۷)

ایسا لگتا ہے کہ نجدی مفتی عبدالعزیز بن باز کے میلاد دشمنی پر مبنی فتوے سے عالم اسلام میں جو غم و غصے کی لہر دوڑی تھی اسے سرد کرنے کے لئے پہلے عربی میں اور پھر اردو میں اس کی اشاعت کرائی گئی ہے، کتاب کے مندرجات قطعاً اس لائق نہیں ہیں کہ ان کی تردید میں کوئی علمی بحث کی جائے، محفل میلاد کے تقدس کو پامال کرنے کے لئے بے بنیاد مزخرفات اور لائینی ہفوات کو جمع کر دیا گیا ہے، دلائل و شواہد جمع کرنے کے بجائے مولف و مترجم کی نظریں سعودی ریال پر مرکوز رہی ہیں، ہزار ہد و جہد کے باوجود محفل میلاد کے خلاف انھیں قرآن و سنت اور اقوال ائمہ سے کوئی ٹھوس دلیل دستیاب نہیں ہوئی ہو تو ناجائز رسوم جعلی طور پر محافل میلاد کے سر ڈال دیں، وہ محفل میلاد کے عالمی منظر نامہ کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میلاد شریف کا مفہوم تمام اسلامی دنیا میں تقریباً ایک ہی ہے فرق یہ ہے کہ ہر اسلامی ملک میں میلاد کا لفظ استعمال نہیں ہوتا، مغرب اقصیٰ (مراکش) والے اس کو "موسم" کہتے ہیں، اہل مغرب اوسط (جزائر) اس کو "ذردہ" کہتے ہیں، مصر اور مشرق اوسط میں عموماً مولد یا میلاد کہا جاتا ہے۔"

چند سطر کے بعد آں جناب لکھتے ہیں:

"یہاں تک تو بات وجہ تسمیہ کی تھی اور جو اعمال میلاد میں کئے جاتے ہیں وہ کم و کیف ہر ملک والوں کی عقل و فہم، غنا و فقر کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں لیکن سب میں مشترک چیزیں یہ پائی جاتی ہیں:

۱۔ جس ولی یا سید کے نام پر موسم یا ذرودہ یا میلاد غیرہ ہو رہا ہے اس کے نام پر نذریں چڑھانا اور ذبح کرنا۔

۲۔ اجنبی عورتوں اور مردوں کا باہم اختلاط

۳۔ رقص و سرود، ناچ و رنگ گانا اور بجانا، طبلہ و تاشا اور سارنگیاں۔

۴۔ خرید و فروخت کے لئے میلوں کا لگانا۔ کہیں کہیں ذخی اور شراب نوشی بھی ہوتی ہے۔

ہمارے کسی تبصرے سے پہلے انھیں کے قلم سے حکم شرع بھی من لیجئے۔

اس سے ان میلادوں، موسموں، ذرودہ و حضرہ پر اسلام کا حکم معلوم ہو گیا کہ یہ ممنوع و حرام ہیں ان میں سے نہ کوئی میلاد جائز اور نہ کوئی موسم ذرودہ و حضرہ مباح کیونکہ یہ بدعت ہے اور اسلامی عقیدہ کو ختم کرنے اور مسلمانوں کے ماحول کو بگاڑنے بنیاد پر قائم ہے اور اس کی دلیل یہی ہے کہ اہل باطل ان کی مدد کرتے ہیں۔ (۸)

ہم تو آج تک یہ فیصلہ ہی نہیں کر پائے کہ آیا باہیت کا سررشتہ نسب کسی مردود بہشت سے جا کر ملتا ہے یا رسول دشمنی کے نتیجے میں اہل توبہ بصیرت و بصارت دونوں ہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ خدا را اپنے ضمیر پر ہاتھ رکھ کر بتائیے ہندوستان کی ہزاروں آبادیوں میں ہر روز و شب ہزاروں میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں، ایک محفل میلاد شریف ہی دکھا دیجئے جس میں رقص و سرود، رنگ و ناچ، گانا بجانا، طبلہ تاشہ اور سارنگیاں بجتی ہوں اور شراب نوشی اور فحاشی کے دور چلتے ہوں، چلئے جزائری سعودی شراب و شہاب کے نشے میں کچھ نہ دیکھ سکا، ندوی کو بھی کچھ نظر نہیں آیا، کیا ندوہ میں اسی طرح کے کذب و اتہام کا درس دیا جاتا ہے۔ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اسی کی عظمتوں سے کھلو اڑ کرتے ہو۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی

نجد یوکلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

میلاد رسول کے اثبات پر میرے سامنے قرآن و حدیث کے بے شمار دلائل ہیں مگر ان مختصر صفحات میں نہ ان کی گنجائش اور نہ مردست ان کی حاجت اس کے ثبوت میں عرب و عجم کے علمائے اہلسنت صدیوں سے کتابیں لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ اردو میں بھی اس موضوع پر بکثرت کتابیں ہیں۔ ایک مختصر فہرست مضمون کے آخر میں سپرد قلم کی جائے گی۔ اب ہم ذیل میں ان کے چہرے کے سامنے انھیں کا آئینہ رکھتے ہیں اور ہم پر کسی قسم کی خفگی کے بجائے یہ فیصلہ انھیں خود کرنا ہوگا کہ آئینہ توڑنا پسند کریں گے یا چہرہ بدلنا۔

یہ دیکھنے اہل توہب (دہابیوں) کے مشہور محسن و پیشوا نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف ”الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ“ ہے۔ اس کتاب کے چند اقتباسات ذیل میں پڑھئے:

”اللہ تعالیٰ ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو ایسی توفیق خیر رشتی حال کرے کہ ہم ہر روز کسی قدر ذکر میلاد شریف کتب معتبرہ سے خود پڑھیں یا کسی محبت صادق و قبیح سنت سے من لیا کریں فقط کسی یوم و ماہ و تاریخ معین پر قصر نہ کریں۔“ (ص: ۱۰۵)

”اس میں کیا برائی ہے اگر ہر روز ذکر حضرت جنہیں کر سکتے تو ہر وقت یا ہر ماہ میں التزام اس کا کر لیں کہ کسی نہ کسی دن بیٹھ کر ذکر یا وعظ سیرت و سنت۔۔۔ ولادت و وفات آنحضرت کریں، پھر ماہ و ایام، ماہ ربیع الاول کو بھی خالی نہ چھوڑیں۔“ (ص: ۵)

”ولادت شریفہ مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ (پیر) بارہویں شب ربیع الاول کو ہوئی، جمہور کا قول یہی ہے ابن جوزی نے اس پر اتفاق کیا۔ بعض نے کہا ۱۲ ربیع الاول کو اہل مکہ کا میلاد منانے کا عمل اسی پر ہے، علامہ طبری نے کہا

”روز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے بالاتفاق۔“ (ص: ۷)

محفل میلاد کے حوالے سے دیگر اکابر دہلیوہند کے نظریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے نواب صدیق حسن خاں کا یہ اقتباس بھی پڑھئے اور سر دھنئے:

”جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا اس

نعمت کے حاصل ہونے پر نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔“ (۹)

اب یہ فیصلہ تو قارئین ہی فرمائیں گے کہ نواب صدیق حسن خاں کے اس فتوے کی روشنی میں منکرین بزم میلاد کا کیا حکم بنا، یا پھر محفل میلاد کے حامیوں کو کافر و بدعتی گردانے والوں کے دارالقضا میں نواب صدیق حسن خاں کو کس خانے میں رکھا جائے گا؟

چند سال قبل غیر مقلدین نے سعودی عرب کی استعانت سے محمد بن عبد الوہاب کے لڑکے عبد اللہ کی کتاب ”مختصر سیرت رسول ﷺ“ شائع کی ہے۔ آں جناب ولادت مصطفیٰ کی خوشی میں ثویبہ کی آزادی اور ابولہب کے تخفیف عذاب والے مشہور واقعہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”جب ابولہب جیسے کافر کا یہ حال ہے جس کے بارے میں قرآن میں مذمت نازل ہوئی کہ اس کو حضور ﷺ کی میلاد کی رات خوشی کرنے پر جزا (عذاب سے تخفیف) دی جاتی ہے تو اس توحید کو ماننے والے مسلمان امتی کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کی میلاد کی خوشی منائے۔“ (۱۰)

کیا فرماتے ہیں مفتیان دیوبند اور اساطین غیر مقلدین اپنے بابائے مذہب کے لخت جگر کے بارے میں؟ اسی پر بس نہیں، پاکستان کے مشہور دانشور کوثر نیازی

(۹) نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص: ۱۲

(۱۰) عبد الباقی محمد بن سید، دہاب نجدی، مختصر سیرۃ الرسول ﷺ، ص: ۱۹

مقلدین کے مستند پیشوا مولوی داؤد غزنوی کے یادگار کارنامے کے حوالے سے
 یہی ہیں:

”محرم ۱۹۳ء تک برصغیر میں محسن انسانیت ﷺ کے یوم ولادت کی اہمیت سے بالکل غافل تھے، خال خال لوگ بارہ وفات کے نام سے کچھ حلوہ کبیر پر ختم شریف پڑھ کر بچوں یا غرباء میں تقسیم کر دیتے تھے، مولانا مرحوم کے ایما پر مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی سے ایک ایجنڈا جاری ہوا جس کا متن ”احیائے یوم ولادت سرور عالم“ تھا۔ اجلاس منعقد ہوا، افتتاحی تقریر مولانا داؤد غزنوی کی تھی انھوں نے اجلاس کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ”صاحبزادوں تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہبری کے لئے کثیر تعداد میں پیغمبر مبعوث فرمائے لیکن عرصہ دراز سے صرف دو اٹیس قابل ذکر چلی آ رہی ہیں، مسیحی اور مسلم۔ مسیحی دنیا بھر میں اپنے نبی کا یوم ولادت بڑے ترک و احتشام سے مناتے ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ اسلامی دنیا محسن انسانیت کے جشن کا کوئی اہتمام نہیں کرتی، آج کا اجلاس اسی غرض سے بلایا گیا ہے۔ میں مولانا عبد الکریم منابہ سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس ضمن میں کوئی طریقہ تجویز فرمادیں۔ اس پر منابہ صاحب نے بارہ ربیع الاول کے دن ایک جلوس کی تجویز پیش کی، جس پر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں سو چاروں پہلے علاقوں میں سیرت پاک پر جلسے منعقد کئے جائیں تاکہ لوگ شامل جلوس ہونے پر آمادہ و تیار ہو سکیں۔

چنانچہ پورے پنجاب میں سیرت پاک پر جلسے ہوئے، بڑے بڑے علمائے دین نے مسلمانوں کے دلوں کو حسب رسول سے گرمادیا۔ مولانا داؤد غزنوی پھولے نہ ساتے تھے بنگل میں صحتل شدہ کلہاڑی ہاتھ میں رسید ہک کی کاپی ادھر ادھر دوڑے پھر رہے تھے۔ عید میلاد النبی کا سب سے پہلا جلوس امرتسرانجمن پارک سے نکلا۔ آگے آگے ایک کار میں حفیظ جالندھری کا سلام لاؤ ڈیسکر پر گونج رہا تھا، اس کے بعد نوٹیوں کی ٹولیاں ٹوکوں، گھوڑوں اور سائیکلوں پر نعرہ بکبیر اور نعرہ رسالت بلند کرتی جا رہی

تھیں، کفار بیت زدہ تھے۔۔۔“ (۱۱)

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال نے ۴ اگست ۱۹۳۹ء کو عید میلاد النبی ﷺ منانے کی پرزور اپیل کرتے ہوئے فرمایا:

”تمام مسلمانوں سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ اتحاد اسلام کی تقویت، حضور سرور کائنات کے احترام و اجلال، حضور سرور عالم ﷺ کی سیرت پاک کی اشاعت کے لئے ۱۲ ربیع الاول کو ملک کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت کے شایان شان ہوں۔ اس مبارک دن ہر آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزند ان اسلام اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوند پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کا نقش قدم تلاش کریں گے۔ ان ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور ان ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔ (بحوالہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوہرانوالہ)

ڈاکٹر صاحب نے یہ اپیل حسب ذیل علماء اور سیاسی دانشوروں کی موجودگی میں کی تھی: مولوی محمد سلیمان پھلواری، مولوی کفایت اللہ، مولوی غلام رشید، مولوی احمد سعید دہلوی، مولوی احمد علی، مولوی شوکت علی، مولوی محمد شفیع داؤدی، مولانا حسرت موہانی، مولانا محمد علی، مولوی ظفر علی خاں، اور سر عبدالقادر وغیرہ۔ ان دانشوروں نے ڈاکٹر اقبال کی مکمل تائید کی۔

اگر عید میلاد النبی کا جلوس اور بزم میلاد کا انعقاد کفر و بدعت اور قابلِ گردن زدنی جرم ہے تو یہ فتوے صرف اہلسنت و جماعت پر ہی نافذ کیوں، اس جرم میں تو آپ کے خود ساختہ بزرگ ہم سے بھی پیش پیش ہیں۔ کیا ان دو غلی پالیسیوں اور متضاد حرکات و نظریات نے امت مسلمہ کے شیرازہ کو منتشر نہیں کیا ہے۔ اور مسلم معاشرہ میں گھر گھر،

(۱۱) مولانا کوثر نیازی، روزنامہ جنگ لاہور، اتوار ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ / ۱۳ مارچ ۱۹۸۳ء

مگر مگر جو اختلاف و انتشار کی قیامت آشوب آگ بھڑک اٹھی ہے اس کے پس پشت غیر مقلدین اور یو بندی مکتب فکر کی منظم سازش کا دربانہیں ہے؟ آپ ٹھنڈے دل سے درج بالا اقتسابات کو پڑھئے اور سردھنئے یا سرپیٹئے۔ ناظمہ سر بگہریاں ہے اسے کیا کہئے۔

میلاد مصطفیٰ قرآن وحدیث سے بھی ثابت ہے اور عہد رسالت، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں بھی ہوتا رہا ہے۔ اگرچہ نوعیت جداگانہ تھی، مردوجہ انداز سے اس مبارک کام کا آغاز ساتویں صدی ہجری سے ہوا، اور یہ خوب یاد رہے کہ ہر نئی چیز بدعت قبیحہ نہیں ہوتی۔ علمائے اہلسنت نے اس بحث کو بڑی تفصیل سے سیکڑوں دلائل وشواہد کے ساتھ مبرہن کیا ہے، جنہیں تفصیل درکار ہو کتب اہلسنت میں ملاحظہ کریں، ہم سردست ہر نئی چیز کو بدعت ضالہ کہنے والوں کے خلاف ان کے گھر کی گھر کی صرف ایک شہادت پر اکتفا کرتے ہیں۔ برصغیر میں تحریک وہابیت کی شاخ جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالعلی مودودی لکھتے ہیں:

”کسی فعل کو بدعت مذمومہ قرار دینے کے لئے صرف یہی بات کافی نہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں نہ ہوا تھا بلکہ اعتبار سے تو ضرور ہر نیا کام بدعت ہے مگر شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کے لئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم سے متصادم ہو۔۔۔ جس کا نکالنے والا اسے خود اپنے اوپر یا دوسروں پر اس ادعا کے ساتھ لازم کرے کہ اس کا التزام نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہے۔ یہ صورت اگر نہ ہو تو مجرد اس دلیل کی بنا پر کہ فلاں کام حضور کے زمانے میں نہیں ہوا ہے اسے ”بدعت“ یعنی ضلالت نہیں کہا جاسکتا۔“ (۱۲)

محفل میلاد جس میں کوئی خلاف شرع کام نہیں ہوتا بلکہ اس میں پورے ادب

(۱۲) ابوالعلی مودودی۔ ایشیاء لاہور جلد ۲، شمارہ ۱۸، ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۰ھ / ۳۱ مئی ۱۹۸۰ء

واحترام کے ساتھ ذکر رسول ہوتا ہے، اس کا آغاز موجودہ ہیئت کی شکل میں شیخ المشائخ عمر بن محمد موصلی نے اپنے شہر موصل میں کیا، شارح صحیح مسلم امام نبوی کے استاذ و شیخ حضرت شہاب الدین ابو محمد عبدالرحمن بن ابراہیم معروف بہ ابو شامہ رقم طراز ہیں:

ومن احسن ما ابتدع فی انشائی نیک کاموں میں ایک محفل میلاد کا انعقاد زماننا من هذا القبیل ما کان یفعل ہے جس کا آغاز ہمارے زمانے میں ہوا۔ یہ نبی بمدینہ اربل حبر اللہ تعالیٰ کل عام کریم ﷺ کے یوم پیدائش کے دن ہر سال شہر فی الیوم الموفق لبوم مولد النبی اربل میں ہوتا ہے، اس میں صدقات و نیکو کاری ﷺ من الصدقات و المعروف و اور زینت و مسرت کا اہتمام ہوتا ہے، اس میں اظہار الزینة و السرور فان ذالک مع ما فیہ من الاحسان الی الفقراء فقرائے مساکین پر تقسیم طعام وغیرہ سے انعقاد میلاد مشعر بمحبة النبی ﷺ و تعظیمہ کرنے والے کے دل میں محبت رسول اور عظمت و جلالتہ فی قلب فاعلہ و شکر اللہ رسول پیدا ہوتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جاتا ہے جو تمام عاملوں اور تمام انبیاء کرام کے لئے رحمت رسولہ الذی ارسلہ رحمة للعالمین تمام عاملوں اور تمام انبیاء کرام کے لئے رحمت ﷺ و علیٰ جمیع المرسلین۔ بن کر تشریف لائے۔

وکان اول من فصل ذالک اور اس کا آغاز شیخ محمد عمر نے موصل میں کیا جو بالموصل الشیخ محمد عمر انشائی مشہور اور نیک دسارح تھے اور بھران کی موصلی احد الصالحین المشہورین تھلید شہنشاہ اربل وغیرہ سلاطین نے کی۔ اللہ ان وبہ افتدی فی ذالک صاحب اربل پر رحمت وغفران کی بارش فرمائے۔ وغیرہ رحمہما اللہ تعالیٰ۔ (۱۳)

حضرت ملا علی قاری، علامہ حلبی اور علامہ قسطلانی علیہم الرحمہ لکھتے ہیں:

ثم لازال اهل الاسلام فی سائر تمام اطراف وکناف میں مسلمان محافل میلاد کا

الاقطاب والمدن الکبار يحتفلون باهتمام بڑے ترک و احتشام سے ماہ ربیع الاول فی شہر مولدہ و بعمل الولائم میں کرتے ہیں، اس کی راتوں میں صدقات، البدیعة المشتملة علی الامور خیرات، مسرت و شادمانی اور اعمال صالحہ بھی البهجة الرفیعة، و یصدقون فی خوب کرتے ہیں۔ میلاد النبیؐ کی راتوں کو بھی لیالیہ بانواع الصدقات، و یظهرون خوب ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں، پھر اس کی السرور و یزیدون فی المبرات، برکتیں ابرکرم بن کر ان پر خوب خوب برکتیں و یعتنون بقرأة مولدہ الکریم ہیں۔ و یظهرون علیہم من برکاتہ کل فضل عظیم۔ (۱۳)

عالم اسلام کی مروجہ رسم میلاد کا آغاز عظیم برگزیدہ صفت بلند پایہ عاشق رسول شیخ المشائخ عمر بن محمد علیہ الرحمہ نے شہر موصل میں کیا، پھر ان کی اتباع سب سے پہلے سلطان مظفر الدین شاہ ارسل نے کی، یہ بادشاہ انتھائی صالح بزرگ، متقی، کریم النفس اور متبع شریعت تھا۔

شارح مواہب اللدنیہ حضرت علامہ زرقانی تاریخ ابن کثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کان السلطان ابو سعید یعنی سلطان ابوسعید مظفر انتھائی بزرگ، بلند مظفر شہماً شجاعاً بطلاً عادلاً، ہمت، عدل پرورد صد قابل تعریف اور نیک محمود السیرۃ خصلت تھے۔

سلطان مظفر الدین جب میلاد مصطفیٰ کا اہتمام کرتے تو اس دور کے بلند پایہ علماء و مشائخ اور صوفیہ و اقلیاء بھی شریک ہوتے اور خوب فیضیاب ہوتے اور اس پر کوئی

تکبیر نہیں کرتے لہذا یہ کہہ کر میلاد کو شرک و بدعت کہنا کہ ایک عام سلطان نے اس کی بنا ڈالی بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ جمہور علمائے کرام کی شرکت اور ان کا کمال ادب و احترام اس کے جائز و مستحسن ہونے پر ناقابل شکست دلیل ہے۔

سبط ابن جوزی رقم طراز ہیں:

وکان یحضر عنده فی مولد یعنی شاہ مظفر الدین کی مجلس میلاد میں بڑے النبی اعیان العلماء و الصوفیہ۔ بڑے علماء و صوفیہ شرکت فرماتے تھے۔

یہ نیک خصلت شہنشاہ شہر ارسل میں ربیع الاول شریف کے پورے مہینے محفل میلاد کو جاری رکھتا اور تین لاکھ اشرفی اس مبارک محفل پر خرچ کرتا تھا۔

انوار آفتاب صداقت کے مصنف علامہ زرقانی کی تاریخ عربی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

”سلطان مظفر الدین علم حدیث میں بڑا مبصر، علم صرف و نحو اور لغت و تاریخ عرب میں کامل تھا۔ بہت سے ملکوں میں سفر کر کے اس نے علم حاصل کیا تھا اکثر ممالک اندلس، مراکش، افریقہ، دیار مصر و شام و دیار شرقیہ و غربیہ و عراق و خراسان و ماخندران و غیرہ میں علم حاصل کیا اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا، انجام کار ۶۰۳ھ میں شہر ارسل میں آیا یہاں سلطان سعید مظفر کے لئے مولد شریف لکھا گیا اس کا نام ”کتاب التوہیدی مولد السراج المیر“ رکھا اور خاص بادشاہ کے روبرو پڑھا۔ بادشاہ بہت خوش ہوئے اور ایک ہزار اشرفی انعام فرمائی۔“ (۱۵)

پھر عالم اسلام کی آبادیوں میں پورے اہتمام شوق اور کمال ادب و احترام کے ساتھ گھر گھر محافل میلاد منعقد ہونے لگیں۔ اور اس کی خیر و برکت کا ظہور سر کی آنکھوں سے دیکھا جانے لگا اور آج بھی دیکھا جا رہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”مکہ معظمہ میں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن ایک ایسی میلاد کی محفل میں شریک ہوا جس میں لوگ آپ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام عرض کر رہے تھے اور وہ واقعات بیان کر رہے تھے کہ آپ کی ولادت کے موقع پر ظاہر ہوئے اور جن کا مشاہدہ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا، اچانک میں نے دیکھا اس محفل پر انوار تجلیات کی برسات شروع ہو گئی، انوار کا یہ عالم تھا کہ مجھے اس بات کا ہوش نہ رہا کہ میں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا یا فقط باطنی آنکھوں سے، بہر حال جو بھی ہو میں نے غور و خوض کیا تو مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ انوار ان ملائکہ کی وجہ سے ہیں جو ایسی مجلس پر مامور ہوتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ کے ساتھ رحمت باری تعالیٰ کا نزول ہو رہا تھا۔“ (۱۶)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں، میرے تمام اعمال فسادیت کا شکار ہیں، البتہ مجھے فقیر کا ایک عمل محض حیرت عنایت سے اس قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور انتہائی عاجزی و انکساری اور محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر سلام پڑھتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر حیرت طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پورا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رانگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا۔ اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے وسیلے سے دعا کرے وہ کبھی سستہ نہیں ہوگی۔“ (۱۷)

(۱۶) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، فیوض الحرمین ص: ۸۰-۸۱

(۱۷) شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار

دیوبندی مکتب فکر کے مشہور پیر و مرشد حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر کی مولانا نذیر احمد راہپوری کے نام اپنے ایک مکتوب میں رقم طراز ہیں:

”فقیر مجلس شریف میلاد مبارک کا مع بیت کذا یہ معمولہ علمائے فکات صلحاء و مشائخ کرام بارہا اقرار کر چکا ہے اور اکثر کا عامل ہے جیسا کہ فقیر کی دیگر تحریرات و تقریرات سے یہ مضمون ظاہر ہے، فقیر کو اس مجلس شریف کے باعث حسنت و برکات کے معتقد ہونے کے علاوہ یہ عین الیقین ہے کہ اس مجلس مبارک میں فیوض و انوار برکات و رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔“ (۱۸)

امام ابن جوزی فرماتے ہیں:

”یہ بات نہایت ہی مجرب ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد کرنے والا اس کی برکت سے پورے سال امن میں رہتا ہے اور اس میلاد کی برکت سے اپنے مقاصد کو جلد پا لیتا ہے۔“ (۱۹)

حجاز مقدس کے مشہور محدث شیخ محمد بن علوی مالکی فرماتے ہیں:

”بعثت حسنت میں سے ایک اہم عمل ذکر میلاد میں آپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا بھی ہے۔ اور یہ مستحب ہے اور یہ عمل خوشی کے اظہار کی ایک صورت ہے بلکہ علمائے احناف نے فرمایا کہ جب لوگ تعظیماً ایسا کر رہے ہوں اور ایک آدمی (حضور کے ادب کو پسند نہ کرتے ہوئے ایسا) نہ کرے تو اس سے کفر لازم آنے کا خطرہ ہے۔“ (۲۰)

حسن البنا مصری صدر جماعت الاخوان المسلمون کی ڈائری جماعت اسلامی پاکستان کے ایک ادارہ نے شائع کی ہے۔ اس ڈائری میں حسن البنا نے مجلس میلاد کے

(۱۸) شاہ امداد اللہ مہاجر کی، انوار ساطعہ ص: ۳۲۶، تاریخ مکتوب ۷/ رمضان ۱۳۰۷ھ

(۱۹) ابن جوزی، بحوالہ ذخائر محمدیہ اردو از شیخ محمد بن علوی مالکی ص: ۱۳۶ دعوت اسلامی لاہور

(۲۰) شیخ محمد علوی مالکی، ذخائر محمدیہ، اردو ص: ۱۳۷ عالمی دعوت اسلامی لاہور

انعتاق کا ایک انتہائی عشق انگیز واقعہ پر قلم کیا ہے، عبرت انگیزی کے خیال سے نذر قارئین ہے ممکن ہے کسی منکر میلاد کو قبول حق کی توفیق نصیب ہو جائے۔ حسن البنا مصری لکھتے ہیں:

”مجھے یاد ہے کہ جب ربیع الاول کا مہینہ آتا تو یکم ربیع الاول سے لے کر ۱۲ ربیع الاول تک معمولاً ہر رات ہم حصائی اخوان میں سے کسی ایک کے مکان پر محفل میلاد منعقد کرتے اور میلاد النبی ﷺ کا جلوس بنا کر نکالتے۔ اتفاق سے ایک رات برادر ہم شیخ ہللی الرجال کے مکان پر جمع ہونے کی باری آگئی۔ ہم عادیۃ عشا کے بعد ان کے مکان پر حاضر ہوئے دیکھا کہ پورا مکان خوب روشنیوں سے جگمگا رہا ہے، اسے خوب صاف و شفاف اور آراستہ و بیراستہ کیا جا چکا ہے۔ شیخ ہللی الرجال نے رواج کے مطابق حاضرین کو شربت اور خوشبو پیش کی، اس کے بعد ہم جلوس بن کر نکلے اور بڑی سرت و انبساط کے ساتھ مروجہ نعشیں اور نظمیں پڑھتے رہے۔ جلوس ختم کرنے کے بعد ہم شیخ ہللی الرجال کے مکان پر واپس آ گئے اور چند لمحات ان کے پاس بیٹھے رہے، جب اٹھنے لگے تو شیخ ہللی نے بڑی لطافت آمیز اور ہلکے پھلکے تبسم کے ساتھ اچانک یہ اعلان کیا کہ: انشاء اللہ کل آپ حضرات میرے ہاں علی الصبح تشریف لے آئیں تاکہ روجیہ کی تدفین کر لی جائے، روجیہ شیخ ہللی کی اکلوتی بیٹی تھی، شادی کے تقریباً ۱۱ سال بعد اللہ نے شیخ کو عطا کی تھی، بیٹی کے ساتھ انھیں اس قدر محبت و وابستگی تھی کہ دورانِ کام بھی اسے جدا نہیں کرتے تھے۔

شیخ کی اس اطلاع پر ہم بھونچکے رہ گئے، عرض کیا روجیہ کا انتقال کب ہوا؟ فرمانے لگے آج ہی مغرب سے تھوڑی دیر پہلے، ہم نے کہا آپ نے ہمیں پہلے کیوں اطلاع نہ دی، ہم اذکم میلاد النبی کا جلوس کسی اور دوست کے گھر سے نکالتے، کہنے لگے جو کچھ ہوا بہتر ہوا اس سے ہمارے حزن و غم میں تخفیف ہوگئی اور غم سرت میں تبدیل ہو گیا، کیا اس نعمت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اور کوئی نعمت درکار ہے۔“ (۲۱)

(۲۱) حسن البنا، مترجم خلیل احمد حامدی، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشن لاہور

اس عشق انگیز واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ امت مسلمہ میں کیسے کیسے عاشقان مصطفیٰ گزرے ہیں، جب ہمارے دلوں میں عظمت رسول اور عشق رسول کی شمعیں ورخشاں تھیں تو ہم باہم متحد و مستحکم تھے، لیکن اسلام دشمن سازشوں نے ہمارا یہ فکری اور عملی اتحاد پارہ پارہ کر دیا، اب تو حال یہ ہے کہ کوئی محفل میلاد سجاتا ہے اور کوئی شرک و بدعت کے فتوے لگاتا ہے اس پر بھی سکون نہیں ملتا، ظلم و بربریت کا ننگا ناچ ناچتے ہیں اور قتل و غارت گری کا طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اور اب ان لوگوں نے ایک طریقہ اور نکالا ہے کہ جب عاشقان مصطفیٰ جلوس میلاد النبی ﷺ کا اہتمام کرتے ہیں تو یہ اسلام دشمن پولیس، انتظامیہ میں اس قسم کی رپورٹیں درج کرا دیتے ہیں کہ عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کی ہرگز اجازت نہ دی جائے ورنہ فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھیں گے، ہندوستان جیسے حساس ماحول میں انتظامیہ (جو بجائے خود اسلام دشمن ہے) بہانہ پا کر عید میلاد النبی کے جلوس اور جلسوں پر پابندی لگا دیتی ہے۔ میں امت مسلمہ سے بار بار اپیلیں کرتا ہوں آؤ متحد ہو جائیں اس وقت پورا عالم کفر اسلام کے خلاف جدید اسلحوں کے ساتھ میدان جنگ میں ہے، ہم ماضی میں متحد تھے تو بڑے بڑے فراعینہ زمانہ ہمارے ناموں سے کانپتے تھے۔ اور ہمارے اسلاف کا نقطہ اتحاد فقط عشق رسول تھا یہ شمع جب سے بجھی ہے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جا گرے، اب ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو نظر نہیں آرہا ہے۔ اب قافلہ اتحاد منقطع ہو تو کیسے ہو۔ اسلام کی سر بلندی کے لئے پیش قدمی؟ ہو تو کیسے ہو؟

اسلام کی اولین جلوہ گاہ حجاز مقدس جب سے ملال تو ہب نجدیوں کے تسلط میں آیا ہے دولت و ثروت کے ایلنے چشموں کے باوجود حکومت حجاز کی ہیبت و شوکت زیر زمین دفن ہو کر رہ گئی ہے، ناروا عیش و عشرت اور عیاشی اور فحاشی کا دور دورہ ہے۔ سعودی

ارباب اقتدار کے دل و دماغ امریکہ و برطانیہ کے گرد ہو چکے ہیں غلبی جنگ کے بعد سے آج تک وہاں امریکی فوجی خنزیر خوری، شراب نوشی اور زنا کاری کا ارتکاب کر رہے ہیں مگر ان حکمرانوں کے سروں میں نہ وہ آنکھیں ہیں جو حق کو دیکھ سکیں اور نہ ان کے پہلو میں وہ دل ہیں جو احساس زیاں کر سکیں، یہ سارا اندھیر صرف اس لئے ہے کہ ان کے اعتقاد و فکر کے دبستان سے عشق رسول کا باب ہی نجدیوں نے نکال دیا ہے جبکہ حق و صداقت کی سرمستی جنوں اور عزیمت و استقامت کے حیرت انگیز دلولہ و شوق کا حقیقی مرکز صرف اور صرف عشق رسول تھا۔ ذرا چند لمحے ٹھہر کر سعودی عہد حکومت سے قبل کے حجاز مقدس پر ایک نگاہ ڈالئے۔ یہی مکہ مکرمہ جہاں آج عید میلاد النبی ﷺ کا جشن چراغاں گل ہو چکا ہے اسی مقام پر کس شاہانہ عظمت و شوکت سے جشن میلاد النبی کا اہتمام ہوتا تھا۔ اخبار ”القبلة“ مکہ مکرمہ کے حوالے سے جشن عید میلاد النبی مکہ مکرمہ کی ایک رپورٹ پیش خدمت ہے:

”گیارہویں ربیع الاول کو مکہ مکرمہ کے درو دیار میں اس وقت توپوں کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھے جبکہ حرم شریف کے مؤذن نے نماز عصر کے لئے اللہ اکبر کی صدا بلند کی سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید میلاد النبی پر مبارکباد دینے لگے، مغرب کی نماز ایک بڑے مجمع کے ساتھ شریف حسین نے خفی مصیٰ پراد کی، نماز سے فراغت پانے کے بعد سب سے پہلے قاضی القضاۃ نے حسب دستور شریف کو عید میلاد کی مبارکباد دی، پھر تمام وزراء اور ارکان سلطنت ایک عام مجمع کے ساتھ جس میں دیگر اعیان شہر بھی شامل تھے نبی کریم ﷺ کے مقام ولادت کی طرف روانہ ہوئے، یہ شاندار مجمع نہایت انتظام و احشام کے ساتھ مولد النبی کی طرف روانہ ہوا، قصر سلطنت سے مولد النبی تک راستے میں دور ویر اعلیٰ درجے کی روشنی کا انتظام تھا اور خاص کر مولد النبی تو اپنی رنگ برنگ روشنی سے رشک جنت بنا ہوا تھا۔ زائرین کا یہ مجمع

وہاں پہنچ کر مودب کھڑا ہو گیا اور ایک شخص نے نہایت مؤثر طریقے سے سیرت احمدیہ ﷺ بیان کی، جس کو تمام حاضرین نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ سنتے رہے اور ایک عام سکوت تھا جو تمام محفل پر طاری تھا۔ ایسے حیرت مقام کی بزرگی کسی کو حرکت کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتی اور اس یوم سعید کی خوشی ہر شخص کو بے حال کئے ہوئے تھی۔

اس کے بعد شیخ نواد مجب وزیر خارجہ نے ایک برجستہ تقریر کی جس میں عالم انسانی کے انقلاب عظیم پر روشنی ڈالی جس کا سبب وہ خلاصۃ الوجودات تھی ﷺ۔

آخر میں قابل مقرر نے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھا جس کو سن کر سامعین بہت محظوظ ہوئے اس سے فارغ ہو کر سکھوں نے مقام ولادت کی ایک ایک کر کے زیارت کی، پھر واپس ہو کر حرم شریف میں نماز عشا ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب حرم شریف کے ایک دالان میں مقررہ سالانہ بیان میلاد سننے کے لئے جمع ہو گئے یہاں بھی مقرر نے نہایت خوش اسلوبی سے اخلاق و اوصاف نبی کریم ﷺ بیان کئے۔

عید میلاد کی خوشی میں تمام کچھریاں، دقار اور مدارس بھی بارہویں ربیع الاول کو ایک دن کے لئے بند کر دیئے گئے اور اس طرح یہ خوشی دس روز کا دن ختم ہو گیا۔“ (۲۲)

۱۲۸۸ھ میں دہلی کے برگزیدہ عالم دین حضرت مولانا عبدالرحیم دہلوی نے علمائے حجاز سے عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ایک استفتاء کیا علمائے حرمین کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ جو مولود شریف اور قیام تعظیسی کا انکار کرے وہ بدعتی ہے، حاکم شرع پر لازم ہے کہ ایسے منکر میلاد کو سخت سزا دے، یہ استفتاء مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ شریف اور جدیدہ شریفہ کے اکابر علماء کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تھا، جواب دینے والے اور ان پر تصدیق کرنے والوں کی کل تعداد ۹۳ تھی، حضرت مولانا عبدالرحیم دہلوی نے یہ فتاویٰ اپنی کتاب ”روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم“ میں درج کر کے شائع کئے تھے،

وہ کتاب اس وقت نایاب ہے اس لئے موضوع کی مناسبت سے انھیں ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے۔ اصل فتوے عربی میں تھے اس لئے دہلوی صاحب نے مع ترجمہ شائع کئے تھے ان کے ترجمے کی قدیم اردو زبان اس وقت غیر مانوس معلوم ہوتی ہے اس لئے ترجمہ ہم اپنے قلم سے کر رہے ہیں:

سوال: ماقولکم دام فضلکم فی ان ذکر مولدالنبی ﷺ والقیام عند ذکر ولادة خاصة مع تعیین اليوم و تزئین المكان واستعمال الطیب و قراءة سورة من القرآن و اطعام للمسلمین هل يجوز و یشاب فاعله ام لا۔

جواب: حسب ذیل مسئلہ میں آپ کا ارشاد گرامی کیا ہے کہ پیدائش مصطفیٰ کا ذکر کرنا اور ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا یا اس طور کہ اس میں ایمان کی تعیین، مکان کی آرائش، خوشبو کا استعمال، قرآن کی کسی سورۃ کی تلاوت اور مسلمانوں کے لئے کھانے کا اہتمام بھی ہو، کیا اس ہیئت کے ساتھ بزم میلاد کا انعقاد جائز ہے؟ اور اس کا اہتمام کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ بیان فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

بینوا جزاکم اللہ تعالیٰ

اس سوال پر مکہ مکرمہ کے مفتیان عظام اور علماء کبار نے حسب ذیل جواب عنایت فرمایا:

اعلم ان عمل المولد بلاشبہ اثنی مندرجہ بالا ہیئت کے ساتھ میلاد شریف بھندہ کیفیۃ المذكورة مستحسن مستحب لان العلماء المتقدمین قد استحسنوه و قد استحسن القیام عند ذکر

شریف کا معمول انتہائی پسندیدہ اور مستحب ہے، اس لئے علمائے متقدمین نے بھی اسے مستحسن کہا اور ولادت مبارکہ کے ذکر کے وقت قیام بھی مستحسن ہے۔ اور اس کا منکر بدعت سیئہ میں مبتلا ہے، کیونکہ وہ ایسی چیز کا منکر ہے جو اللہ تعالیٰ

الولادة الشریفة فالمنکر لہذا مبتدع بدعة سیئة مذمومة لانکارہ علی شیء حسن عنداللہ والمسلمین

اور جمہور مسلمانوں کے نزدیک مستحسن ہے۔ اثر ابن مسعود میں ہے کہ مسلمان جس چیز کو پسند کریں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے، اور اس مقام پر مسلمانوں سے مراد باعمل علماء کرام ہیں۔

کما جاء فی حدیث ابن مسعود قال ماراه المسلمون حسناً فهو عنداللہ حسن، والمراد من المسلمین ہہنا الذین کمل الاسلام بکالعلماء العاملين و علماء العرب و المصر والشام والروم والاندلس کلہم راہ حسنا فی زمان السلف الی الآن فصار علیہ اجماع الامة فهو حق لیس بضلال،

اور عرب، مصر، شام، روم اور اندلس کے تمام علمائے کرام نے اسے عہد سلف سے آج تک مستحسن ہی کہا ہے، تو اس طرح اس پر اجماع امت ہو گیا،

لہذا بزم میلاد کا اہتمام کرنا بلاشبہ حق ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی، لہذا حاکم شرع پر لازم ہے کہ اس کے منکر کو مزا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قال رسول اللہ ﷺ لا تجتمع امتی علی ضلالة فعلى حاکم الشریعة تعزیر منکرہ۔ واللہ اعلم

اس فتوے پر مکہ مکرمہ کے ۴۴ مفتیان مذاہب اربعہ کی مہریں ثبت ہیں۔ اب ذیل میں بحیث مذکورہ سوال پر مدینہ منورہ کے مفتیان کرام کا متفقہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیے:

اعلم ان ماصنع من الولاہم میلاد شریف میں جن چیزوں کا اہتمام کیا جاتا فی مولد الشریف و قربہ لحضرة ہے، مثلاً صدقات و خیرات، اچھے کھانے اور المسلمین و انفاق الطعومات و شیرینی وغیرہ کا تقسیم کرنا، رسول کریم کے ذکر و قیام عند ذکر ولادة الرسول الامین تلاوت کے وقت قیام کرنا، گلاب پاشی کرنا، ورش ماء الورد وایقاد البخور و اگر بتیاں سلگانا، مکان کی زیبائش کرنا، قرآن ترثین المکان و قرآء شیء من عظیم کی آیات تلاوت کرنا، نبی کریم کی بارگاہ میں القرآن، والصلوة علی النبی ﷺ صلاۃ و سلام پڑھنا، اور فرحت و مسرت کا بھرپور و اظہار الفرح و السرور۔ فلا شبهة اظہار کرنا۔ بلاشبہ یہ انتہائی پسندیدہ اور اجر و فی انه بدعة حسنة مستحبة و فضیلت والی چیزیں ہیں۔ ان کا انکار کوئی بدعتی فضیلة مستحسنة فلا ینکرہا ہی کرے گا۔ اس کی بات پر ہرگز توجہ نہ دی الا المبتدع لا استماع بقولہ بل جائے۔ بلکہ حاکم اسلام پر لازم ہے کہ اس کو سزا غنی حاکم الاسلام ان یعزروه۔ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم واللہ اعلم

اس فتوے پر مدینہ منورہ کے ۳۰ علمائے کرام اور مفتیان عظام کی مہر س ثبت ہیں۔ مفتیان جدہ نے مولانا عبدالرحیم دہلوی کے استفتاء کا حسب ذیل جواب رقم فرمایا تھا:

اعلم ان ذکر مولد النبی ﷺ مندرجہ بالا بعیت کذا یہ کے ساتھ محفل میلاد کا بھذہ الصورة المجموعة المذكورة اہتمام کرنا شرعاً بدعت حسنة اور مستحب ہے، اس بدعة حسنة مستحبة شرعاً کے منکر کے دل میں یقیناً نبی کریم ﷺ سے لا ینکرہا الامن فی قلبہ شعبة من نفاق اور بغض و عداوت ہے۔ اس سے انکار کی شعب النفاق والبغض له ﷺ کیف منجائش کس طرح روا رکھی جاسکتی ہے جبکہ ارشاد یسوغ له ذالک مع قوله تعالیٰ اھی ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم کرنا دلوں کی ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ واللہ تعالیٰ اعلم پر ہیز گاری ہے۔

اس فتوے پر جدہ شریف کے دس مفتیان کرام کی مہر س اور تصدیقیں ہیں۔ مفتیان جدیدہ نے بھی مذکورہ سوال کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا:

نعم قرآءة المولد الشریف مع مذکورہ اشیاء کے اہتمام کے ساتھ میلاد شریف الاشياء المذكورة جائزة بل پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اس کا مستحبة ینتاب فاعلہا فقد الف فی منعقد کرنے والا ثواب کا مستحق ہوگا، علمائے کرام نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں ہیں اور ذالک العلماء وحشوا علی فعلہ اس کے انعقاد کی ترغیب دی ہے۔ نیز انھوں نے وقالوا لا ینکرہا الا المبتدع، فعلیٰ فرمایا کہ اس کا انکار کوئی بدعتی ہی کر سکتا ہے، حاکم حاکم الشريعة ان یعزروه۔ واللہ شریعت پر ضروری ہے کہ منکر میلاد کو سزا دے۔ اعلم

اس فتوے پر جدیدہ شریفہ کے ۱۲ مفتیان کرام کی مہر س اور تصدیقیں ہیں۔ حجاز مقدس کے ان فتادی کی روشنی میں محفل میلاد کے جواز و استحسان کا حکم چودھویں کے چاند کی طرح روشن و منور ہو گیا، اس پر بھی اگر کوئی کلمہ گو مطمئن نہ ہو تو اسے اپنی ایمانی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ یقیناً اس کا دل رسول اللہ ﷺ کی جانب سے منافقت اور کھلی دشمنی میں مبتلا ہے۔

بحث کافی طویل ہو گئی بس اس خیال سے کہ کہیں ہمارے قارئین کسی قسم کی اکتاہٹ محسوس نہ کریں ہم اپنا قلم روکتے ہیں اور نہ اس موضوع پر ہمارے پیش نظر اتنے شواہد ہیں کہ ایک ضخیم دبستان میلاد منصف شہود پر آ سکتا ہے۔ خدا کرے کہ یہ چند شواہد منکرین میلاد کی فکری گرہیں کھولنے کے لئے کافی ہوں اور مختلف ٹولیوں میں بی قوم عقائد و نظریات کی بے راہ روی سے توبہ و رجوع کر کے مسلک جمہور المسلمین و جماعت کے ہم سفر و ہم نوا ہو جائے۔

اب ہم ذیل میں انوار ساطعہ اور انوار آفتاب صداقت کے حوالے سے عالم اسلام کے ان علماء و مشائخ کی ایک مختصر فہرست سپرد قلم کرتے ہیں جنہوں نے میلاد رسول ﷺ کے جواز و امتحان کے موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں یا انتخاب کے فتوے دیئے اور خود منعقد کر کے اس کی برکات و حسنات سے مالا مال ہوئے۔

۱۔ شیخ عمر بن محمد السلاء موصلی۔ انہوں نے مروجہ صورت میں سب سے پہلے میلاد شریف کا اہتمام کیا۔

۲۔ علامہ ابو الخطاب ابن دحیہ اندلسی جو دحیہ کلبی صحابی کی اولاد میں سے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے کتاب ”التوہید فی مولد السراج الممیر“ تصنیف فرمائی۔ اور سلطان اربل کو پیش کی۔

۳۔ علامہ ابو طیب السبئی زریل قوص۔ یہ جلیل القدر مالکی عالم تھے

۴۔ امام ابو محمد عبد الرحمن ابن اسماعیل استاد امام نووی معروف بہ ابو شامہ

۵۔ علامہ ابو الفرج بن جوزی محدث و فقیہ حنبلی

۶۔ امام علامہ سیف الدین حمیری دمشقی حنفی محدث معروف بہ ابن طغربک

۷۔ امام القراء و المحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری

۸۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر ۹۔ علامہ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ البکری

۱۰۔ علامہ ابو القاسم محمد بن عثمان اللؤلؤی الدمشقی ۱۱۔ شمس الدین محمد بن ناصر الدین الدمشقی

۱۲۔ علامہ سلیمان برسوی امام جامع سلطان ”کشف الظنون“ میں لکھا ہے کہ ان کا مرتبہ مولود

شریف مجالس رومیہ میں پڑھا جاتا ہے۔

۱۳۔ ابن الشیخ آقا شمس الدین ۱۴۔ الملوی حسن البکری

۱۵۔ الشیخ محمد بن حمزہ العربی الواعظ ۱۶۔ الشیخ شمس الدین احمد بن محمد السیوسی

۱۷۔ علامہ حافظ ابو الخیر سخاوی ۱۸۔ سید عقیف الدین البشیرازی

۱۹۔ ابو بکر الدنقلی

۲۰۔ برہان محمد صبحی

۲۱۔ برہان ابو صفاء۔ ان کے مولود شریف کا نام ہے فتح اللہ جسی دکنی فی مولد المصطفیٰ

۲۲۔ شمس الدین دمیاطی المعروف بابن السنباطی ۲۳۔ برہان بن یوسف الفاقوس۔ ان کے

مولود شریف میں چار سوا شعار سے زیادہ ہیں۔

۲۴۔ حافظ زین الدین عراقی

۲۵۔ مجدد الدین محمد ابن یعقوب

فیروز آبادی شیرازی صاحب قاموس۔ ان کے مولود شریف کا نام ہے ”النجحات العشریہ

فی مولد خیر البریہ“ ہے۔

۲۶۔ امام محقق ولی الدین ابو زرعة العراقی ۲۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن النعمان

۲۸۔ جمال الدین العجمی الہمدانی ۲۹۔ یوسف الحجازی المصری

۳۰۔ یوسف بن علی بن رزاق الشامی

۳۱۔ ابو بکر الحجازی ۳۲۔ منصور بشار

۳۳۔ ابو موسیٰ ترہونی و قیل زرہونی ۳۴۔ الشیخ عبد الرحمن بن عبد الملک

المعروف بالکخلص

۳۵۔ ناصر الدین المبارک الشہر بابن الطبّاخ۔ انہوں نے اپنے فتاوے میں لکھا ہے کہ مولد

شریف کے پڑھنے والے کو لباس پہنے پوشاک پہنانی چاہئے۔

۳۶۔ امام علامہ ظہیر الدین ابن جعفر ریسینی ۳۷۔ فاضل عبد اللہ بن شمس الدین انصاری

۳۸۔ الشیخ الامام صدر الدین مویوب الجزری الشافعی

۳۹۔ علامہ ابن حجر عسقلانی ۴۰۔ شیخ جلال الدین سیوطی۔ مجدد مائتہ تسعہ

۴۱۔ محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی ۴۲۔ شیخ شہاب الدین قسطلانی شارح بخاری

۴۳۔ نور الدین علی حلبی شافعی مصنف سیرت حلبی ۴۴۔ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی

شارح مواہب وغیرہ کتب احادیث

۳۵۔ علامہ علی بن سلطان محمد بردی معروف بہ ملا علی قاری

۳۶۔ عبدالرحمن صفوی شافعی صاحب زمزمۃ الجالس ۳۷۔ نور الدین ابوسعید یورانی

۳۸۔ سید امام جعفر برزنجی۔ ان کا مولد شریف نثر عبارت مفتی فصیح مشہور ہے۔ دیار عرب میں بہت پڑھا جاتا ہے۔

۳۹۔ سید زین العابدین برزنجی۔ ان کا مولد شریف منظوم دیار عرب شریف میں رائج ہے۔

۵۰۔ شیخ احمد ابن علامہ ابوالقاسم بخاری۔ ان کا نسب محمد بن اسطیع بخاری تک پہنچتا ہے۔

۵۱۔ شیخ اسطیع حنفی افندی مفسر و اعظم مصنف تفسیر روح البیان

۵۲۔ احمد بن قشاشی مدنی استاد سائذہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۵۳۔ محمد بن عزب مدنی

۵۴۔ شیخ عبدالملک کردی

۵۵۔ فاضل ابراہیم باجوری

۵۶۔ امیر محمد استاد ابراہیم باجوری

۵۷۔ شیخ سقاہ استاد الاستاد باجوری

۵۸۔ شیخ عبدالباقی پدر و استاد علامہ ذرقانی

۵۹۔ شیخ محمد ربی

۶۰۔ علامہ احمد بن حجر مؤلف تحفۃ الاخیار مولد المقتدر

۶۱۔ حافظ بن الحدیث رجب دمشقی حنبلی

۶۲۔ ابی زکریا یحییٰ ابن عائد حافظ کبیر اندلسی

۶۳۔ سعید بن مسعود گازرونی۔ انہوں نے بھی محسوس دنیا کے بیشتر ممالک کے علماء و صوفیہ سے

مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے۔

۶۴۔ مولانا زین الدین محمود نقشبندی

۶۵۔ علامہ شہاب الدین احمد الحنفی شارح

شفا وغیرہ۔ ان کا ایک رسالہ مولد شریف کے جواز میں ہے۔

۶۶۔ حضرت مولانا سید جمال الدین میرک

۶۷۔ علامہ محمد رفائی مدنی

۶۸۔ قاضی ابن خلکان شافعی

۶۹۔ مولانا معین الدین الواعظ الہمدی

۷۰۔ علامہ ابوالسحاق ابن جماعہ رحمۃ اللہ علیہ

۷۱۔ شیخ محمد طاہر محدث مصنف مجمع الجبار

۷۲۔ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی

۷۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

اب ذیل میں تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں میلاد النبی کے انتخاب و استحسان کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں اور منشور و منظوم میلادناموں کی ایک مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیے۔ اگرچہ ان دو صدیوں کی چند تصانیف کا ذکر ماقبل میں بھی ہو چکا ہے:

۱۔ احیاء القلوب فی مولد الحبوب

از مولانا عبد الجلیل حسینی حنفی

۲۔ تحفہ سراج

از مولانا محمد سراج الدین اجیری

۳۔ ترجمہ بیان المسیلا والنہدی

از مولانا غلام معین الدین نعیمی

۴۔ چہل حدیث (دوم)

از مفتی خلیل احمد برکاتی

۵۔ خیابان آفرینش

از مولانا امیر احمد مینائی

۶۔ ذکر شاہ انبیاء

از مولانا امیر احمد مینائی

۷۔ الذکر المحمود فی بیان المولد المسعود (پنجابی)

از مولانا امام الدین قادری

۸۔ ذکر میلاد صاحب لولاک

از مولانا عبدالحق مجدودی

۹۔ ذکر ولادت آں حضرت ﷺ

از مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی

۱۰۔ رسالہ فی ولادت النبی ﷺ

از مولانا حافظ محمد برکت اللہ فرنگی محلی

۱۱۔ مولد شریف

از مولانا فخر الدین الہ آبادی

۱۲۔ رسالہ میلاد النبی

از مولانا عبد الرزاق فرنگی محلی

۱۳۔ روح العباد فی ذکر المسیلا (پنجابی)

از مولانا محمد عبد الکریم قلعداری

۱۴۔ سراج منیر

از مولانا عظیم الاحسان

۱۵۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان

از مولانا شاہ احمد سعید مجدودی دہلوی

۱۶۔ مولد شریف

از مولانا احمد خاں صوفی کانپوری

- ۱۷۔ مولود محمود
- ۱۸۔ میلاد پاک صاحب لولاک
- ۱۹۔ میلاد تحفۃ الرسول
- ۲۰۔ میلاد الرسول
- ۲۱۔ میلاد رسول اللہ علیہ وسلم
- ۲۲۔ میلاد شریف
- ۲۳۔ میلاد شریف
- ۲۴۔ میلاد شریف
- ۲۵۔ المیلاد فی القرآن
- ۲۶۔ میلاد مبارک
- ۲۷۔ میلاد نامہ
- ۲۸۔ میلاد النبی
- ۲۹۔ میلاد النبی ﷺ
- ۳۰۔ منطلق الہلال بارخ ولادة الحبیب والوصال از امام احمد رضا بریلوی
- ۳۱۔ نورانی حقائق
- ۳۲۔ کفیل بخشش
- ۳۳۔ محفل میلاد
- ۳۴۔ مدنی تاجدار
- ۳۵۔ میلاد مصطفیٰ
- ۳۶۔ گھر آنگن میلاد (برائے خواتین)
- از مولانا شاہ محمد رکن الدین الوری
- از مولانا غلام مصطفیٰ کوثر امجدی
- از مولانا شاہ محمد معین آروی
- از الحاج پیر قلندر علی
- از مولانا سید حامد علی شاہ راولپنڈی
- از مولانا نبی بخش حلوانی
- از مولانا محمد سلامت اللہ کشنی
- از مولانا محمد باقر
- از مولانا محمد عالم آسی امرتسری
- از مولانا ہادی علی خاں سیتاپوری
- از مولانا میاں علی محمد بی شریف
- از علامہ سید احمد سعید کاظمی
- از قاضی محمد حبیب الحق
- از مولانا ابو داؤد محمد صادق
- از مولانا محمد جمیل الرحمن رضوی
- از مولانا محمد شبیر کوٹلی لوہاراں
- از مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد
- از مولانا ابو الکلام احسن القادری
- از سید حسنین میاں نظمی مارہروی

- ۳۷۔ ذکر میلاد مبارک
- از سید شاہ اولاد رسول مارہروی
- گزشتہ دو صدی میں میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر برصغیر میں تحریر کی جانے والی کتابوں کی یہ ایک نامکمل فہرست ہے۔ لیکن اس فہرست سے بھی یہ اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے کہ برصغیر میں بھی میلاد النبی کے جواز و استحسان کے قائلین کی تعداد ۸۰۰ رٹھند سے بھی زائد ہے۔
- احمد آباد میں حضرت محمد شاہ درگاہ شریف کا کتب خانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے پانچ جلدوں میں اس کے ذخیرہ مخطوطات کی ایک فہرست شائع ہوئی ہے عربی، فارسی اور اردو مخطوطات کی اس فہرست میں میلاد النبی کے موضوع پر ایک درجن سے زائد کتب موجود ہیں۔
- میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے اب یہ مدعا روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا ہے کہ سواد اعظم اہلسنت و جماعت کے نزدیک عید میلاد النبی ﷺ کی محفلیں سجانا اور بارہ ربیع الاول شریف کے حسین موقع پر جلوس نکالنا جائز و مستحسن ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارے قلوب کو حب رسول کے نور سے پر نور فرمادے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین ﷺ



ماخذ و مراجع

(۱)

قرآن عظیم

بخاری شریف

مسند احمد

مسند ابوداؤد

شرح مواقف

رسالہ اہلسنت و جماعت

جامع الترمذی

رد المحتار

حاشیہ جلالین

آشوب نجد

ماہنامہ عارف لاہور

اقبال کے حضور

اخبار اہل حدیث امرتسر

اشاعت السنۃ

برائین احمدیہ

تحفظ ختم نبوت اور جماعت اسلامی

از امام محمد بن اسماعیل بخاری

از امام احمد بن محمد بن حنبل

از سلیمان بن داؤد الطیالسی

از مولانا ابوالعلی

از مولوی سلیمان ندوی

از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

از علامہ ابن عابدین شامی

از شیخ احمد صاوی

از مولانا قطب الدین عبدالولی فرنگی محلی

از محمد فاضل

از نذیر احمد نیازی

از مولوی ثناء اللہ امرتسری

از مولوی محمد حسین بنالوی

از غلام احمد قادیانی

از محمد طفیل رشیدی

محمد بن النّاس

کفایت المفتی

ماہنامہ تجلی دیوبند

مذہب اسلام

تاریخ المذہب الاسلامیہ

نہایات الارب فی غایات النسب

ماہنامہ زندگی نوئی دہلی

از مولوی قاسم نانوتوی

از مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی

از عامر عثمانی

از مولانا نجم الغنی راپوری

از پروفسر محمد ابو زہرہ مصری

از مفتی محمد شفیع دیوبندی

از مسعود عالم فلاحی

(۲)

الجامع المسنف للترمذی

احیاء علوم الدین

المفتی عن حمل الاسفار

المسند امام احمد

الصحيح لمسلم

غنیۃ الطالبین

حجۃ اللہ علی العالمین

کیمیائے سعادت

المختصر الوصیہ

انوار قدسیہ (مترجم)

خلاصۃ العارفين

از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی

از امام محمد غزالی

از زین الدین عراقی

از امام احمد

از مسلم بن حجاج القشیری

از شیخ عبدالقادر جیلانی

از شیخ یوسف بن اسماعیل بھانی

از امام محمد غزالی

از امام سید طحطاوی

از امام عبدالوہاب شعرانی

از خواجہ بہاء الحق

الابریز	از خواجہ عبدالعزیز دہلوی
حالات مشائخ نقشبندیہ	از خواجہ باقی باللہ
میزان شریعت کبریٰ (اول)	از امام عبد الوہاب شعرانی
کشف الکجوب (اردو)	از حضرت داتا گنج بخش لاہوری
مشکوۃ المصابیح	از شیخ ولی الدین العراقي
مرقات المفاتیح	از ملا علی قاری
شرح مواقف	از شیخ ابوالحسن
تفسیر روح البیان (جلد ۵)	از شیخ اسماعیل حقی
دلائل الخیرات شریف	از خواجہ محمد بن سلیمان
مبدأ و معاد	از شیخ احمد سرہندی
مکتوبات امام ربانی دفتر اول	از شیخ احمد سرہندی
المقدمۃ السنیۃ	از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
شرح الصدور (اردو)	از علامہ جلال الدین سیوطی
تصحید	از ابو شکور سالی
اشعۃ المفاتیح	از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
کنز العمال (جلد ۱۰)	از علماء الدین علی الہستانی بن حسام الدین
السنن للبیہقی	از ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہقی
حدوث الفتن و جہاد اعیان السنن	از مولانا محمد احمد مصباحی
رسالہ رور و افض	از شیخ احمد سرہندی
مولانا انوار اللہ فاروقی	از ڈاکٹر کے محمد عبدالحمید اکبر

اہلسنت کی آواز ۱۹۹۸ء (سالنامہ)	از ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم
الفقیہ امرتسر ۲۱ اگست ۱۹۳۵ء ص: ۹	از مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی
امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت	از کوثر نیازی

(۳)

ماہنامہ "البلاغ" کراچی فروری ۱۹۶۹ء مضمون	از شمس الحق افغانی
تحریک ختم نبوت، مطبوعات چٹان لاہور	از آغا شورش کاشمیری
ارواحِ ثلاثہ	از مولوی اشرف علی تھانوی
تقویۃ الایمان	از مولوی اسماعیل دہلوی
سنی دیوبندی اختلافات کا منصفانہ جائزہ	از مفتی محمد شریف الحق امجدی
الوہابیہ، تقدیم	از مبارک حسین مصباحی
انوار الباری، جلد ۱۱	از مولوی احمد رضا بجنوری
باغی ہندوستان، جملہ	از مولانا عبدالحکیم شرف قادری
مقالات سرسید، حصہ شانزدہم	از سرسید علی گڑھ
زہدۃ الخواطر	از حکیم عبدالحی لکھنوی
تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ	از علامہ فضل حق خیر آبادی
تذکرۃ الرشید	از عاشق الہی میرٹھی
نیپٹل بک ٹرسٹ، خبرنامہ جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء	نیپٹل بک ٹرسٹ نئی دہلی
الاعلامۃ فضل حق الخیر آبادی	از ڈاکٹر قمر النساء حیدر آباد
تحقیق البقیۃ	از شاہ مخصوص اللہ دہلوی

استیاذ حق،

سوانح احمد، مطبوعہ دہلی

سیرت سید احمد

الدر المنثور

تواریخ عجیبہ مطبوعہ فاروقی دہلی

مقالات سرسید، حاشیہ

مولانا اسٹیل اور تقویۃ الایمان

الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مطبوعہ و کتوریہ پریس

الحقوق والفرایض

از راجا غلام محمد

از محمد جعفر تھانیسری

از علی میاں ندوی

از مولوی عبدالرحیم صادق پوری

از محمد جعفر تھانیسری

از محمد اسٹیل پانی پتی

از مولانا ابوالحسن زید فاروقی

از مولوی محمد حسین بہاولوی

از ڈپٹی نذیر احمد

(۴)

ابوالکلام آزاد سوانح و افکار، مطبوعات چٹان لاہور از شورش کاشمیری

آزادی کہانی

از عبدالرزاق طبع آبادی

الشہاب الثاقب، مطبوعہ دیوبند

از مولوی حسین احمد مدنی

فتاویٰ رشیدیہ

از مولوی رشید احمد گنگوہی

اشرف السوانح

از خواجہ عزیز الحسن غوری

جلی دیوبند، فروزی ۱۳۵۹ھ

از عامر عثمانی

افکار ملی دہلی جون ۱۳۵۲ء تحریر

از راشد علی شاز علی گڑھ

ترجمان دیوبند، اپریل ۱۳۵۲ء

از ندیم الواجدی

الدیوبندیہ، سعودیہ عربیہ

از طالب الرحمن سلفی

روزنامہ راشتریہ سہارا دہلی، ۳۰ مئی ۲۰۰۱ء

از مولوی اسعد مدنی

(۵)

نادان و ہانی، محبوب المطالع دہلی

از خواجہ حسن نظامی دہلوی

اہل حدیث اور انگریز

از مولوی بشیر احمد

الرسالہ مئی ۲۰۰۱ء

از وحید الدین خاں دہلوی

تقویۃ الایمان

از اسٹیل دہلوی

تفسیر النسخی جلد ۱

از شیخ عبداللہ بن احمد نسفی

المواہب اللدنیہ باب الخ ل محمدیہ

از علامہ احمد بن محمد قسطلانی

نخلیقین بان مینا سید المسلمین

از امام احمد رضا بریلوی

تذکیر القرآن، جلد اول

از وحید الدین خاں

سنن بیہقی

از ابوبکر احمد بن حسین بیہقی

شرح الشفاء اول

از ملا علی قاری

جامع الترمذی

از ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

مقدمہ السنن المداری

از عبداللہ بن عبدالرحمن داری

جزاء اللہ عدوہ بابانہ ختم النبوة

از امام احمد رضا بریلوی

مشکوۃ المصابیح

از شیخ ولی الدین عراقی

حاشیہ المواہب اللدنیہ

از صالح احمد شامی

تحذیر الناس

از مولوی محمد قاسم نانوتوی

کیا مقتدی پری محمد واجب ہے؟

از مولوی محمد قاسم نانوتوی

مرثیہ مولوی رشید احمد

از مولوی محمود حسن دیوبندی

(۶)

روزنامہ راجپوتی گورکھپور

۲۷ جولائی ۱۹۹۷ء

حدیث کا درایتی معیار

از مولوی محمد تقی امینی

فتاویٰ رشیدیہ

از مولوی رشید احمد گنگوہی

براجین قاطعہ

از خلیل احمد میٹھوی

تذکیر الاخوان

از مولوی اسٹیل دہلوی

محفل میلاد

از ابوبکر جزائری

الشماتۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ

از نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

مختصر سیرۃ الرسول

از عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی

روزنامہ جنگ لاہور

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ / تحریر کوثر نیازی

رضائے مصطفیٰ / تحریر

از ڈاکٹر اقبال

ایشیا لاہور، ۲۷ مئی ۱۹۸۰ء

از ابوالعلیٰ مودودی

الباعث علی انکار البدع والحوادث

از ابو محمد عبد الرحمن

سبل الہدی

از امام سخاوی

انوار آفتاب صداقت

از قاضی فضل احمد لدھیانوی

فیوض الحرمین

از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

اخبار الاخبار

از شیخ عبدالحق محدث دہلوی

انوار ساطعہ

از مولانا عبد السبع رام پوری

ذخائر محمدیہ

از شیخ محمد بن علوی مالکی

ڈائری

از حسن البنا

ماہنامہ طریقت لاہور، مارچ ۱۹۷۷ء

روضۃ النعیم فی ذکر النبی الکریم

از مولانا عبد الرحیم دہلوی

کیا آپ کے کتب خانہ میں کتابوں کے یہ موقی موجود ہیں؟

75/-	زلزلہ	3000/-	تفسیر نبوی (۱۵ جلد)
75/-	تبلیغی جماعت	400/-	کلیات مکاتیب رضا
75/-	مکتوبات امام احمد رضا	350/-	کتاب الشفاء (۲ جلد)
75/-	مبدعہ و معاد	750/-	معارج النبوت (۳ جلد)
60/-	ختم النبوة	200/-	تاریخ کربلا
105/-	جلال الخواطر	150/-	شفاء القلوب
48/-	اسرار و معارف	180/-	شواہد النبوة
300/-	فتاویٰ ملک العلماء	120/-	کربلا کا مسافر
75/-	المعاویہ	600/-	ردیۃ القیومیۃ (۳ جلد)
200/-	شرف النبی	275/-	تحفۃ الابرار
120/-	غزوات میں معجزات رسول	250/-	قصر عارفان
60/-	رسائل نقشبندیہ	170/-	خزینۃ الاصفیاء چشتیہ
عمر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی کی کتب		90/-	خزینۃ الاصفیاء سہروردیہ
		45/-	الاستیاز بین الحقیقت والمجاز
300/-	فکر فاروقی	180/-	فضائل درود
300/-	مجالس علماء	300/-	حیات اعلیٰ حضرت (جلد دوم)
200/-	رجال الغیب	75/-	تمکیل الایمان
150/-	باتوں سے خوشبو آئے	70/-	زبدۃ الآثار
150/-	نسیم الطحا	75/-	حسام الحرمین

عربی زبان کے بے نظیر خصائص و محاسن اور مجملہ
السنہ عالم پراس کی ناقابل انکار فوقیت و قدامت

فَارْتَوِ كَيْفَ قَامُوا اللَّهَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَافِرُ

ملکین

مع
تنقید و
تبصرہ

علامہ سید سلیمان اشرف پٹھانوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

نقاشہ

دارالاسلام لاہور

Dar Ul Islam, Lahore

رابطہ: محض رضا الحسن قادری

0321-9425765

دین فروش علماء اور ضمیر فروش لیڈرز

ایزمن نے اپنی اسلام دشمن سازش کو کسی چہرہ پہنانے کے لیے خاں سے چھ دین فروش علماء اور ضمیر فروش لیڈروں کا انتخاب کیا۔ اب ذیل میں ہم تاریخ و شواہد کی تیز روشنی میں برطانوی حکومت کے ان زرخیز غلاموں کے چہرے سرعام بنے نقاب کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے انبیاء اور اولیاء کی توہین، نئے فرقوں کی ایجاد، تفریق بین المسلمین اور انگریزوں کے خلاف جوش جہاد کم کرنے کے لیے اپنی تحریک و عمل اور زبان و قلم کی ہر ممکن کوشش کی اور برطانوی حکومت سے اعلیٰ تمغات، بھاری انعامات اور اپنے نت نئے عقائد اور نوپید مذاہب کی نشوونما اور اشاعت کے لیے وظائف حاصل کئے۔

انگریزوں نے خاک ہند کے مختلف مقامات سے بااثر علماء اور لیڈروں کا انتخاب کر لیا۔ جب کہ اکثر مقامات پر ان کی کمندیں ناکام ثابت ہوئیں۔ دہلی کے مشہور شاہ ولی اللہی خاندان سے مولوی اسماعیل دہلوی پر جال پھینکا اور امید سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ دولت اور اقتدار کا لالچ دے کر دہلوی جی کے فکر و نظر اور زبان و قلم کا سودا کر لیا۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے بلا کسی تاخیر اور پس و پیش کے برطانوی حکومت کے طے شدہ خطوط کے مطابق اپنے کام کا آغاز کر دیا، مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے ساتھ کچھ ضمیر فروش علماء اور جہلاء کو بھی لے لیا ان میں سید احمد رائے بریلوی، مولوی عبدالحی بدھنوی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے برطانوی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے اپنا دین و ایمان تک قربان کر دیا۔

صالح حسین صاحبی ایم۔ اے